92

تاریخ الحدیث

مصنفہ

قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند فاضل جامعہ ازہر مصر
مولوی فاضل منشی فاضل زبدۃ الحکماء استاد عربی فارسی اردو اورنٹیل کالج لاہور

باہتمام

ادارہ علمیہ ۵ دھنی رام روڈ انارکلی
لاہور

Marfat.com

حقوق محفوظ

باہتمام مولوی محمد یعقوب خاں ڈپٹی مینیجر ادارہ علمیہ
بار دوم ــــــــــــــــــــ ۱۰۰۰
کاتب ــــــــــــــــــــ عبدالغنی
مطبع ــــــــــــــــــــ نقوش پریس لاہور
قیمت ــــــــــــــــــــ چار روپیہ
پبلشر ــــــــــــــــــــ ادارہ علمیہ لاہور

Marfat.com

مضامین	صفحات
...بن مسعودؓ	۱۷۵
...عمرو بن العاص رضی	۱۷۶
...عمر رضی	۱۷۷
	۱۷۸
	۱۷۹
	۱۸۰
	۱۸۱
	۱۸۲
	۱۸۳
	۱۸۴-۱۸۵
	۱۸...
	۱۸۶
	۱۸۸
	۱۸۸
...بن رضی و حضرت ربیع رضی	۱۹۰
	۱۹۰
	۱۹۰
	۱۹۱
...رت عبداللہ رضی	۱۹۲
	۱۹۳
...نب	۱۹۴
	۱۹۵
	۱۹۶
...پ	۱۹۷
...ایمان صحابہ	۱۹۸

انتساب

عالی جناب ابوالحسن صاحب قریشی (ستارۂ پاکستان)

ہوم سیکریٹری مغربی پاکستان کے نام نامی سے

عالی جناب مومن کامل جری احمد صاحب سلّمہ نے

اس کتاب کی طباعت میں مدد فرمائی

حفاظت حدیث

Marfat.com

مضامین	صفحات	مضامین	صفحات
وتعدیل	۱۳۴	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۱۷۵
ضبط	۱۳۶	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۱۷۶
عادل	۱۳۷	حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ	۱۷۶
...کے درجات	۱۳۸	مقلین	۱۷۸
تعدیل	۱۳۹	حضرت ام سلمہؓ	۱۷۹
جرح	۱۴۰	حضرت ابوموسیٰؓ و حضرت براء بن عازبؓ	۱۸۰
...ت	۱۴۰	حضرت ابی بن کعبؓ و حضرت عثمانؓ	۱۸۱
...راطاعت	۱۴۲	حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت سمرہؓ	۱۸۲
...ریث	۱۴۵	حضرت ام حبیبہؓ	۱۸۳
...	۱۴۷	حضرت حفصہؓ و حضرت اسماءؓ	۱۸۳-۱۸۴
...کے اعتراضات اور انکے جوابات	۱۴۸	حضرت واثلہؓ و حضرت میمونہؓ	۱۸۶
...م نے وضع وتدلیس حدیث کو روکا	۱۵۵	حضرت ام ہانیؓ و حضرت بلالؓ	۱۸۶
...کا اثر علم حدیث پر	۱۵۶	حضرت ام عطیہؓ	۱۸۸
...اعتراضات حدیث پر	۱۵۹	اقلین	۱۸۸
...ل کی نظر میں	۱۶۵	حضرت فاطمہ بنت قیسؓ و حضرت ربیعؓ و حضرت خالدؓ	۱۹۰
...ف	۱۶۶	حضرت زید بن حارثہ	۱۹۰
المع فی الرجال	۱۶۹	فہرست جدید	۱۹۰
قرن اول	۱۶۹	حضرت شداد بن اوسؓ و حضرت عبداللہؓ	۱۹۱
...نوان اللہ علیہم اجمعین	۱۶۹	حضرت فاطمہ زہرا	۱۹۲
	۱۷۰	حضرت امام حسن و حضرت زینب	۱۹۳
ابوہریرہؓ و حضرت ابن عباسؓ	۱۷۰	حضرت صفیہ و حضرت امام حسین	۱۹۴
عائشہؓ	۱۷۱	حضرت جویریہ	۱۹۵
...رؓ و حضرت جابرؓ	۱۷۲	حضرت سودہ و اہل بیت پاک	۱۹۶
حضرت ابوسعید خدریؓ	۱۷۴	اختتام بیان صحابہ	۱۹۷
	۱۷۵		۱۹۸

Marfat.com

مضامین	صفحات
حضرت عثمان وحضرت سعد وحضرت سہیل	۱۹۹
حضرت شفاء وحضرت عمرو بن حزم وحضرت ابوشاہ	۲۰۰
وحضرت سعد بن عبادہ	۲۰۰
محدثین ومصنفین قرن اول	۲۰۴
ابومسلم وعلقمہ وابوبردہ وسلیمان وقبیصہ	۲۰۴
امام زین العابدین وعروہ وسعید وابراہیم نخعی	۲۰۴
امام حسن مثنیٰ وخلیفہ عمر بن عبدالعزیز وعکرمہ	۲۰۴
مجاہد۔ امام شعبی وقاسم وحسن بصری وبشیر	۲۰۴
ابن سیرین ووہب وامام باقر وامام زہری و	۲۰۵
ابان ونافع وابوبکر بن حزم	۲۰۶
حماد وعبدالرحمان وسعد وہمام وامام جعفر وموسیٰ	۲۰۷
یحییٰ وعلی وہشام وابن جریج	۲۰۷
امام ابوحنیفہ	۲۰۷
محمد وسعد وامام اوزاعی	۲۱۱
زفر وابن ابی ذئب وشعبہ وسفیان ثوری	۲۱۲
ابوزرعہ وحماد وابومعشر	۲۱۳
محدثین ومصنفین قرن ثانی	۲۱۳
امام لیث	۲۱۳
امام مالک رح	۲۱۴
ابن ابی الدنیا وعبداللہ	۲۱۴
امام ابویوسف	۲۱۵
امام موسیٰ وابواسحٰق وجریر وامام محمد	۲۱۶
والبو عبداللہ ووکیع ویحییٰ وسفیان وہشیم ویونس	۲۱۷
امام شافعی رح	۲۱۷

مضامین	صفحات
ابوداؤد وروح	۲۱۹
عبدالرزاق واسد واسمٰعیل ومکی ومہدی	۲۲۰
محدثین ومصنفین قرن ثالث	۲۲۰
المتقن وامام ابوالولید ونعیم	۲۲۰
مسدد وابن سعد ویحییٰ وعلی وابن ابی شیبہ	۲۲۰
وسعید وابن راہویہ	۲۲۱
امام احمد بن حنبل	۲۲۱
عبد وعبداللہ	۲۲۲
امام بخاری	۲۲۳
لیزیع	۲۲۴
محدثین ومصنفین عہد اختلافی	۲۲۵
امام مسلم	[illegible]
خصاف وعمر وابی مسلم ویعقوب وابن ماجہ	[illegible]
والمزنی وابوداؤد وابوحاتم وامام ترمذی	[illegible]
دارمی ومقری وحارث وابن سندی	[illegible]
ابن ابی عاصم وعبدالرحمٰن وبزار	[illegible]
عبدان وابواسحٰق ونسائی وابویعلیٰ وابن جریر	[illegible]
محدثین ومصنفین قرون ثلاثہ کے بعد	[illegible]
ابوجعفر وابن خزیمہ وابوعوانہ وطحاوی وابو	[illegible]
جعفر وابن سکن وابن حبان	[illegible]
طبرانی وابن مندہ وحاکم وہروی وابونعیم وخلیلی وبیہقی	[illegible]
دارقطنی وخطیب وزنجانی وعبدالغنی وحلیم ترمذی	[illegible]
رزین وفردوس وابن عساکر وابن جوزی	[illegible]
ودمیاطی وذہبی	[illegible]
ابن حجر عسقلانی وامام سیوطی وابن حجر مکی	[illegible]
وعلی متقی وعلی قاری	[illegible]

Marfat.com

فہرست مضامین تاریخ الحدیث

مضامین	صفحات	مضامین	صفحات
ازعلامہ عمادی	۹	قبول حدیث میں صحابہ کی احتیاط	۴۱
ت	۱۲	بیان حدیث میں صحابہ کی احتیاط	۴۲
حدیث	۱۴	روایت حدیث سے صحابہ کی غرض	۴۳
حدیث	۱۹	روایت اصحاب	۴۴
الاول فی التاریخ	۲۳	صحابہ کا عمل حدیث پر	״
کی ابتدا	۲۴	حدیث سننے والے اور بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد	۴۵
بھی حکم خدا ہے	۲۵	صحابہ کے دو گروہ	״
کلام رسول ہے	۲۶	مدارس حدیث عہد صحابہ میں	۴۹
قرآن سے ماخوذ ہے	۲۷	حدیث کا تحریری ذخیرہ عہد خلافت راشدہ میں	۵۰
حدیث	۲۸	تحریر و تدوین حدیث خلافت راشدہ کے بعد	۵۱
پہ عمل کرنے کا حکم	۳۰	رجال قرن اول کے ختم یعنی سنہ ۱۱۰ھ تک	
یث پر عتاب الٰہی	۳۱	تابعین کا شوق حدیث	۵۴
اظت حدیث	۳۲	تابعین کی احتیاط قبول حدیث میں	۵۵
روایت حدیث	۳۳	تابعین کی احتیاط بیان حدیث میں	۵۶
حدیث	۳۳	حدیث و مسائل میں اختلاف صحابہ اور	۵۷
حدیث	۳۴	اختلاف تابعین کے وجوہ	
سالت میں حدیث کے کم لکھنے	۳۵	وضع و تدلیس حدیث اور اس کے موجد	۵۸
کے وجوہ		وضع و تدلیس حدیث اور اس کی غرض	۵۹
کا تحریری ذخیرہ عہد رسالت میں	۳۶	وضع و تدلیس کا طریقہ	۶۰
ن ثلاثہ	۳۸	قرن اول میں علم حدیث کی کیفیت	۶۰
شوق حدیث	۳۹	حدیث قرن ثانی میں	۶۳
حفاظت حدیث	۴۰	حدیث قرن ثالث میں	

Marfat.com

مضامین	صفحات
حدیث عہد اختلافی میں	۶۴
قرون ثلاثہ کے بعد	۶۶
آئمہ کا شوق حدیث	۶۹
آئمہ کی احتیاط قبولِ حدیث میں	؍؍
حدیث اور ہندوستان	؍؍
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خاندان	۷۴
مجدد صاحب کا خاندان	۷۴
شاہ ولی اللہ کا خاندان	۷۵
بزرگان و شاہان ہند و دیگر علماء	۷۶
حدیث اور ملک دکن	۷۸
الباب الثانی فی الکتب	۸۱
کتب قرن اول	۸۱
موطا امام مالک رح	۸۱
کتب قرن ثانی	۸۲
کتب قرن ثالث	۸۲
امام حنبل	؍؍
صحیح بخاری	۸۴
صحیح مسلم	۸۶
کتب عہد اختلافی	۸۶
ابن ماجہ	۸۶
ابوداؤد	۸۷
ترمذی	۸۷
نسائی	۸۸
کتب قرون ثلاثہ کے بعد	۸۸
الباب الثالث فی الشذرات	۹۲
ارکان حدیث	۹۲
[illegible]	۹۳

مضامین	صفحات
اختلاف الفاظ	۳
اختلاف مطلب	۳
تصحیح حدیث میں اختلاف محد[ثین]	۴
تین قسم کے راوی اور روایتیں	۵
محدثین کی سعی کا نتیجہ	۵
اقسام حدیث	۶
بعض اصطلاحات	۷
فوائد	۸
رموز	۱۱
طرز تعلیم حدیث	۱۲
شرائط بیان حدیث	۱۳
الفاظ ادائے حدیث	۱۳
شرائط شیخین رح	۱۱۳
ضابطہ قبول حدیث	۱۱۴
وجوہ ترجیح حدیث	۱۱۴
ہدایات	۱۱۵
اقسام تصانیف اور ان کی ایجاد	
حدیث کا طرز تصنیف	
دستور تصنیف حدیث	۱۱۷
طبقات کتب حدیث	۱۱۸
اصح الکتب	۱۲۱
صحاح ستۃ	۱۲۲
تدوین علم حدیث کیلئے جو علوم ایجاد ہوئے	۱۲۳
علم اصول حدیث	۱۲۵
اصول درایت	؍؍
اسماء الرجال	۱۲۶

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

از جناب مولانا عبداللہ العمادی ناظر دینیات و رکن دارالترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

تا حدیث از لب آں ماہ لقائی گوییم
سخن از سلسلۂ حمد و ثنائی گوییم!

خیر الکلام کلام اللہ ۔ بہترین کلام اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے۔

وخیر الہدی ہدی رسول اللہ ۔ اور بہترین ہدایت وہ ہے جو رسول اللہ نے فرمائی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ کا کلام یہ ہے مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ تمہیں دیا ہو اس کو لے لو اور جس چیز سے روکا ہو اس سے رک جاؤ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ ہے۔

علیکم بسنتی ۔ تم سب پر لازم ہے کہ میری سنت پر چلو۔

سنت کیا ہے؟ اس کی تحقیق بھی اللہ ہی کے کلام سے ہو سکتی ہے۔

اللہ نے ایک سنت اولین کا تذکرہ فرمایا ہے ۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰى وَيَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۔ جب ہدایت آچکی تھی تو یہ صرف سنت اولین ہی تھی جس سے لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے اور اپنے پروردگار کی جناب میں استغفار کرنے سے روک دیا ۔ وسنۃ الاولین انہم عاینوا العذاب فطلب المشرکون ان قالوا اللہم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء ۔ سنت الاولین کے یہ معنی ہیں کہ معاینہ عذاب کے بعد مشرکین نے درخواست کی کہ یا اللہ اگر یہی حق ہے اگر یہ تیری ہی طرف سے ہے تو ہم سب پر آسمان سے پتھر برسا۔

یہ تو اولین کی سنت تھی لیکن سید الاولین والآخرین رسول رب العالمین صلوات اللہ

Marfat.com

علیہ الی یوم الدین کی سنت طاہرہ بالکل ہی مختلف شی ہے ۔ (اگرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر)

والسنة اذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بها ما امر به النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نهی عنه وندب الیه قولاً و فعلاً مما لم ینطق به الکتاب العزیز

شریعت میں جہاں کہیں سنت کا اطلاق ہو وہاں اس سے مراد لیتے ہیں ۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کا حکم دیا ہے ۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل سے روکا ہے ۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو مندوب و مستحسن سمجھکر اس کی جانب توجہ دلائی ہو خواہ زبان مبارک سے فرمایا ہو یا خود کرکے دکھایا ہو ۔

(۴) اور یہ سب کچھ اس حالت میں کہ کلام اللہ اس باب میں خاموش ہو ۔

وقد یفعل الشیء لسبب خاص فلا یعم غیرہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی خاص سبب سے کوئی کام کیا ہے ۔ یہ حکم عام نہ ہوگا ۔

وقد یفعل لمعنی فیزول ذلک المعنی ویبقی الفعل علی حاله متبعاً کقصر الصلوٰۃ فی السفر للخوف ثم استمر القصر مع عدم الخوف ۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی مخصوص مطلب کے لئے آپ نے کوئی کام کیا ہے لیکن اس کے زوال پر بھی وہ فعل بحال رہا اور اس کا اتباع ہوتا رہا مثلاً حالت سفر میں دشمنان خدا کے خوف سے نماز میں قصر کرنا جب یہ خوف نہ رہا تب بھی حکم قصر باقی رہا ۔

ومنه حدیث عبد اللہ بن العباس رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بسنة ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل فرمایا مگر یہ سنت نہیں ہے ۔

ومن قبله ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعله لکافة الامة ولکن لسبب خاص، وهو ان یری المشرکین قوة اصحابه ۔ اس باب میں ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل کو تمام امت کے لئے سنت نہیں قرار دیا بلکہ اس کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے صحابہ کی قوت دکھائیں ۔

یہ اور ایسے ہی کتنے ہی بلیغات طیبات ہیں جن کے مجموعہ کو علم حدیث کہتے ہیں اور جس پر مسئلہ سنت طاہرہ کا مدار ہے ۔

فاکرم به من علم موضوعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے علم کی بزرگی اور کرامت

Marfat.com

کا کیا پوچھنا جس کا موضوع خود رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات مستجمع الصفات ہو۔
سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم۔

واکرم بکتاب ینبئ عن ذلک العلم ویحدث عن قدیمہ وحدیثہ ویکشف عن سمینہ وغثیثہ۔ اور ایسی کتاب کے فضل و شرف کا کیا کہنا جو ایسے علم شریف کی کتاب ہو کہ عہد قدیم سے لے کر عصر جدید تک کی تاریخ حدیث پر حاوی اور اس کے منازل قوت و ضعف کی راہ نما ہو۔

فاللہ یجازی صاحبہ خیراً فانہ ہو الصمد وقد صمد الیہ عبدہ الذی ہو عبد الصمد فاصمدت الیہ امورہ حتی تجلی لہ نورہ۔ صاحب کتاب کو اللہ جزائے خیر دے اللہ الصمد کی جناب میں اس کا بندہ عبد الصمد رجوع ہوا ہے نتیجہ یہ ہے کہ امور حدیث اس کے لئے مستقیم کتاب ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا اس پر ظہور ہوا۔

فلیستقم علی ذلک مصمداً حتی یلاقی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقیر دست بدعا ہے کہ صاحب کتاب اس طریق پر راسخ و ثابت رہے حتی کہ جناب رسالتماب میں باریاب ہو جائے۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

عبد اللہ الغازی دفع اللہ عنہ معرۃ العوادی بکرمہ الہمادی۔ لثنتی لیال بقین من رجب المرجب ۱۳۵۴ للہجرۃ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے میرے بیچوں و بیچگوں خدا، لاریب تو وحدہ لاشریک ہے، کوئی تیرا سہیم و ساجھی نہیں نہ کوئی تجھ سے بڑھ کر، نہ کوئی تیری برابر، بیشک احد و صمد تیرا ہی عنوان ہے، لم یلد، ولم یولد تیری ہی شان ہے۔ تجھ کو کسی کا باپ یا بیٹا کہنا بھاری بہتان ہے۔ بے شبہ تو قادر مطلق ہے تیری بے انتہا قدرتوں کو عقول بشری احاطہ نہیں کر سکتیں، تیرے زبردست ید قدرت کے مقابلہ میں کوئی چیز اگرچہ کسی مرتبہ کی متعسر الوجود ہو نا ممکن نہیں۔

الحق تو معبود برحق ہے۔ سوائے تیری ذات مجمع صفات کے نہ کوئی لائق عبادت نہ مستحق سجود تیرا علم تمام ماضی وحال واستقبال کو محیط ہے، تو ہی اس لاتعداد ولاتحصیٰ مخلوق کا خالق ہے، تو ہی وہ رحیم وکریم ہے کہ بے منت واستحقاق ہر نیک وبد، اچھے برے، مطیع ونافرمان کو درخواہ خواہش رزق دیتا ہے۔ تو سب سے بے نیاز ہے، کسی کے خیر وشر، نیستی وہستی کی کچھ کو ضرورت نہیں، تو نے اپنے کمال فضل وکرم سے بنی نوع انسان کو عقل کا جوہر بخشا اور اشرف المخلوقات کا خلعت پہنایا پھر اس کی ہدایت بمقتضائے مصلحت کاملہ منزہ من الخطا انبیا ورسل بھیجے جنہوں نے نہایت صدق واستقلال سے تیرے احکام کو پہونچایا۔

آخر میں حضور سرور عالم فخر بنی آدم رحمۃ للعالمین خاتم النبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانات قاہرہ وآیات باہرہ عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔ اور اپنے اس کلام پاک کو جس کی نسبت کسی دلیل عقلی ونقلی سے کسی مخلوق کی طرف نہیں ہو سکتی حضرت ختمی مرتبت پر نازل فرمایا جس کی برکت سے مخلوق کثیر نعمت عرفان سے نہال اور دولت ایمان سے مالا مال ہوئی۔

حضور ختم المرسلین کے بعد اصلاح امت ونصرت دین کے لئے ایسے ایسے مقدس بزرگوں کو مامور فرمایا کہ جنہوں نے دین کی خدمت گزاری اور بنی نوع کی ہمدردی میں اپنی جان تک کو کھپا دیا۔ ان کا نام ہی لینا انبساط روح وانشراح قلب کے لئے کافی ہو جاتا ہے وہ کون

Marfat.com

حضرات خلفائے اربعہ و ازواج مطہرات و اصحاب رسول و آل پاک حضرت بتول، ائمہ مجتہدین فقہا، و محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اے میرے پیارے قیوم و حکیم خدا اگر ہم تیری نعمتوں کا شمار یا شکر کرنا چاہیں اور ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہ ہوں اور ہمارا ہر موئے تن بجائے خود زبان بنجائے اور ہم رہتی دنیا تک رہیں تو بھی اس کے ادنی لپوزدے سبکدوش نہ ہوسکیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

Marfat.com

مقام حدیث

حدیث : اس مقدس ہستی کی پاکیزہ تعلیم ہے جسے بارگاہ ایزدی سے رحمۃ للعالمین کا لقب عطا ہوا۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین، اور اس پاک ذات کے اقوال و افعال ہیں جس پر قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ اور اسی پاک زبان کے مقدس ارشادات ہیں جس نے قرآن حکیم کو سنایا، پڑھایا فانما یسرناہ بلسانک یعنی اے محمد ہم نے قرآن حکیم کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا۔ تاکہ آپ لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈرائیں اور مومنین کو خلد بریں کی بشارت دیں۔

حدیث پاک قرآن حکیم کی تفسیر ہے جس کے بغیر قرآن کی تفہیم ناممکن ہے یہ قرآن کی وہ تفسیر ہے جس کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود خداوند قدوس نے دی سکھائی اور بہت تفصیل سے ذہن نشین کرائی ہے ارشاد باری ہوتا ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن حکیم اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے مابین ہماری مشیت کے مطابق حکم صادر فرمائیں انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ

حدیث : اللہ تعالیٰ کے احکامات و ارشادات کا مجموعہ ہے جسے حضور پاک کی زبانی بیان فرمایا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ ان کے ارشادات وحی ربانی ہوتے ہیں، وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔

حدیث : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے کا نام ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں بہترین رہنما ہے، حضور کی تمام زندگی کے اعمال، افعال، اقوال، اخلاق، عادات اور احکامات کا وہ مجموعہ ہے جس پر عمل پیرا ہونا باعث سعادت بلکہ عین عبادت الٰہی اور اطاعت خداوندی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حدیث : رسول پاک کے ان مقدس فیصلوں کا نام ہے جن پر عمل کئے بغیر آدمی مومن نہیں ہو سکتا اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ جب تک وہ آپ کے فیصلوں پر عمل نہ کریں مومن نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

"فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم"

حدیث: حضور اکرم نور مجسم کی با برکت تعلیم اور دستور العمل ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے خداوند قدوس کی خوشنودی، رضا اور قرب حاصل ہوتا ہے جس کے ماننے اور جس کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر جنت عطا فرماتا ہے اور اپنی رضا کا واضح الفاظ میں اعلان فرماتا ہے سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونیوالے مہاجر و انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے خوش ہو گئے ان کے لئے جنتیں ہیں جن میں نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے" والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم الخ۔

بلکہ حدیث پاک دین اور ایمان کی جڑ اور بنیاد ہے جسے ذات احد نے اپنی محبت کی علامت گردانا ہے اے محمد کہہ دیجئے کہ تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی"

حدیث: پاک اسلام کی بنیادی تعلیم ہے جو عہد رسالت سے معمول بہ ہے جس پر اہل سنت، صحابہ اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین عمل کرتے چلے آئے ہیں اور اسے باعث نجات اور تقرب الی اللہ کا بہترین وسیلہ سمجھتے رہے ہیں ارشاد باری ہوتا ہے کہ مومن مرد اور عورت کے لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حکموں پر بے چون و چرا عمل کریں۔ ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ"۔

حدیث پاک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ منزل کلام ہے جس نے ہمیں خداوند قدوس کی پہچان اور قرآن حکیم اور اس کے اصل معنی بتائے حدیث کے بغیر ہم قرآن حکیم کو نہیں سمجھ سکتے قرآن حکیم ہماری ناقص فہم و ادراک سے بالاتر ہے وہ حدیث پاک ہی ہے جس نے ہمیں قرآن سے روشناس کرایا اور اس پر عمل کرنے کے طریقے بتائے حدیث کا انکار کلام اللہ کا صریح انکار ہے۔ ارشاد ہے" جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی کی وہ بڑا ہی گمراہ ہے" ایسا گمراہ جس کی گمراہی میں شک کی گنجائش بھی نہیں" ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا" جو لوگ حدیث کی صحت کے بارے میں شک کرتے ہیں یا حدیث کو قابل عمل نہیں سمجھتے انہیں ان آیات قرآن پر غور کرنا چاہیئے۔

حدیث پاک ہی تمام دینی احکام کا مرجع ہے جس کے عامل کامل ترین انسان اور کامل الایمان والا بلکہ مطاع اور واجب الاطاعت بن جاتے ہیں کہ ان کی نافرمانی بھی گمراہی اور جہنم کا سبب بن جاتی ہے" جو مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے وہ جہنمی ہے" ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم"

Marfat.com

حدیثِ پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زرین اقوال اور جواہر پارے ہیں جن پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل کر کے دنیا پر حکومتیں کیں مشرق سے لیکر مغرب تک اور جنوب سے لیکر شمال تک اسلام پھیلایا یہ احادیث کے علمبرداروں کے کارنامے ہیں جنہوں نے عراق، شام، فلسطین، ہندوستان وغیرہ ممالک کو طاغوتی طاقتوں سے آزاد کر کے اسلام کا جھنڈا لہرایا حدیث پاک وہ لائحہ عمل ہے، جس پر عبادات، معاملات، حلال، حرام احکام وغیرہ موقوف ہیں آپ نے تمام معاملاتِ زندگی کے نمونے پیش فرما دیئے صحابہ کرام نے اللہ کے ارشاد کے مطابق ان پر عمل کیا، جن چیزوں پر فوری عمل ضروری نہ تھا یا جو چیزیں فوری عمل میں لائی جانی والی نہ تھیں۔ انہیں رسول پاک نے خود لکھوا کر رکھا اور جو لوگ دور دراز سے بغرضِ تعلیم درِ اقدس پر حاضر ہوئے تھے وہ لکھا کر اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اسی طرح حضور اکرم کے اعمال، اقوال متواتر تجربات اور متواتر عمل کے ذریعے سے محفوظ رہے۔ انہیں پہلی صدی ہجری کے قریب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے مدینۃ الرسول میں کتاب موطا کی شکل میں مدون کر دیا تھا۔ ان کے بعد والوں نے دوسرے ممالک کے سفر کئے اور جن ثقاہت علمائے حدیث کے پاس حدیث پائیں انہیں جمع کر دیا پھر وہ عرب جو سینکڑوں پشتوں کے نسب نامے حتیٰ کہ گھوڑوں اور اونٹوں کی نسلوں کے مختلف سلاسل یاد رکھتے تھے۔ وہ احادیث خیر الانام کو کیونکر فراموش کر سکتے تھے جن پر اسلام اور ایمان کی بنیاد ہے اور جنہیں دنیا تک پہنچانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں اسے لے لو یاد کر لو) اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ۔ وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔

یہ امر مخفی نہیں کہ مدینہ منورہ عہدِ رسالت اور خلافتِ راشدہ کے عہد میں اسلام کا مرکز رہا ہے اور مورخین کے نزدیک قریباً بارہ ہزار صحابہ تھے جن میں دس ہزار کے قریب وہیں رہے اور فوت ہوئے اور باقی دو ہزار مصر، شام، عراق وغیرہ ممالک میں پھیلے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شریعت کا صحیح اور گراں بہا ذخیرہ مدینہ ہی میں ہو سکتا ہے، یہ ہماری خوش قسمتی سمجھئے کہ آج ہمارے سامنے جس قدر دینی کتب کا ذخیرہ ہے ان میں سب سے پہلی کتاب جو تالیف ہوئی وہ مدینہ شریف میں ہوئی یعنی مؤطائے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ کے پاس احمد رسول اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو کچھ سرمایہ اور جس قدر مسائل اور فتاوے ان کے معمول بہ تھے وہ تمام اس میں جمع کر دیئے گئے یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین و مفسرین نے بعد از کتاب اللہ مؤطائے امام مالک کا مقام مانا ہے۔

اور چودہ سو برس سے تمام دنیا کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ حدیثوں کو دین مانتے چلے آئے ہیں اختلاف

سے کہنا پڑتا ہے کہ آج بعض لوگ مسلمانانِ عالم کے مسلمہ دین یعنی حدیثوں سے انکار کرتے ہیں۔

آج جو لوگ نفسِ حدیث کو حدیث ہونے کی حیثیت سے قابلِ اعتماد اور قابلِ عمل نہیں سمجھتے۔ کیا میں ان حضرات سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم تاریخ کے ذخائر اور تمام فنون سے متعلقہ تجربات جو متقدمین چھوڑ گئے ہیں کس لحاظ سے ان پر ایمان رکھتے ہو! تمہارے لئے فنی تحقیقات جو ناقص سے ناقص اور کمزور سے کمزور وسائل کے ذریعہ پہنچتی ہے وہ تو قابلِ اعتماد ہے لیکن فخرِ دوجہان سرورِ کون و مکان کے وہ بلند پایہ کلمات قابلِ تقلید اعمال و افعال جنہیں قرآن اپنی زبان میں اسوۂ حسنہ کے الفاظ سے تعبیر کرے جن پر اصحابِ رسول کا قولی و فعلی عمل اور جو چودہ سو سال سے ہے کہ آج تک تمام دنیا کے مسلمانوں کا عمل ہو جن پر بڑے بڑے اولیائے امت محدثین، مفسرین، بزرگانِ دین بھی عمل کرتے چلے آتے تھے یقیناً جو اس ناقص رائے کا مالک ہے یا اس نظریے کو صحیح سمجھتا ہے وہ خود گمراہ ہے جو حدیث پاک ہم تک پہنچی ہے اسے ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت روایت کرتی چلی آتی ہے، جن کا عقلاً بھی مجتمع بر کذب ہونا محال ہے پھر وہ ایسے ثقہ اور صادق القول ہیں کہ اگر کسی کے متعلق کچھ بھی بطورِ ابہام معلوم ہو جائے کہ اس نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت کو بھی قابلِ قبول نہیں سمجھتے، صحابہ کرام اور خلفائے راشدین احادیث کے بارے میں بڑی احتیاط فرماتے ہیں عہدِ فاروقی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری فاروقِ اعظم کے دروازے پر آئے اور تین مرتبہ دروازے کے پیچھے سے سلام کیا جب کوئی جواب نہ ملا تو واپس چلے گئے فاروقِ اعظم کو جب علم ہوا تو آپ نے فوراً قاصد بھیج کر بلایا۔ ابو موسیٰ اشعری واپس آئے تو جناب فاروقِ اعظم نے دریافت فرمایا "لِمَ رَجَعتَ" آپ کیوں واپس چلے گئے تو ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تین بار سلام کرے اور اسے کوئی جواب نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس پر گواہ لاؤ ورنہ میں تمہارے ساتھ سخت معاملہ کروں گا، صحابہ فرماتے ہیں کہ ابو موسیٰ واپس آئے ان کے چہرے کا رنگ فق تھا چہرے سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں، ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ تو آپ نے سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ میرے سوا کسی اور آدمی نے بھی اس حدیث کو سنا ہے! ہم نے کہا کہ ہم میں سے ہر شخص نے اس حدیث کو سنا ہے، چنانچہ ہم نے ایک آدمی ابو موسیٰ کے ساتھ روانہ کر دیا جس نے جا کر حضرت عمر کو اس کی خبر دی۔

غور فرمائیے صحابہ کرام احادیث کے بارے میں کس قدر محتاط تھے۔ یہ تو میں نے صرف ایک واقعہ بطورِ تمثیل کے آپ کے سامنے پیش کیا ہے ورنہ تاریخ کی ورق گردانی سے سینکڑوں ایسے واقعات ملتے ہیں جنہیں دنیا تسلیم کرتی ہے، بلکہ غیر مسلم تک بھی تسلیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث کے حالات لکھے ہیں اور عجالہ نافعہ میں اصول حدیث کو بیان کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے اتحاف النبلاء میں کتب حدیث اور محدثین کا تذکرہ کیا ہے، ہندوستان میں فارسی میں۔ تاریخ حدیث کے متعلق اسی قدر اور اسی قسم کا ذخیرہ ہے سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد اردو کا زوال ہوا علما نے بھی اس طرف توجہ کی لیکن تاریخ حدیث کے متعلق کسی نے کچھ نہیں لکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض عوام کے علاوہ بڑے بڑے مصنف اور دلیفار مراس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر منکر حدیث ہو گئے کہ حدیث کی تحریر و تدوین دو صدی بعد عمل میں آئی۔

تاریخ حدیث کے متعلق تحریر حدیث کے عنوان سے والد ماجد نے ۱۹۰۱ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں رسول کریم کے عہد کی بعض تحریرات اور کتاب صادقہ کا تذکرہ اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے مساعی اور امام زہری وغیرہ کی تصانیف کا بیان تھا۔ مگر یہ نہائت ہی مختصر مضمون تھا ہاں اردو میں اس موضوع پر سب سے پہلا مضمون تھا۔

۱۹۱۳ء میں مولانا عبد اللہ العمادی نے رسالہ علم الحدیث لکھا یہ (۵۶) صفحات کا رسالہ ہے اس پر حصہ اول لکھا ہے۔ اس میں ضرورت حدیث، فوائد حدیث، اقسام حدیث، علوم حدیث کا بیان ہے۔ ایسی مفید تصنیف اردو میں اب تک نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کے پانچ حصے ہیں مگر ایک ہی حصہ شائع ہوا ہے۔

مولانا مفتی عبداللطیف صاحب۔ پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے تاریخ القرآن میں رسول کریم کے عہد میں تحریر و کتابت کے متعلق مفصل و مدلل بحث کی ہے اور رسول کریم کے حضرت علی کو احکام صدقہ لکھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب غالباً ۱۹۱۹ء کی مطبوعہ ہے۔

مولوی شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد اول میں عہد نبوی کی چار پانچ تحریرات اور عہد تابعین کی چند تحریرات کا ذکر کیا ہے یہ بیان بقدر ایک صفحہ کے ہوگا۔

۱۹۲۵ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس میں تقریباً دو صفحوں پر حضور علیہ السلام کے عہد کی سولہ تحریرات اور عہد تابعین کی بعض تحریرات کا ذکر کیا ہے۔

۱۹۲۸ء میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے تدوین حدیث پر ایک مضمون مسلم اکاڈمی میں پڑھا یہ مضمون (۲۰) صفحات پر شائع ہوا ہے اس مضمون میں کتاب الصدقہ، خطبہ الوشاہ اور فرائض رسول کریم، اور صحیفہ ہمام بن منبہ تابعی کا ذکر ہے، پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور امام زہری

Marfat.com

اور ان کے بعد محدثین اور کتب حدیث کا بیان ہے۔ خلفا کے اثر سے حدیثیں وضع نہیں کی گئیں اور اس کا بھی مختصراً ذکر ہے۔

مسٹر محمد علی مترجم قرآن مرید مرزا قادیانی نے سو صفحات کا ایک رسالہ اس نام مقام حدیث شایع کرایا ہے اس میں اُن کا روئے سخن اہل القرآن کی طرف ہے اسی سلسلہ میں حدیث کی تاریخ بیان کی ہے اور عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ حدیثیں سلاطین کے اثر سے بنائی گئیں ہیں۔ یہ رسالہ دوبارہ ۱۹۳۲ء میں شایع ہوا۔ اشاعت اول کا حال معلوم نہیں۔

محدثین پر سلاطین کا اثر تھا یا نہیں اس قسم کا ایک طویل مضمون (کیا علم حدیث پر سلطنت کا اثر پڑا) کے عنوان سے رسالہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۳۵ء میں شایع ہوا۔

رسالہ ترجمان القرآن حیدرآباد ۱۹۳۵ء میں بھی ایک مفید مضمون منکرین حدیث کے مقابلہ میں شائع ہوا ہے۔

والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں اور اکثر مصنفین نے کتب مناظرہ و سیر میں حدیث کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا ہے۔

غرض اب تک جو کچھ کام اس سلسلہ میں ہوا ہے نہایت ہی برمحل اور مفید ہے لیکن اس سے وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی جو تاریخ سے وابستہ ہے۔

حدیث کی تاریخ اگر کما حقہ لکھی جائے تو دس بارہ مجلد اب بھی مشکل سے کفایت کریں اور ایسی ہی تاریخ کی ضرورت ہے، علم حدیث کی تاریخ میں اس مختصر کی کیا ہستی ہے، مگر نہ ہونے سے ایک چیز ہوگئی۔ میں نے داغ بیل ڈال دی ہے اب دوسرے دعوے داروں کو موقع ہے کہ ہوسکے تو اس پر زیادت کریں سے صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔

صاحبان علم وارباب ہمم سے اُمید ہے کہ اس حقیر سراپا تقصیر کے اغلاط کی پردہ پوشی فرمائیں گے جو غلطی یا نقص معلوم ہو اس سے مطلع فرمائیں گے تاکہ دوسری اشاعت میں اصلاح کی جا سکے ۔

الا اے خردمند فرخندہ خو — ہنرمند نشنیدہ ام عیب جو
شنیدم کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
تو نیز ار بدی بینی اندر سخن — بخلق جہاں آفریں کار کن

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے چوں کہ اپنے ایک عمل کے جواز میں مذکورہ بالا حدیث پیش کی تھی تو فاروق اعظم نے اس کے قبول کرنے میں احتیاط فرمائی تھی ورنہ انہیں ابوموسیٰ کی صداقت و ثقاہت میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا بلکہ آپ نے اس لئے احتیاط فرمائی تاکہ آئندہ کوئی اس کی نقل نہ اتار سکے۔

بعض گمراہوں نے حدیث کے معاملے میں عجیب عجیب موشگافیاں کی ہیں مثلاً ایک نئی بات یہ پیدا کی ہے کہ رسول اللہ کا ایک حکم بحیثیت نبی کے ہے اور ایک بحیثیت حاکم و آمر کے اور مؤخر الذکر بات کا ماننا ہمارے لئے ضروری نہیں اس قسم کی باتیں بے سند ہیں نہ قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے نہ حدیث سے نہ بزرگوں کے اقوال سے آپ بلاشبہ نبی تھے اور یہی حیثیت آپ کے سب احکامات کی تھی کہ وہ قول نبی ہیں اور ان کے ہر حکم کو ماننا ضروری ہے۔

خدا ہمیں سب کو احادیث کے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق فرمائے۔

Marfat.com

تاریخ حدیث

مدت دراز سے علمائے اسلام کی ہمتیں اُردو میں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف کار ہیں۔ یعنی قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ کی کتابوں اور ان کے مطالب کو اردو کے پیرایہ سے آراستہ کر رہے ہیں۔ اُردو زبان اور مسلمانان ہند کو اس کی شدید ضرورت بھی ہے کیونکہ اسرار التنزیل اور حدیث وفقہ کی معلومات کے لئے اول علوم عربیہ میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔

ہندوستان میں ایسے مسلمان کم ہیں جو عربی سے ایسی واقفیت رکھتے ہوں کہ کسی کتاب سے کماحقہ استفادہ کرسکیں۔ اس لئے بغیر اس کے چارہ نہیں کہ کتاب وسنت کے فوائد کو اردو میں لکھا جائے تاکہ عام مسلمان اس سے مستفید ہوسکیں جو علوم اساس دین ہیں اُن کا اردو میں ترجمہ ہونا مسلمانوں کی ترقی کا باعث ہوگا اور بہت جلد اُن میں قدیم اسلامی اخلاق وشائستگی کے آثار پیدا ہوجائیں گے۔

اُردو زبان ہندوستان میں اقبال اسلام کی یادگار ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُردو کے خزانے کو ہر قسم کے جواہرات سے مالا مال کرنے کی کوشش کرے۔

کسی شئے کی تاریخ نامعلوم ہونا لوگوں کو اس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے اسی لئے ہمارے بزرگ اسلاف کا یہ عمل تھا کہ وہ اپنے ہر علم ہر ایجاد ہر فن کی تاریخ لکھتے ہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں عربی سے زیادہ ہمیشہ سے فارسی کا رواج رہا ہے اسی لئے علمائے کرام نے کتب حدیث وتفسیر وفقہ وتاریخ فارسی میں تالیف کیں، لیکن جہاں تک ہم نے تلاش کیا مجھ کو فارسی میں علوم اسلامیہ کے متعلق تقریباً ہر قسم کی کتابیں ملیں۔ لیکن حدیث کی تاریخ سے متعلق کوئی کتاب نہیں ملی البتہ تھوڑا تھوڑا ذکر کہیں آیا ہے۔ بعض رسالے بعض محدثین اور ان کی تصانیف کے حالات میں ملے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات کے شروع میں حدیثوں کے اقسام کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسائل خمسہ میں اصول حدیث کے متعلق اور حجۃ اللہ البالغہ میں علم حدیث کے متعلق کچھ مختصر مختصر لکھا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں کچھ محدثین وکتب

Marfat.com

چو حرفے پسند آیدت از ہزار بمردی کہ دست از تعنت بدار

خداوند ذو الجلال اپنے حبیب پاک کے طفیل سے میری اس تالیف کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔

احقر

قاضی عبد الصمد صارم سیوہاروی

10931

الباب الاوّل!

فی تاریخ الحدیث

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری
خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

فن روایت وہ فن ہے جس کے مطالعے پر اقوام عالم کی ترقی و تنزل کا بہت کچھ دارومدار ہے یہ فن ایسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو فطرت انسانی کا لازم قرار دیا جائے تو بیجا نہیں ہر زمانے، ہر ملک، ہر قوم میں یہ کم و بیش جاری رہا ہے۔ اس زمانے میں جس وقعت کی نگاہ سے یہ فن دیکھا جاتا ہے محتاج بیان نہیں، اہل عرب کو اس فن کا چسکا ابتدا ہی سے لگا ہوا تھا، اور ان کی اعجاز نما قوت حافظہ اس کی محافظ تھی، تاریخی واقعات، انسانی انساب تو بڑی چیز ہیں، ایک معمولی شخص اپنے اونٹ کا سلسلہ سو سو نسلوں تک گنا جاتا تھا، ابو تمام اور متنبّی کو جاہلیت اور اسلام کے شعرا کے ایک لاکھ سے زائد اشعار یاد تھے۔ اصمعی نے تین دن میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت حافظہ پر سر ولیم میور نے بھی شہادت دی ہے کہ انکی قوت حافظہ انتہائی درجہ پر تھی اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے، ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیم اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے۔[1]

(یہی فن روایت علم تاریخ کا سنگ بنیاد ہے اور فن حدیث فن روایت و فن تاریخ کا ایک فرد ہے اسلام نے اس فن کے ساتھ ایسے ایسے احسانات کئے ہیں جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم و ملک میں نہیں۔ قواعد روایت، ضوابط درایت قوانین استنباط قائم کئے۔

یہ قواعد ترقی کرتے کرتے فن کی صورت میں مدون ہو کر فن اصول حدیث کے نام سے مشہور ہوئے اور تقریباً سو فنون میں مکمل ہوئے۔

(جو اہتمامات فن حدیث اور فن روایت کی یادداشت کے لئے زمانہ رسالت سے آج تک کئے گو

---

[1] لائف آف محمدؐ

ہیں وہ معجزے سے کم نہیں۔ کہ دنیا کا بڑے سے بڑا پیغمبر یا پیشوا اچھے سے اچھا فلاسفر یا حکیم عمدہ سے عمدہ مصلح یا مقنن، مشہور سے مشہور لیڈر یا اسپیکر یہ آواز دنیا کے کسی گوشہ سے بلند کر سکتا ہے کہ میں ہوں وہ پیشرو کہ میرے بعد میرے اخلاف نے میرے اقوال میرے احکام میرے جزئی کلی حالات و واقعات، صحت و حفاظت و دیانت کے ساتھ ہزاروں برس تک آنے والی نسلوں کو پہنچائے حضرت موسٰے شاہد نہ ہوں گے، حضرت عیسٰی گواہی نہ دیں گے، کرشن جی نہ بولیں گے، رامچندر جی خاموش رہیں گے، گوتم بدھ اور زرتشت سکوت اختیار کریں گے، اگر یہ ترانہ بلند ہوگا تو صرف بطحائے مدینہ کے گنبد سبز کے مکین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار سے،

حدیث کا موضوع ذات سرورِ کائنات ہے، حضور کے عہد سعادت مہد سے آج تک مقدس بزرگ آپ کی اقوال و افعال و حالات کو احتیاط کے ساتھ آنے والی نسلوں تک پہنچاتے رہے ہیں اور آنے والی نسلوں کے دقیق تحقیق و تفتیش کے بعد اُن کو قبول کر کے محفوظ کرتے رہے ہیں حدیث کی جس طرح حفاظت ہوئی ہے اس کی نظیر دنیا کی کوئی کتاب کوئی فن پیش نہیں کر سکتا۔

حدیث کی ابتدا

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ دنیا کا تاریک ترین اور بدترین زمانہ تھا۔ سطح غبرا پر جہالت و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں، بداخلاقیاں، فسق و فجور اہل عالم کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ عرب تمام گمراہیوں اور برائیوں کا مرکز تھا اگر سرسری طور پر بھی عرب کی تاریخ قبل از اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو سوائے فصاحت لسانی اور جرأت و بسالت کے کوئی علمی، عملی، اخلاقی معاشرتی خوبی نظر نہ آئے گی بلکہ اخلاقی و معاشرتی خرابیوں میں عرب کی حالت سب سے زیادہ زبوں دکھائی دے گی، طرز عبادت، معاملات کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، لین دین، شادی و غمی تمام باتوں میں جہالت و گمراہی نمایاں نظر آئے گی۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے امور کو خداوند ذوالجلال اور رسول ایزد متعال کس طرح پسند کر سکتے تھے اس لئے جب حضور علیہ السلام مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ کی اور ابوبکر صدیق ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ، علی مرتضٰی مشرف باسلام ہوئے اسی وقت سے یہ مسلمان ہر امر میں آپ کی ہدایت و ارشاد کے محتاج تھے وہ ہر کام آپ کو دیکھ کر یا دکھا کر یا آپ سے پوچھ کر کرتے تھے۔

Marfat.com

قرآن بتدریج نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ کے اقوال، آپ کے افعال، آپ کا اقرار و سکوت ہی مسلمانوں کا مشغلہ راہ تھا۔ اسی کا نام حدیث ہے اس لئے جو زمانہ بعثت رسول کا ہے وہی آغاز حدیث کا ہے

حدیث بھی حکم خدا ہے

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (پیغمبر اپنی خواہش سے (امور دین میں) نہیں کہتا بلکہ وحی سے کہتا ہے) سنن دارمی میں ہے قال کان جبرئیل ینزل علی النبی بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن (جبریل رسول کریم پر جس طرح قرآن نازل کرتے تھے اسی طرح حدیث نازل کرتے تھے۔

قرآن کو وحی جلی اور وحی متلو کہتے ہیں، حدیث کو وحی خفی و وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ وحی جلی کے علاوہ خدا کی طرف سے حضور کو اور بھی علم کا ذریعہ تھا اور جبریل وحی جلی کے علاوہ وحی خفی بھی آپ پر نازل کرتے تھے۔ اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نباھا بہ قالت من انباک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر (نبی نے اپنی بیوی سے ایک خفیہ بات کہی۔ بیوی نے اس کو ظاہر کر دیا اللہ نے نبی کو خبر دی۔ نبی نے بیوی سے دریافت کیا۔ بیوی نے کہا تمہیں کیونکر خبر ہوئی نبی نے کہا مجھ کو خدا نے خبر دی) اس آیت میں بیوی نے جس خبر کی اطلاع کا سوال کیا ہے وہ خبر قرآن مجید میں مذکور نہیں اور حضور نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو خدا نے خبر دی اس واقعہ سے ثابت ہے کہ حضور کو خدا کی طرف سے قرآن کے علاوہ اور بھی علم کا ذریعہ تھا۔

وحی غیر متلو یعنی حدیث کی یہی تعریف ہے کہ معنی و مطلب خدا کی طرف سے نبی پر نازل ہو اور نبی اس کو اپنی عبارت میں بیان کرے۔ قرآن مجید میں رب کریم نے اس وحی کو حکمت کے لفظ سے تعبیر کر کے ذکر کیا ہے وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ (اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی) ویعلمھم الکتب والحکمۃ (. . . . . . کتاب اور حکمت اور چیز ہے قرآن مجید میں خداوند ذوالجلال نے حدیث کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اپنا حکم قرار دیا ہے جیسا کہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے اور اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ ویقطع دابر الکافرین (اللہ نے

دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ کیا تھا اور تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ پر غلبہ پائیں خدا چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق پر غالب کرے۔

یہ آیت جنگ بدر کے متعلق ہے اس میں جس وعدۂ فتح کی طرف اشارہ ہے وعدہ کہیں قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ قرآن نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ ہاں حضور نے فرمایا تھا خدا نے آپ کے فرمانے کو اپنا وعدہ قرار دیا تھا۔ کیونکہ آپ کا ارشاد حکم الٰہی ہوتا تھا، الم تر الی الذین نھوا عن النجوی ثم یعودون (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کانا پوسی سے منع کیا گیا تھا مگر وہ باز نہیں آئے) اس آیت میں (نجویٰ کانا پوسی) کے منع کرنے کو اپنا حکم بتایا ہے مگر تمام قرآن میں اس آیت کے نزول سے پہلے کہیں (نجویٰ) کی ممانعت نہیں آئی) حضور نے منع فرمایا تھا چونکہ وہ ارشاد بھی حسب حکم الٰہی تھا۔ اس لئے وحی خفی کی جگہ وحی جلی میں اس کی طرف اشارہ کر کے تاکید کی گئی۔

حدیث کلام رسول ہے

حدیث کا جو معنی جو مطلب جو مفہوم ہو وہ خدا کا حکم ہے، الفاظ و عبارت رسول کریم کی ہے چوں کہ قرآن خدا کا کلام ہے اس لئے اعجاز نما ہے نہایت جامع اور فصیح و بلیغ کلام ہے دنیا کے فصحا و بلغا کے کلام موجود ہیں۔ عقلا و حکما کے اقوال سے مجلدات بھری ہیں فلسفیوں، مقننوں کی تصانیف سے ہزاروں کتابیں ہیں لیکن ان میں کوئی ایک بھی ایسی نہیں جس پر صحیح اعتراضات قائم نہ ہوئے ہوں جن کی مدلل و معقول تردید نہ ہوئی ہو۔ ان میں ایک بھی ایسا نہ نکلا کہ ہر زمانے ہر ملک، ہر قوم کے مناسب حال ثابت ہوتا اور دنیا کا ساتھ دیتا۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسا کلام جو ہر حالت میں ہر جگہ کے لئے مفید ہو حشو و زائد و عیوب سے پاک ہو کسی شاعر کسی نثار کسی حکیم کسی فلیسوف کسی مقنن کا کلام نہیں ہو سکتا اس لئے ایسا جامع اور مفید اور فصیح و بلیغ کلام جس کا ہوگا وہ شخص ضرور مؤید من اللہ ہوگا۔ احادیث ایسی ہیں جو احکام و نصائح ہیں جو آج چودہ صدی سے بغیر کسی وقت کے دنیا کا ساتھ دے رہے ہیں ان میں کوئی بیکار و ناقص ثابت نہیں ہوا۔

یورپ کے مفکران زندگی کے قصائح بنی ہیں لیکن ان کا اکثر حصہ زیادہ مدت تک کارآمد ثابت نہیں ہوا۔ بہت سے اداروں کے کلام ہیں لیکن ان میں معترضین کو گنجائش ملی۔ امام بخاری کی عربیت پر اعتراض ہوئے۔ شیخ الرئیس ابو علی سینا کی عربیت پر اعتراض ہوئے لیکن احادیث رسول مقبول

Marfat.com

ایسا جامع اور فصیح کلام ہے کہ اس پر آج تک کوئی اعتراض نہ ہو سکا، اُس کی ہمہ گیری اور لطافت کو ماہر ادب ہی پہچان سکتا ہے، چونکہ حضور کا کلام غایت درجہ فصیح و بلیغ اور جامع ہوتا تھا۔ اس لئے ائمہ فن نے یہ اُصول قرار دیا ہے کہ حدیث موضوع کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ اس میں صرفی نحوی غلطیاں ہوں، رکاکت لفظی ہو۔ غرض جو فصاحت و بلاغت اور ہمہ گیری حکمت و تدبر احادیث میں ہے وہ کسی شاعر کسی حکیم کے کلام میں نہیں۔ خیر یہ تو علمی عقلی باتیں ہیں اور نہایت وسعت طلب مضمون ہے یہاں صرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

لیکن وہ مسلمان جو علمی نکات کو نہیں سمجھتے کیوں کر جانیں کہ حدیث کلام رسول اللہ ہے ان کے لئے قطعی ثبوت و دلیل یہ ہے کہ جس سند سے ہم کو قرآن مجید پہونچا ہے ہم نے قرآن مجید کو جس سند کے بھروسے پر کلام الٰہی تسلیم کیا ہے وہی سند ہمیں بتاتی ہے کہ حدیث کلام رسول ہے۔

ہم سے سلسلہ بسلسلہ تواتر کے ساتھ امام بخاری نے کہا کہ قرآن کلام الٰہی کتاب ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا۔ اس سے شیخ مکی بن ابراہیم نے کہا تھا۔ اُن سے امام ابوحنیفہ نے اُن سے شیخ حماد بن ابی سلیمان نے اُن سے امام ابراہیم نخعی نے اُن سے شیخ علقمہ بن قیس نے ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور یہی بزرگ اسی سلسلہ سے اسی طرح کہتے ہیں کہ حدیث کلام رسول ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم قرآن کے متعلق تو اُن کے قول کو صحیح سمجھیں اور حدیث کے متعلق غیر صحیح خیال کریں۔ اگر ہم ان بزرگوں کے اقوال کو غیر صحیح سمجھیں تو نہ کتاب ثابت ہوگی نہ رسالت،

حدیث قرآن سے ماخوذ ہے

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے ابن جرجانی نے لکھا ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں، اُن کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے۔

حدیث کی ایک تقسیم یہ ہے کہ ایک قسم حدیث کی وہ بھی ہے جس کا تعلق قرآن مجید سے نہیں یہ مناقب و مثالب و قصص و پیش گوئی وغیرہ ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا تعلق قرآن مجید سے وابستہ ہے اس قسم دوم کی دو قسمیں ہیں۔ غیر احکامی اور احکامی، غیر احکامی کا تعلق قرآن مجید سے صرف اس قدر ہے کہ رسول کریم نے قرآن مجید کے استعارہ کنایہ تشبیہ تعریض ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی

تشریح فرمائی جیسے بخاری و ترمذی کی احادیث باب التفسیر۔

احکامی وہ حدیثیں ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے ہوں یا عبادات سے یا معاملات سے غرض یہ قسم قرآن مجید کی اُن لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہے کہ جو قرآن مجید میں بطور اسم کے یا بطور اجمال کے بیان کئے گئے ہیں جیسے لفظ صلوٰۃ، زکوٰۃ وغیرہ مگر اُن کی ہیئۃ کذائیہ، اُن کے اجزاء اُن کے مقادیر اُن کے اوقات بیان نہیں ہوئے یا اگر ہوئے تو محض التفات دلانے کے لئے بیان کئے گئے، آنحضرت نے اُن کو کرکے یا فرما کے بتا دیا،

ضرورتِ حدیث

اگرچہ عقائد، عبادت، اخلاق کے تمام ابواب قرآن مجید میں مذکور ہیں مگر وہ اصول ہیں ان کی توضیح و تفصیل، تحدید و تعیین کے لئے رسول کریم کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے اُن اصول کی تفسیر جو منجانب اللہ ہیں تا بمقدار امکان و تحمل بشری اسی شخص کا کام ہے جو ان اصول کو پیش کرتا ہے اور وہ جو تفسیر کرے گا وہ بھی اصل کلام کی طرح عقائد و اعمال کا جزء ہو جائے گی۔ صحابہ کے اقوال سے بھی حدیث کی یہی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عمران بن حصین صحابی سے ایک شخص نے کہا کہ آپ لوگ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم کو قرآن میں نہیں ملتی۔ انہوں نے فرمایا کیا قرآن میں یہ تفصیل ہے کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم، اتنی بکریوں پر اتنی بکریاں، اتنے اونٹوں پر اتنے اونٹ زکوٰۃ دی جائے اُس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر تم نے کیوں کر کہا۔ تم نے ہم سے سُنا ہم نے رسول کریم سے سُنا[1]

اسلام کا قانون اساسی قرآن ہے اور قانون ثانوی حدیث ہے ہر قانون کی یہ کیفیت ہے کہ اس کی تشریح کی حاجت ہوتی ہے اور وہ لوگ اس کی تشریح کرتے ہیں جو اس فن کے ماہر ہوتے ہیں، اور جن کو اس کا منصب حاصل ہوتا ہے اُن کی وہ شرح خود قانون بنجاتی ہے ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری جماعت آئین ساز بناتی ہے لیکن جج اپنے فیصلوں میں اس کی تشریح و تفسیر کرتا ہے اسکی وہ تشریح خود قانون بن جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام جب مبعوث برسالت ہوئے اور لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے عرب کے تاریخ اخلاق و مراسم نہ خدا کو پسند تھے نہ رسول خدا کو اور رسول کیا پسند کرتے آج تاریخوں میں دیکھو

[1] ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ

Marfat.com

ان کو کوئی بھلا آدمی بھی پسند نہیں کرتا ۔ اس لئے مسلمانوں کو فوراً ہر امر میں احکام کی ضرورت ہوئی قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے اصحاب ہر کام کو اسی طرح کرتے تھے جس طرح حضور کرتے دیکھتے یا آپ سے دریافت کر لیتے تھے جس امر سے آپ منع فرماتے تھے رُک جاتے تھے یہی حدیث ہے ۔

اگر حدیث کو مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ اور رسُول کا طرزِ عمل وہی تھا جو جہال عرب کا تھا یا یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس دن آپ مبعوث برسالت ہوئے اسی دن تمام قرآن نازل ہوا اور قرآن میں تمام جزئیات کے لئے مشرح احکام موجود ہیں ۔ اگر حدیث نہ ہو تو نماز اور روزہ حج زکوٰۃ کوئی ایک رُکن بھی مکمل نہیں ہو سکتا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم (آج تمہارا دین کامل ہو گیا) صحیح نہیں قرار پا سکتی ۔

سب انسان یکساں فہم و فراست، علم و قابلیت کے نہیں ہوتے ۔ سب کی ضرورتیں بھی یکساں نہیں ہوتیں، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ جو کلام حضور نے پیش کیا اس کے متعلق افہام تفہیم کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور آیت کو سنتے ہی ہر صحابی اس کے کل و جزئی احکام سے باخبر ہو گیا ہوگا

ایسے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں کہ آیت کے اصل مفہوم کے خلاف کسی نے سمجھا، بعد کو حضور نے اصلاح فرمائی جب آیت حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الا سود (جب تک نظر آئے تم کو دھاری سفید سیاہ دھاری سے) نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم طائی صحابی نے ایک ڈورا تاگہ کر رکھ لیا۔ صبح کو رسول کریم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا اس سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے ۔

صحابہ کو سمجھانے کے لئے حضور کو اکثر تشریح و تفسیر کرنی پڑتی تھی اور اس تفسیر و تشریح کرنے کا حکم حضور کو خود خداوند ذوالجلال نے دیا ہے ۔ انا انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون (اے رسول ہم نے یہ کلام تم پر اس لئے اتارا ہے کہ تم اس کو خوب واضح کر کے سمجھا دو)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی جو تمام جزئیات پر حاوی ہو کیونکہ جزئیات لامحدود ہیں اور یہ چودہ برس کا تجربہ ہے کہ قرآن مجید اور سینکڑوں کتابیں حدیث کی، اور ہزاروں کتابیں تفسیر و فقہ کی موجود ہیں مگر جزئیات ابھی تک محدود نہیں ہوئے ۔ کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ضرورت نئی پیش آ ہی جائے گی ۔ اس لئے حکیم مطلق نے ایسا جامع کلام نازل فرمایا جس

Marfat.com

بس اس قسم کے اصول ہیں جن سے ہر زمانے میں ہر ملک میں ہر قوم میں حسب ضرورت جزئیات کا حل ہوتا رہے گا۔ قرآن مجید کے اصول کی تشریح حدیث ہے اور حدیث کی تفسیر فقہ، جب یہ تینوں مل جائیں تب مسائل کی تکمیل ہوتی ہے اور ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم من طریق سیابات بن انس عن ربیعۃ قال ان اللہ تبارک وتعالے انزل الیک الکتاب مفصلاً وترک فیہ موضعاً للسنۃ وسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک فیہا موضعاً للرای۔ یعنی خدا نے مفصل کتاب نازل فرمائی لیکن اس میں حدیث کے لئے جگہ باقی رکھی۔ اور رسول کریم نے حدیث بیان فرمائی لیکن اس میں اجتہاد کے لئے گنجائش باقی رکھی،

اگر حدیث سے مدد نہ لیجائے تو نماز کے اوقات کا صحیح تعیین ہوسکتا ہے نہ رکعات تکبیرات وقرأت وادعیہ وغیرہ کا، اسی طرح دیگر ارکان ومسائل کا حال ہے۔

اگرچہ عقائد وعبادات، اخلاق ومعاملات وغیرہ کے تمام ابواب اصولاً قرآن مجید میں مذکور ہیں لیکن ان کی توضیح وتفصیل، تحدید وتعیین کے لئے رسول کریم کے اقوال وافعال کی ضرورت ہے اس لئے وہ بھی قرآن مجید کی طرح مذہبی عقائد واعمال کا جزو ہیں ۔

اہل اسلام چو تحقیق سخن درگیرند — خس وخاشاک شک از عین الیقین برگیرند
رونق کار خود از حضرت قرآن جویند — شاہد دین خود از قول پیمبر گیرند
اے خوشا قوم کہ اندر رہ دین گاہ سلوک — از احادیث نبی مرشد ورہبر گیرند!
در مقامیکہ سخنہا رود از علم وعمل — ہر چہ آن غیر حدیث است نہ در خود گیرند
مطلب ومعنی آثار وحدیث واخبار — مجتہد آنچہ بفرمود ہمان برگیرند
تا گزیر آمدہ بر حق طلبان علم حدیث — شب تار است بگو شمع منور گیرند

حدیث پر عمل کرنے کا حکم

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (رسول جو تم کو حکم دے اس کو مضبوط پکڑو اور جس بات سے تم کو روکے فوراً رک جاؤ) صحابہ اس آیت کا یہی مطلب سمجھتے تھے کہ حدیث پر عمل کرنا لازم ہے چنانچہ تفسیر درمنثور[1] میں حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی اور ایک عورت کا مکالمہ اس طرح مذکور ہے۔

عورت:- میں نے سنا ہے کہ آپ ان عورتوں پر لعنت کرتے ہیں جو زینت کے لئے بال چنواتی ہیں

[1] در منثور

Marfat.com

اور دانت رنوانی ہیں۔

ابن مسعودؓ ۔ ہاں۔

عورت ۔ آپ کیوں لعنت کرتے ہیں۔

ابن مسعودؓ ۔ جس پر قرآن میں لعنت موجود ہے اس پر لعنت کرنے میں مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے،

عورت ۔ میں نے بارہا قرآن پڑھا ہے قرآن میں یہ کہیں نہیں،

ابن مسعودؓ ۔ کیا تو نے نہیں پڑھا ما اتاکم الرسول الخ

عورت ۔ ہاں پڑھا ہے مگر اس میں کہیں لعنت کا ذکر نہیں۔

ابن مسعودؓ ۔ رسول کریم نے ان باتوں کو منع فرمایا ہے اور لعنت فرمائی ہے۔

ماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم (جب خدا اور رسول کسی کام کا حکم دیں تو کسی صاحب ایمان کو عدم قبول کا حق نہیں) اس آیت میں اللہ پاک نے صاف طور پر اپنے ساتھ رسول کو بھی آمر قرار دیا ہے۔

لا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ (نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جسکو اللہ اور رسول نے حرام کیا ہے

اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے اُن کا ذکر قرآن میں ہے رسول کو اُن کے حرام کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو حرام ہو ہی گیئں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم کی حرام کی ہوئی چیزیں اُن کے علاوہ ہیں، اُن کا ذکر کہاں ہے؟ قرآن میں تو ہے نہیں، حدیث میں ہے اس لئے حدیث پہ عمل کرنا لازم ہے۔

ترک حدیث پر عتاب الٰہی اور اس کا خطرناک نتیجہ

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ (جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف ہوتے ہیں انکو ڈرنا چاہیئے کہ کسی فتنہ یا عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں)

اس آیت کی تصدیق بعض اسلامی تاریخی واقعات سے ہوتی ہے، حضرت علی خلیفہ تھے، اور مجتہد صحابی تھے، جب انھوں نے امیر معاویہ سے فیصلہ کرنے کے لئے پنچایت قبول کر لی تو ایک گروہ اُن کے ساتھ ہو گیا اور ان کو (نعوذ باللہ) کافر کہنے لگا کیوں کہ وہ تحکیم (پنچایت) کو نص قرآنی ان الحکم الا للہ (نہیں حکم اللہ ہی کا ہے) کے منافی سمجھے۔ حدیث پہ نظر نہ کی۔ حدیث کو چھوڑا مجتہد کو چھوڑا، انجام یہ کہ چاہ ضلالت میں گرے اور خارجی کہلائے۔

Marfat.com

تاکید حفاظت حدیث

قرآن میں ارشاد ہے مااتاکم الرسول فخذوہ (رسول جو حکم دے اس کو مضبوط پکڑو) قبیلہ عبدالقیس کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعلیم حاصل کی۔ بوقت رخصت عرض کیا کہ حضور ہمارے راستے میں کفار کے قبائل ہیں اس لئے ہم حضور کی خدمت میں سوائے اُن مہینوں کے حاضر نہیں ہو سکتے جن مہینوں میں عرب جنگ کو حرام سمجھتے ہیں۔ حضور نے ان کو نماز روزے وغیرہ کے احکام بتائے اور فرمایا احفظوہ واخبروبہ من ورائکم (خود ان کو محفوظ کرلو اور دوسروں کو پہنچا دو۔

اجازت روایت حدیث

حدیث میں جو احکام ہیں وہ بھی منجانب اللہ ہیں اور حضور علیہ السلام تبلیغ پر مامور تھے اسلئے جس طرح آپ نے احکام قرآنی اُمت کو پہنچائے اسی طرح احکام حدیث پہونچائے، جس طرح آئندہ نسلوں کو قرآن پہنچانے کی تاکید فرمائی اسی طرح حدیث کی روایت کی اجازت دی، اگر حدیث نہ پہنچائی جاتی تو تبلیغ دین نامکمل رہتی۔ قرآن مجید میں حدیث پہنچانے کے متعلق صاف حکم ہے۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (رسول اُمت کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے) اسی طرح حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے چالیس حدیثیں پہونچائیں وہ علما میں محشور ہوگا اور نضر اللہ امرأ سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ (خدا اس کو خوش رکھے جس نے ہم سے سنا اور اس کو اسی طرح پہونچایا جیسے سنا تھا) مگر حدیث کے متعلق دو باتوں کو منع کیا گیا ہے (ایک یہ کہ کثرت سے حدیثیں روایت نہ کیجائیں یہ اس لئے کہ بعض حدیثوں کے احکام وقتی ہوتے تھے بعض میں بربنائے مصالح تغیر و تبدل ہوتا تھا اس لئے حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی بہت ہیں۔ حدیثیں غیر احکامی بھی ہوتی ہیں اور حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں کسی ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے یہ پابندی ممکن بھی نہ تھی اور مناسب بھی نہ تھی بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ کسی ضرورت پر کوئی حکم دیا گیا کچھ دنوں کے بعد پھر وہی ضرورت پیش آئی تو بلحاظ مصلحت وقت اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ اس لئے کثرت روایت میں ان سب کا سامنے آجانا اختلاف و افتراق کا سبب ہوسکتا ہے اور کثرت روایت میں غیر احکامی حدیثیں جو مفید عام نہ تھیں عوام کے سامنے آجاتیں تو ممکن ہے کہ ان کے

Marfat.com

غلیان کے باعث ہوتیں۔ کثرت روایت کے ممانعت کا حکم زیادہ تر انہیں سے متعلق ہے اسی لئے حضور کا ارشاد ہے، ایاکم وکثرۃ الحدیث یعنے (مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کرو) گویا روایت کی اجازت ہے کثرت کی ممانعت ہے کثرت روایت میں یہ بھی خرابی تھی کہ ہر کوئی روایت کرنے لگتا۔

صحابہ کے اقوال سے بھی یہ حکم غیر احکامی حدیثوں سے متعلق ثابت ہوتا ہے، حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن حدیثوں میں تمہارا فائدہ تھا میں نے تم سے بیان کر دیں[1] حضرت عمر نے بھی اس قسم کی احادیث کی روایت کو روکا تھا۔ قال ابو ہریرۃ لما ولی عمر قال اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فیما یعمل بہ (ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ جب عمر خلیفہ ہوئے تو حکم دیا کہ جو حدیثیں احکام سے متعلق نہیں کم روایت کیجائیں[2] حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے ما انت محدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ۔ (جب تم ایسی حدیثیں بیان کروگے جو لوگوں کی عقل میں نہ آتی ہوں گی تو بعض لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے[3])

ان غیر احکامی حدیثوں میں بعض سیاسی حالات سے متعلق تھیں۔ بعض معاشرت و معاملات سے متعلق تھیں۔ بعض کا تعلق مذاہب مختلفہ کے معتقدات سے تھا۔ بعض میں پیچیدہ مسائل و امور تھے دوسری ممانعت جھوٹی حدیثوں کی روایت کرنے کی ہے، وحدثوا عنی فلا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (حدیث بیان کرو لیکن جس کسی نے میری طرف دانستہ جھوٹ کی نسبت کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

غرض حدیثوں کے روایت کرنے کی حضور نے اجازت دی ہے کثرت روایت کو منع فرمایا ہے یہ ممانعت غیر احکامی احادیث سے متعلق معلوم ہوتی ہے کیونکہ اکثر واقعات سے ثابت ہے کہ صحابہ حضور کے عہد میں حدیثیں روایت کرتے تھے۔ حضرت سمرہ ابن جندب نے فرمایا ہے کہ میں حضور سے حدیثیں یاد کرتا تھا اور ان کو بیان کرتا تھا اور کوئی چیز مجھکو منع نہ کرتی تھی۔[4]

بعض ایسے صحابہ سے روایت حدیث کا سلسلہ ہے جو حضور کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے جیسے زید بن حارثہ، اس سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت حدیث کا سلسلہ حضور کی حیات میں جاری تھا۔

اجازت تحریر حدیث

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات ومباحات وسنن میں ایک امر کے پابند

---

[1] مسلم شریف [2] مصنف عبد الرزاق [3] مقدمہ صحیح مسلم [4] مسلم شریف

Marfat.com

نہ رہتے تھے اپنے بعض احکام میں ضرورت و مصلحت کے موافق تغیر و تبدل فرما دیتے تھے، کتب سیر میں ایسی مثالیں ملتی ہیں مثلاً متعہ کی حلت و حرمت اسی لئے ائمہ اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ آخر زمانے کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔

ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد تغیر واقع ہو رہا تھا۔ قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا اس لئے حضور کا یہ خیال تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص غلطی سے حدیث کے جملوں کو آیت قرآن کا جزو سمجھ کر شامل کرنے اس لئے حضور نے ارشاد فرمایا تھا لا تکتبوا عنی غیر القرآن یعنی مجھ سے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو اور اگر کسی نے لکھا ہو تو مٹا دے[1]

جب اسلام کثرت سے شائع ہو گیا، قرآن کے بہت سے حافظ ہو گئے، تو مسلموں کی تعلیم کا انتظام ہو گیا۔ اصحاب صفہ کا مدرسہ قائم ہو گیا۔ تو یہ خطرہ نہ رہا۔ آپ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے فرمایا جو کچھ سنا کرو لکھ لیا کرو۔ اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا[2]

ایک انصاری نے عرض کیا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یاد نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کام لو یعنی لکھ لیا کرو[3] انہیں آخری احکام کے موافق حضور کا اور صحابہ کا عمل ثابت ہوتا ہے حضور نے خود حدیث لکھائی اور صحابہ نے لکھی ہیں۔

اجازت تعلیم حدیث

حضور نے فرمایا ہے خذوا ما حدثکم ابن مسعود (یعنی ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی)

ابو ہارون عبدی نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابو سعید خدری کے پاس گئے تو انہوں نے ہم کو مرحبا کہا اور کہا کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ لوگ تمہارے پاس دنیا کے گوشہ سے علم حاصل کرنے آئیں گے تم اُن کے ساتھ بھلائی کرنا (ترمذی)

امام حسن بصری نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابو ہریرہ کی عیادت کو گئے، بہت آدمی اُن کے گھر میں جمع ہو گئے تو انہوں نے پاؤں سکیڑ لئے اور کہا کہ ہم لوگ رسول کریم کی خدمت میں گئے تو آپ لیٹے ہوئے تھے ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پاؤں سکیڑ لئے اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس لوگ تحصیل علم کے لئے آئیں گے تم ان کو مرحبا کہنا، تحیت دینا، علم سکھانا (ابن ماجہ)

یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ کی حرمت کے متعلق بخاری میں حدیث ہے کہ رسول کریم نے آخر میں فرمایا الا لیبلغ الشاہد الغائب فان الشاہد عسی ان یبلغ من ھو اوعی لہ منہ

---

[1] مسلم شریف
[2] اصابہ، طبقات کبیر، مسند، ابو داؤد، بخاری
[3] ترمذی

جو حاضر ہیں وہ غائب کو پہنچا دیں سُنا دیں شائد وہ اُن سے زیادہ حافظہ والا ہو) وفد قبیلہ عبد القیس
سے آپ نے فرمایا۔ احفظوہ و اخبروہ من وراءکم یعنی جو مجھ سے سُنا ہے اس
کی حفاظت کرو اور دوسروں کو سُنا دو۔[1]
مالک ابن حویرث کو ارشاد فرمایا ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم اپنے گھر کو واپس
جاؤ اور لوگوں کو سکھاؤ۔

عہد رسالت میں حدیث کے کم لکھے جانے کی وجوہ

(۱) قدیم زمانے میں دنیا کے ہر خطہ میں تعلیم کا رواج کم تھا، ہر ملک میں پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد
قلیل تھی۔ عرب چوں کہ جہالت کا مرکز تھا اس لئے اس ملک میں بہت کم خواندہ آدمی تھے رسول کریم
کے ابتدائی زمانہ میں عرب کے سب سے بڑے اور سب سے معزز قبیلہ قریش میں سترہ اشخاص خواندہ
تھے۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی۔ علی مرتضیٰ اور دیگر چند اشخاص، اور ایک عورت شفا
بنت عبداللہ[2]

حضور علیہ السلام نے لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ مدینہ میں مسجد نبوی میں مدرسہ
قائم کیا۔ جنگ بدر ۲ ہجری میں جو کفار اسیر ہوئے اُن میں بعض سے یہ فدیہ ٹھیرایا کہ ہر قیدی
دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھلا دے۔ حضرت زید بن ثابت کاتب رسول کریم نے اسی سلسلہ
میں تعلیم حاصل کی۔[3]

(۲) اہل عرب نہایت قوی الحافظہ تھے، ان کو اپنی قوت حافظہ پر ناز تھا۔ وہ تمام اشعار
اور قومی روایات کو صحت کے ساتھ یاد رکھتے تھے، یہاں تک کہ ایک ایک شخص اپنے اونٹ کا
سلسلہ سو پشت تک گنا جاتا تھا چونکہ ان کو اپنے حافظہ پر کامل بھروسہ تھا اس لئے تحریر پر
زبانی یادداشت کو ترجیح دیتے تھے بعض ائمہ حدیث نے بھی زبانی روایت کو تحریری روایت پر
ترجیح دی ہے۔

(۳) قرآن مجید کے حفظ کرنے اور لکھنے کا شوق عام تھا۔

(۴) جنگ و جہاد کا بے پایاں سلسلہ قائم تھا۔

(۵) تبلیغ و تنظیم کے ضروری انتظامات درپیش تھے۔

(۶) حضور علیہ السلام خود موجود تھے اس لئے ہر شخص مطمئن تھا کہ جو ضرورت ہوگی دریافت

[illegible]

Marfat.com

کر لیا جائے گا۔

(۷) حالات میں جلد جلد تغیر ہو رہا تھا اس وجہ سے بربنائے مصلحت وقت بعض قرار دادوں میں تبدیلی ہوتی تھی۔

ایسی ضروری اور بے نہایت مشاغل، ایسی پریشان حالی میں حدیث کی طرف کافی توجہ کرنا مشکل تھا پھر بھی حدیث کا بہت کچھ تحریری ذخیرہ حضور کے عہد میں موجود تھا۔

حدیث کا تحریری ذخیرہ عہد رسالت میں

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حدیثیں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں[۱]

(۲) حضرت علی سے حدیثیں لکھی تھیں، ان کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے اس صحیفہ اور قرآن کے سوا اور کچھ نہیں لکھا[۲]

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں[۳]۔

(۴) تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ اور فرامین جو حضور نے قبائل کو بھیجے تھے[۴]

(۵) خطوط جو آنحضرت نے سلاطین و امراء کے نام ارسال فرمائے تھے (بخاری، تذکرۃ الحفاظ)

(۶) فہرست اصحاب جن میں پندرہ سولہ اصحاب کے نام تھے (بخاری)

(۷) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ابوشاہ یمنی صحابی نے عرض کیا کہ یہ مجھ کو لکھا دیجئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اکتبوا لابی شاہ۔ (ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ ابوداؤد کتاب المناسک، بخاری باب کتابت العلم)

(۸) کتاب الصدقہ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی والی بحرین کو لکھائی تھی۔ یہ دو صفحے تھے، اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے۔ یہ اور امراء کو بھی بھیجا گیا تھا (دارقطنی۔ کتاب الزکوٰۃ و مسند احمد بن حنبل)، یہ تحریر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے آل حزم سے ۹۹ھ میں لے لی تھی[۵]

(۹) عمال زکوٰۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریرات تھیں[۶]

(۱۰) عمرو بن حزم کو جب حاکم یمن مقرر کیا تو ایک تحریر لکھا دی جس میں فرائض۔ صدقات، دیات، طلاق، عتاق، صلوٰۃ، مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے[۷]

(۱۱) عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جس میں مردہ جانوروں کے متعلق احکام تھے[۸]

(۱۲) وائل بن حجر صحابی کو حضور نے نماز، روزہ، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھا دیئے تھے[۹]

---

۱ بخاری، ۱۶ اصابہ طبقات ابن سعد ۲ ابوداؤد ۳ ابوداؤد کتاب الخراج ۴ بخاری تقیید العلم - تدریب الراوی ابن ماجہ و طبقات ابن سعد ۷ دارقطنی ۸ کنز العمال، مسند احمد بن حنبل، ۹ مستدرک، معجم صغیر طبرانی

Marfat.com

(۱۳) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس آنحضرت کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جس میں شوہر کی دیت کا حکم تھا۔ اشیم نام تھا اس مقتول کا جس کی بیوی کو شوہر کی دیت دلانے کا فرمان تحریر کرایا تھا۔[۱]

(۱۴) حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر یمن بھیجی گئی جس میں سبزیوں ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔

(۱۵) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اس کے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس تھی (مسند احمد)

(۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ لکھا تھا جو اُن کے بیٹے کے پاس تھا (جامع ۱۷)

(۱۷) حضرت ابوہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا (فتح الباری) اس میں ۳۷۷ سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں (تدوین حدیث ص۵۱) یہ بصورت ملاطفہ تھا (جس طرح قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ لیتے تھے)

(۱۸) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادۃ تھا (مسند احمد بن حنبل)

(۱۹) سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں۔[۲]

(۲۰) سمرہ بن جندب نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا۔[۳]

(۲۱) عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں۔[۴]

(۲۲) ابوموسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں۔[۵]

ان بائیس نمبروں میں سے نمبر ا و ۸ مستقل ضخیم تالیفات ہیں۔ نمبر ا لغایت ۱۴ کا ذکر والد ماجد نے ایک مختصر مضمون میں کیا تھا جو تحریر حدیث پر ۱۹۰۱ء میں لکھا تھا۔ نمبر ا لغایت ۶ کا تذکرہ مولوی شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں کیا ہے۔ نمبر ا لغایت ۱۷ کی نشاندہی مولانا سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس ۱۹۲۵ء میں کی ہے اس پر پانچ نمبروں کا اضافہ خاکسار نے کیا ہے یہ تمام صاحبوں کی سرسری تلاش کا نتیجہ ہے اگر زیادہ کد و کاوش سے کام لیا جائے تو مزید تحریرات کا پتہ چل سکتا ہے۔ نمبر ۵ میں سے بعض اب تک اصل موجود ہیں۔ باقی بعد کی تالیفات میں مدغم ہو گئیں۔

صحابہ نے تحریر حدیث میں ابواب و فصول قائم نہیں کئے بلکہ جو حدیث سنی وہ لکھ لی۔ تعجب ہے کہ سرسید نے خطبات احمدیہ میں اور نواب محسن الملک نے اپنی کتاب تقلید و عمل بالحدیث میں

---

[۱] ابوداؤد [۲] تہذیب التہذیب [۳] شرح بلوغ المرام [۴] تہذیب التہذیب [۵] شرح بلوغ المرام

کیونکہ لکھ دیا کہ حدیث کی تحریر اور اس پر تالیف دو صدی بعد عمل میں آئی۔ اگر ان کو مرقومہ بالا فہرست میں سے کسی تحریر کا حال معلوم نہ تھا تو کیا امام مالک کی مشہور و متداول کتاب موطا سے جو سنہ ۱۴۴ھ کی تصنیف ہے، بھی واقف نہ تھے، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد کی تالیفات کو بھی نہ جانتے تھے۔ اس تحقیقات میں ان سے موسیو سیدیو ہی اچھا رہا کہ اس نے امام زہری کو حدیث کا پہلا مصنف قرار دیا ہے، امام زہری قرن اول پہلی صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں۔

مشہور معترض اسلام سر ولیم میور نے حدیثوں کی مخالفت میں بہت کچھ زور لگایا ہے، لیکن اس نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ بعض صحابہ کے پاس آنحضرت کی احادیث کی تحریری یادداشتیں تھیں۔ (لائف آف محمد)

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (تمام زمانوں میں سے میرے زمانے کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے پھر اس کے بعد والے)

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے

قرن اول۔ بعثت رسول کریم سے سنہ ۱۱۰ ہجری تک، یہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے۔

قرن دوم۔ سنہ ۱۱۱ھ سے سنہ ۱۷۰ھ تک۔ یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم۔ سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک۔ یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کی مدت سنہ ۲۶۰ھ تک لکھی ہے، غرض سنہ ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ اس لئے ہم نے ۲۲۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک کے زمانے کو عہد اختلافی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

غلط

علوم شریعت کی جو کچھ تکمیل ہوئی ہے وہ بزرگان قرون ثلاثہ ہی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے انہیں قرون کے مستند بزرگوں کے اقوال و افعال لائق حجت سمجھے گئے کیونکہ قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کے متعلق حضور کا ارشاد ہے ثم یفشو الکذب (پھر جھوٹ پھیل جائے گا)

ہم نے اس کتاب میں محدثین و مصنفین کا ذکر کرنے میں یہ اصول رکھا ہے کہ:

قرن اول کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی سنہ ۱۱۰ھ تک جن کی وفات ہوئی وہ قرن اول کے رجال تھے۔

Marfat.com

قرن دوم کے رجال ۲۲۰ھ تک۔

قرن سوم کے رجال سن ۲۶۰ھ تک۔

عہد اختلافی کے رجال سن ۳۱۰ھ تک۔

اس لئے رجال خیر القرون کا خاتمہ سن ۳۱۰ھ تک ہے اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف شاید دو ایک مثالیں مل سکیں۔ بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی گئی ہے۔

صحابہ کا شوق حدیث

حضرت عمر فاروق مدینہ سے چند میل فاصلہ پر عوالی میں رہتے تھے اس لئے ضروریات کی وجہ سے روزانہ حاضر دربار رسالت نہ ہو سکتے تھے، انہوں نے روزانہ حضور علیہ السلام کے اقوال و افعال پر اطلاع پانے کی یہ سبیل کی تھی کہ ایک دن خود آتے ایک دن اپنے ہمسایہ حضرت عتبان بن مالک کو بھیجا دیتے وہ جو کچھ سنتے اور دیکھتے اُن سے جاکر بیان کر دیتے[1]

ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے بعد نماز اُن سے حضور نے کچھ فرمایا جس کو اور صحابہ نہ سُن سکے جب وہ حضور کی خدمت سے واپس ہوئے تو صحابہ نے انکو گھیر لیا کہ حضور کا ارشاد معلوم کریں[2]

ایک صحابی ایک حدیث معلوم کرنے کے لئے سیکڑوں کوس کا سفر کر کے حضرت فضالہ ابن عبید گورنر مصر کے پاس پہنچے[3]

حضرت جابر بن عبداللہ ایک مہینہ کا سفر کر کے مصر پہنچے اور حدیث قصاص حضرت عبداللہ بن انیس جہنی مقیم مصر سے معلوم کی[4]

حضرت ابو ہریرہ رسول کریم سے سوالات کیا کرتے تھے، حضور اُن کو جواب دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا تم حدیث کے بڑے حریص ہو۔

ام المومنین حضرت میمونہ حضرت عبداللہ بن عباس کی خالہ تھیں۔ عبداللہ بن عباس اُن کے یہاں اسی وجہ سے سویا کرتے تھے کہ رسول کریم کی نماز شب کی کیفیت معلوم کریں (ابو داؤد)

امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن شبل کو لکھا کہ تم جب میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو مجھ کو حدیث سناؤ۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابن الحنظلیہ ایک مرتبہ حضرت ابو الدرداء کے قریب ہو کر گذرے حضرت ابو الدرداء نے کہا کچھ فرمایئے انہوں نے حدیث سنائی۔ حضرت ابو الدرداء بہت مسرور ہوئے[5]

محدثین و مؤرخین اسلام کے علاوہ اُن غیر محققین نے بھی جو اسلام پر اعتراض کرنے میں مشہور ہیں

---

[1] بخاری کتاب العلم [2] ابن ماجہ [3] ابو داؤد کتاب الترجل [4] حسن المحاضرہ، [5] ابو داؤد

Marfat.com

صحابہ کے شوق حدیث کا ذکر کیا ہے۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے کہ رسول کے زمانہ میں بھی اور آپ کے بعد بھی لوگ آپ کے حالات کو شوق سے یاد کرتے تھے۔

صحابہ میں حفاظت حدیث

اقوال و افعال تو بڑی چیز ہیں صحابہ نے رسول کریم کے حرکات و اشارات کو بھی محفوظ کیا ہے

حضرت اغر مزنی فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار گنا تو حضور نے ایک نشست میں سو دفعہ استغفار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ نے رات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا۔ ایک ثلث میں عبادت کرتے تھے ایک ثلث میں آرام کرتے تھے، ایک ثلث میں حدیثیں حفظ کرتے تھے۔[1]

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا ہے کہ ہم نے حدیثیں سن کر یاد کر لی تھیں[2]

حضرت سمرہ بن جندب نے فرمایا ہے کہ میں رسول کریم کی حدیثیں یاد کیا کرتا تھا (اسد الغابہ)

حضرت سائب بن خلاد اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی دونوں نے رسول کریم سے ایک حدیث سنی تھی، کچھ دنوں کے بعد حضرت سائب کو اس میں کچھ شک ہوا تو اس کی تصحیح کے لئے مصر کا سفر کیا اور وہاں پہونچ کر ان سے حدیث سُنی۔

حضرت عائشہ سے جب کوئی حدیث بیان کرتا تو وہ کچھ طویل زمانہ چھوڑ کر اس سے پھر اس حدیث کو دریافت کرتیں کہ وہی الفاظ بیان کرتا ہے یا کچھ تغیر کرتا ہے۔

ایک صحابی ایک حدیث کی تصحیح کے لئے مدینہ سے سفر کر کے مصر حضرت فضالہ بن عبید کے پاس پہونچے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ایک حدیث کی تصحیح کے لئے ایک مہینہ کا سفر کر کے حضرت عبد اللہ بن انیس کے پاس شام پہونچے۔

غرض صحابہ حدیث کو لکھتے بھی تھے۔ حفظ بھی کرتے تھے۔ ایک ایک راوی سے دو دو بار وقفہ دیکر دریافت کرتے تھے ذرا شک و شبہ ہونے پر اس کی تصحیح کی پوری سعی کرتے تھے۔

قبول حدیث میں صحابہ کی احتیاط

حضرت ابوبکر کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے دادی کی میراث کے متعلق حدیث بیان کی تو حضرت ابوبکر نے فرمایا گواہ لاؤ حضرت محمد بن مسلمہ نے شہادت دی جب حضرت ابوبکر نے وہ حدیث قبول کی[3]

حضرت عمر کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے دیت اسقاط حمل کی حدیث بیان کی حضرت عمر نے شہادت طلب کی حضرت محمد بن مسلمہ نے شہادت دی جب حضرت عمر نے وہ

[1] [2] مسند دارمی [3] ابوداؤد

حدیث قبول کی[1]

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عمر سے ملنے گئے، تین بار اذن طلب کیا، جواب نہ ملا لوٹ آئے، حضرت عمر نے اُن سے واپسی کے متعلق جواب طلب کیا انہوں نے کہا رسول کریم نے فرمایا ہے کہ تین بار اذن طلب کرنے پر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ، حضرت عمر نے فرمایا اس پر شہادت لاؤ، ابو سعید خدری نے شہادت دی۔ تب حضرت عمر نے قبول کیا اور حضرت ابوموسیٰ سے کہا میں تم کو متہم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ احتیاط اس لئے ہے کہ لوگ جھوٹی روایت کرنے پر دلیر نہ ہو جائیں، لیکن حضرت ابی بن کعب نے اس تشدد پر کہا، عمر! رسول کریم کے اصحاب کی جان کا عذاب نہ بنو[2]

حضرت عائشہ نے بھی اس احتیاط کی ایک وجہ بیان فرمائی ہے انکم لتحدثونی عن غیر کاذبین ولا مکذبین ولکن السمع یخطئ۔ یعنی۔ نہ تم جھوٹے ہو نہ تمہارے راوی جھوٹے ہیں لیکن کان غلطی کر جاتے ہیں[3]

حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت سن کر حضرت عائشہ نے ایسا ہی فرمایا اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی او اخطأ (جھوٹ نہیں بولا بلکہ بھول گئے یا غلطی کی[4]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث بیان کی حضرت عائشہ نے ایک سال کے بعد پھر ان سے وہ حدیث دریافت کی انہوں نے اسی طرح بیان کی تو حضرت عائشہ نے فرمایا خدا کی قسم عبداللہ کو بات یاد رہی ہے[5]

حضرت فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمر سے بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دے دی تھی تو رسول کریم نے مجھ کو سکنیٰ سے محروم کر دیا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کو ایسی عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے جس کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی[6]

ایک مرتبہ بشیر عدوی حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور ایک حدیث بیان کی حضرت عبداللہ بن عباس متوجہ نہ ہوئے بشیر نے کہا ابن عباس! میں حدیث بیان کرتا ہوں۔ تم توجہ نہیں کرتے حضرت ابن عباس نے کہا کہ ہماری پہلے یہ حالت تھی کہ جب کوئی حدیث بیان کرتا تو ہم ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے، لیکن جب سے لوگوں نے نیک اور بد کی تمیز اٹھا دی ہم انہیں حدیثوں کو سنتے ہیں جن کو خود بھی جانتے ہیں[7]۔ یعنی جن کی صحت پر باعتبار روایت و درایت اطمینان ہوتا ہے۔

[1] [2] [3] ابو داؤد [4] مسلم [5] مسلم [6] بخاری [7] ابو داؤد [8] مقدمہ صحیح مسلم

Marfat.com

حضرت علی کے سامنے جب کوئی حدیث بیان کرتا تو آپ اس سے قسم لیتے (ابوداؤد)

امیر معاویہ نے حکم دیا تھا کہ حضرت عمر کے زمانہ کی حدیثوں کا زیادہ اعتبار کیا جائے کیوں کہ وہ اس معاملہ میں لوگوں کو ڈراتے رہتے تھے (صحیح مسلم)

حضرت عمر بن ابنۃ الصغریٰ ایک چادر خرید رہے تھے کسی نے پوچھا کیا کرو گے کہا صدقہ کر دوں گا حضرت عمر فاروق سنتے چلے آ رہے تھے بعد کو ان سے پوچھا وہ چادر کیا کی انہوں نے کہا میں نے اپنی بیوی پر صدقہ کر دیا کیونکہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ بیوی کو جو کچھ دو گے صدقہ ہو گا حضرت عمر نے کہا کہ رسول کریم پر افترا نہ کرو اور ان کو حضرت عائشہ کے پاس لائے حضرت عائشہ نے اس روایت کی تصدیق کی جب حضرت عمر کو اطمینان ہوا[۱]

بیان حدیث میں صحابہ کی احتیاط

چوں کہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ جو میری طرف جھوٹی روایت منسوب کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا اس لئے صحابہ حدیث روایت کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور قال رسول اللہ کہتے ہوئے گھبراتے تھے، بعض اصحاب حدیث بیان کر کے یہ الفاظ کہتے تھے کہ یہ یا اس کی مثل یا جیسا رسول کریم نے ارشاد فرمایا ہو[۲]

بعض اصحاب اس خوف سے کہ کہیں کچھ کمی بیشی بیان میں نہ ہو جائے روایت ہی نہ کرتے تھے عمر بن میمون کا بیان ہے کہ میں ہر جمعرات کو حضرت عبد اللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا میں نے کبھی ان کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ آنحضرت نے یوں فرمایا ہے ایکدن اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے تو دفعتاً سر جھکا لیا پھر میری نظر اُن پر پڑی تو دیکھا کھڑے ہیں قمیص کی گھنڈیاں کھلی ہیں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہیں گلے کی رگیں پھولی ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت نے یوں فرمایا ہے اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ یا مثل اس کی[۳]

حضرت عبد اللہ ابن مسعود جب قال رسول اللہ کہتے تو بدن کانپنے لگتا[۴]

حضرت زید بن ارقم نے روایت حدیث کرنا ترک کر دیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں بھولنے لگا ہوں ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی کمی بیشی ہو جائے[۵]

خاطب کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ میں حضرت عثمان سے بہتر اور کامل حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا مگر اس پر بھی حدیث کے الفاظ بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے (طبقات ابن سعد)

حضرت عمر سے لوگوں نے درخواست کی کہ حدیث بیان کیجئے فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ

[۱] مسند ابو داؤد طیالسی [۲] بخاری کتاب العلم و مسند دارمی [۳] ابن ماجہ [۴] تذکرہ ذہبی [۵] شرح بزدوی

Marfat.com

حدیث میں شائد مجھے کمی بیشی ہو جائے تو میں ضرور تم سے حدیث بیان کرتا (طبقات ابن سعد)

صالح کا قول ہے کہ میں نے حضرت جابر بن زید صحابی کو کبھی کسی حدیث کو رسول کریم کی طرف نسبت کرتے نہیں سنا اس خیال سے کہ شائد روایت میں کچھ تغیر ہو تو حضور کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹ کا ارتکاب ہو (مسند دارمی)

حضرت صہیب صحابی نے لوگوں سے کہا آؤ میں اپنے غزوات بیان کروں لیکن رسول کریم سے روایت نہ کروں گا[1]

حضرت علی فرمایا کرتے تھے میں حدیث روایت کروں تو مجھے یہ گوارا ہے کہ مجھ پر آسمان پھٹ پڑے یہ نسبت اس کی کہ آپ کی طرف اس حدیث کا انتساب کروں جس کو آپ نے فرمایا ہے[2]

روایت حدیث سے صحابہ کی غرض

حدیث بیان کرنے سے صحابہ کا مقصد اشاعت اقوال رسول اور ہدایت اُمت تھا۔ صحابہ مستغنی المزاج، پاک نفس، نیک ذات تھے، وہ حب جاہ یا طلب مال کی ہوس میں مبتلا نہ تھے اور نہ بیان حدیث اور ان مقاصد سے کوئی زیادہ تعلق تھا۔ کسی ایک صحابی کے متعلق بھی کسی نے آج تک یہ بیان نہیں کیا کہ روایت حدیث کے بدلے میں کسی سے کچھ مال لیا ہو یا کسی اور فائدہ کی توقع کی ہو۔ وہ دنیوی جاہ و مال سے اس قدر بچنے والے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب بیعت خلافت ہونے لگی تو ابو بکر نے عمر اور عبیدہ کو کہا انہوں نے ابو بکر کو خلافت کے لئے کہا اگر اُن کو ذرا بھی حب جاہ ہوتی تو اصرار کی نوبت نہ آتی۔

حضرت ابو بکر نے بوقت وفات اپنے بیٹے یا کسی رشتہ دار کو خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا بلکہ حضرت عمر کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

حضرت عمر نے بوقت نامزدگی خلافت اپنے لائق بیٹے کو علیحدہ رکھا اور خلافت کے انتخاب کو چند اشخاص میں محصور رکھا، حضرت عمر نے جن لوگوں کو خلافت کے قابل سمجھ کر نامزد کیا تھا ان میں حضرت عبد الرحمن بن عوف بھی تھے انہوں نے بوقت شوریٰ دست برداری اختیار کر لی جنگ صفین کے بعد لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر کو خلیفہ بنانا چاہا انہوں نے صاف انکار کر دیا اس مقدس جماعت میں سے جن حضرات نے حکومت کی خدمت کو اختیار کیا۔ اس میں اپنا مفاد مدنظر نہ رکھا بلکہ خدمت اُمت و اسلام۔ ایسی نیک نفس جماعت کے متعلق سوائے اس کے کوئی خیال قائم نہیں کیا جا سکتا کہ روایت حدیث سے ان کی غرض تبلیغ احکام تھی اور ایسا ہی اکثر

[1] طبقات ابن سعد [2] مسلم شریف

Marfat.com

واقعات سے ثابت ہوتا ہے، حضرت معقل بن لیسار جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو اُن کی عیادت کے لئے حضرت عبداللہ بن زیاد گئے، حضرت معقل نے اُن سے کہا کہ اگر میں مرض الموت میں مبتلا نہ ہوتا تو ہرگز روایت نہ کرتا۔ اب تم کو ایک حدیث سُناتا ہوں۔ رسُول کریم نے فرمایا ہے کہ جو امیر مسلمانوں کی خیر خواہی نہ کرے گا وہ اُن کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا[1]

ایک صحابی نے وفات کے وقت حدیث روایت کی اور کہا کہ میں حصول ثواب کے لئے روایت کرتا ہوں[2]

روایت اصحاب

حضور علیہ السلام نے صحابہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے الصحابة کلھم عدول یعنی صحابہ سب ثقہ ہیں (روایت حدیث ہیں) اور آج تک باوجود ہر قسم کی چھان بین کے کسی صحابی کا جھوٹی روایت کرنا ثابت نہیں ہوا اس لئے صحابہ پر جرح نہیں کی جاتی۔

صحابہ کا عمل حدیث پر

حضور کے عہد میں جو لوگ حاضر تھے وہ آپ کو دیکھ کر یا آپ سے دریافت کر کے عمل کرتے تھے جو حاضر نہ ہوتے تھے وہ قرآن اور سنت میں تلاش کرتے تھے، چنانچہ حضور جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ فرمانے لگے تو اُن سے دریافت فرمایا کہ کوئی مسئلہ پیش آگیا تو کیا کروگے معاذ نے جواب دیا قرآن اور سنت سے جواب دوں گا اس میں نہ پاؤں گا تو اجتہاد کر دوں گا[3]

قرآن مجید میں بھی جا بجا سنت پر عمل کرنے کی تاکید ہے (فاتبعونی۔ میرا اتباع کرو)

حضور کے بعد تمام اصحاب بالخصوص خلفائے راشدین کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اول قرآن میں تلاش کرتے پھر حدیث میں۔ اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی تو دوسروں سے دریافت کرتے۔ تمام کتب احادیث و سیر میں منقول ہے کہ حضور کی وفات کے بعد جب حضور کے دفن کے متعلق اختلاف ہوا تو حضرت ابوبکر نے حدیث سُنا کر اس اختلاف کو رفع کیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو حدیثیں ہی پیش ہوئیں اور اسی پر فیصلہ ہوا۔ حضرت ابوبکر کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب و سنت پر نظر کرتے اگر اس میں نہ پاتے تو مسلمانوں سے مشورہ کرتے[4]

حضرت عمر کی رائے ہوئی کہ بیوی شوہر کی دیت میں حصہ نہیں پاسکتی حضرت ضحاک بن سفیان نے کہا کہ رسول کریم نے اشیم انصاری کی بیوی کو شوہر کی دیت دلوائی تھی[5]

[1] مسلم [2] ابوداؤد [3] بخاری و ترمذی [4] مسند دارمی [5] ابوداؤد

Marfat.com

ایک بار ابو مریم ازدی امیر معاویہ کے پاس آئے۔ امیر کو ان کا آنا گماں گذرا۔ اور کہا کہ میں تمہارے آنے سے خوش ہوا۔ ابو مریم نے کہا رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان کا والی ہو اگر وہ مسلمانوں کی حاجتوں سے آنکھ بند کر لے تو اللہ قیامت کے دن اس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے یہ سن کر امیر نے لوگوں کی حاجت برآری کے لئے ایک مستقل افسر مقرر کر دیا[۳]

یہ سب موقعے ایسے تھے کہ اگر حدیث کوئی چیز نہ ہوتی اگر حدیث پر عمل ضروری نہ ہوتا تو صاف صاف کہہ دیا گیا ہوتا کہ یہ کوئی چیز نہیں خصوصاً سقیفہ بنی ساعدہ کا معاملہ کہ ایک عظیم الشان قوم اپنی قومی سلطنت قائم کرنا چاہتی ہے اور پھر ایک قلیل التعداد جماعت کے سامنے صرف دو چار جملے سن کر سر نیاز خم کر دیتی ہے ایسے موقعوں پر توجیہ بخشش سے بہت کچھ گنجائش نکل آتی ہے۔

یہ ایک صاف بات ہے کہ ماتحت حکام کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا ہے تو اول تو وہ قانون میں تلاش کرتے ہیں پھر حکام بالا دست کے نظائر دیکھتے ہیں۔ ہر خاندان کے لوگ اپنے لوگوں کی روایت پر نظر کرتے ہیں۔ ہر مذہب والے اپنے متقدمین کے اقوال و افعال کو سند گردانتے ہیں۔ اگر بزرگوں کے واقعات و افعال سے نظیر نہ لی جائے تو ہر معاملہ میں ہر شخص ایک نئی صورت گھڑ سکتا ہے۔ اس طرح کوئی فریق مطمئن و ساکت نہیں ہو سکتا اور ایسا عظیم الشان اختلاف پیدا ہو سکتا ہے کہ جو کسی طرح رفع نہ ہو، کسی قوم کسی مذہب کسی سلطنت کا معاملہ بغیر نظائر کے نہیں چل سکتا۔ اور نظیر جس درجہ بلند پایہ شخص کی ہو گی۔ اسی درجہ کامیاب ہو گی۔

حدیث سننے والے اور بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد

علی بن زرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت تک جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی اُن کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابو زرعہ نے یہ تعداد صرف اُن لوگوں کی بتائی ہے جو راوی حدیث تھے لیکن ان کے علاوہ صحابہ کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں تین ہزار پانچ سو پچاسی ایسے اصحاب کے نام لکھے ہیں جنہوں نے حدیث روایت کی ہے اسد الغابہ میں سات ہزار پانچسو چون اصحاب کا ذکر ہے۔

صحابہ کے دو گروہ

تمام اشخاص یکساں علم و عقل و فہم کے نہیں ہوتے اس لئے اختلاف رائے ضروری ہے صحابہ

---

[۳] ابوداؤد

Marfat.com

میں بھی اکثر مسائل میں اختلاف ہوا ہے مگر ان کا اختلاف رحمت تھا زحمت نہ تھا۔

اختلاف کی صورت میں اکثر کثرت رائے اور کثرت تعامل پر نظر کی جاتی ہے۔ رسول کریم کے بعد کسی اسلامی مسئلہ کا مدار کسی ایک شخص کی رائے پر نہیں ہے خلفائے راشدین نے اسی وجہ سے جماعت شوریٰ قائم کر رکھی تھی اور قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے (وشاورھم فی الامر کاموں میں مشورہ کیا کرو) روایت حدیث کو نہ حضور نے منع فرمایا نہ خلفاء نے نہ صحابہ نے۔ ہاں کثرت روایت کو حضور نے منع فرمایا ہے اور خلفا نے بھی اور اکثر اصحاب بھی کثرت روایت کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ امام شعبی نے فرمایا ہے کہ صحابہ کثرتِ روایت کو مکروہ جانتے تھے[1]

حضور نے کثرتِ روایت کو چند مصلحتوں کی بنا پر منع فرمایا ہے اول یہ کہ ایسا نہو کہ غلطی سے کوئی شخص حدیث کے جملوں کو قرآن میں داخل کرلے دوسرے یہ کہ حضور عادات و مباحات میں اکثر ایک ہی امر کی پابندی نفرماتے تھے اور یہ ممکن بھی نہ تھا بعض باتوں میں مصلحت کے لحاظ سے تغیر ہوتا تھا اس لئے حضور کا خیال تھا کہ اختلافی صورتیں سامنے نہ آئیں۔

حضور کے بعد اسلام کے لئے نہایت نازک اور خطرناک وقت تھا۔ نیا مذہب بتیس ۳۲ دانتوں کے بیچ میں زبان۔ چاروں طرف مذاہب باطلہ کا زور، پھر بانی مذہب کی وفات، ادھر چند مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے، بعض قبائل میں ارتداد پھیل گیا، بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اسلام کے ایک رکن ہی کو اکھاڑ دیا، قرآن مجید کی اشاعت بھی پوری نہ ہوئی تھی۔ یہ بھی خطرہ تھا کہ حدیث و قرآن خلط ملط نہ ہوجائیں اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے کثرتِ روایت کو روکا۔ اگر وہ یہ روک ٹوک نہ کرتے تو کچھ عجب نہ تھا کہ مسیلمہ وغیرہ مدعیان نبوت کی تائید اور ترکِ زکوٰۃ کی موافقت میں کچھ حدیثیں وجود میں آجاتیں اسی وقت سے مسلمانوں میں ایسا اختلاف و افتراق پڑجاتا کہ ارکان اسلام کا بچا رہنا بھی مشکل ہو جاتا۔ یہ روک ٹوک بھی انہیں حدیثوں کے متعلق تھی۔ جو غیر احکامی یا عادات و مباحات کے متعلق تھیں کیوں کہ احکامی احادیث کی تلاش اور روایت خود حضرت ابوبکر سے ثابت ہے انھوں نے خود (۱۴۲) حدیثیں روایت کی ہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انھوں نے خود لوگوں کو حدیث ہی کے ذریعہ سے مطمئن کیا تھا۔ ان کے عہد کے جس قدر مقدمات وقضایا کتابوں میں مذکور ہیں سوائے ان کے جو قرآن میں ہیں سب حدیثوں کی موافق ہیں۔ جس طرح حضور کے عہد میں حالات میں جلد جلد تغیرات ہوتے تھے۔ اسی طرح خلافت اول کے عہد میں بھی مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد

[1] تذکرہ ذہبی

Marfat.com

عادات و مباحات میں تغیر و تبدل

 خلفاء کا حکم سابق کے خلاف حکم دینا

تغیر ہو رہا تھا ۔ اسی وجہ سے خلفا نے بھی مثل حضور کے عادات و مباحات میں تغیر و تبدل کیا ہے ۔ ایک دفعہ کسی معاملہ میں کچھ حکم دیا ۔ دوبارہ اسی صورت کے پیش آنے پر بنا ئے مصلحت حکم سابق کے خلاف حکم دیا گیا ۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک خلیفہ نے اپنے پیشرو کے حکم میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہے ۔ خلفائے راشدین کا یہ عملدرآمد بھی مسلمانوں کے لئے حجت ہے کیوں حضور کا ارشاد ہے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین (میری سنت اور میرے خلفا کی سنت پر کاربند رہو)

حضرت ابوبکر کا عہد خلافت تین سال سے کم رہا ۔ اندرونی فتنوں کی روک تھام کے علاوہ ان کو ایران و روم کی زبردست سلطنتوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا ۔

حضرت عمر بالکل حضرت ابوبکر کے قدم بقدم تھے ان کا زمانہ جنگ و جہاد کے شباب کا زمانہ تھا اندرونی فتنے دب گئے تھے مگر قرآن مجید کی اشاعت بھی پوری طرح ہوئی تھی ، اس کے علاوہ تابعین اور نو مسلموں کا گروہ پیدا ہو رہا تھا اس لئے ابھی ایسا قابل اطمینان زمانہ نہ تھا کہ روایت کے معاملہ میں لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ۔

حضرت عمر نے ہر کام کے لئے ایک ضابطہ مقرر کیا تھا انھوں نے اپنی حکومت کو تمام دینی و دنیوی ضروریات کا کفیل بنایا تھا ۔ اس لئے وہ نہیں گوارہ کرتے تھے کہ کوئی شخص ان امور کو اختیار کرے جن کو حکومت نے اپنے ذمہ لیا ہے انھوں نے تعلیم حدیث و فقہ کے لئے مدارس قائم کر دیئے تھے اس لئے اُن کا منشا تھا کہ اُن کے مقرر کردہ محدثین کے سوا عام طور پر لوگ روایت نہ کریں اور ایسا کرنے کو وہ قانون شکنی سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو جن کے تفقہ اور علم کی رسول کریم نے تعریف فرمائی اور حضرت عمر خود بھی ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے ۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں وہ فتوے دیتے تھے اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے ۔ لیکن حضرت عمر کے عہد میں اُن کے نامزد کردہ مفتیوں میں سے نہ تھے اس لئے ایک مرتبہ انہوں نے فتویٰ دیا تو اُن کو روک دیا[1] اصحاب رسول کریم کثرت سے تھے کیوں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار تک پہونچی ہے ۔ ان میں صاحب فتویٰ فقیہ ایک سو کئی تھے ان میں بھی ۲۷ ممتاز تھے اور ان سے تائیس میں سے سات اس خدمت پر مامور تھے[2] تو حضرت عمر کے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو روکنے کا صرف یہ باعث تھا کہ جب حکومت نے مفتی مقرر کر رکھے تھے تو دوسرا شخص کیوں فتویٰ دے ۔ اسی طرح ایک مرتبہ روایت حدیث پر حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حکیم الامت حضرت ابو الدرداء و حضرت ابو ذر غفاری

[1] مسند دارمی [2] سیرۃ البخاری مصنفہ عبد السلام اہل حدیثہ

Marfat.com

جیسے جلیل القدر اصحاب کو قید کر دیا[1]

غرض حضرت عمر کی روک تھام ایک ضابطہ تھی اور چند مصالح کے تحت میں تھی وہ مخالف حدیث نہ تھے وہ تو خود حدیث کے بڑے راویوں میں ہیں بخاری کے سب سے پہلی حدیث کے راوی حضرت عمر ہی ہیں اور ان کی روک تھام غیر احکامی احادیث کے متعلق تھی ایک گروہ غیر احکامی احادیث کی روایت کا مخالف تھا اس میں حضرت ابو بکر و عمر و عبداللہ بن مسعود وغیرہ تھے۔

دوسرا گروہ صحابہ کا وہ تھا جو کثرت روایت کو کرو سمجھتا تھا مگر ہر قسم کی حدیثوں کا بیان کرنا ضروری سمجھتے تھے اس میں حضرت عثمان، حضرت علی۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابی ابن کعب حضرت ابوذر غفاری تھے یہ وہی حضرات ہیں جن کے مشوروں کے ابو بکر و عمر محتاج تھے جو ابو بکر و عمر کے دست و بازو تھے۔ جو رسول کریم کے خاص الخاص اصحاب تھے۔ حضرت ابو ذر غفاری نے فرمایا کہ اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھ دو گے تو میں ان کلمات کو ضرور ادا کروں گا جو میں نے رسول کریم سے سنے ہیں[2]

حضرت خلیفہ سوم کے عہد میں قرآن مجید کی اشاعت کافی ہو گئی قرآن مجید غیر ممالک میں بھی پہنچ گیا۔ حفاظ بھی غیر ممالک میں پیدا ہوئے صحابہ بھی تمام ممالک میں منتشر ہو گئے اس لئے اب وہ خطرہ باقی نہ رہا کہ حدیث و قرآن خلط ملط ہو جائیں۔ حضرت خلیفہ دوم کے فتوحات کی تکمیل ہوئی اور اور بہت سے ممالک فتح ہوئے نومسلموں کی کثرت ہوئی۔ مختلف اقوام، مختلف ممالک، مختلف مذاہب کے لوگوں سے مسلمانوں کو بکثرت واسطہ پڑنے لگا۔ نئی نئی صورتیں روزمرہ پیش آنے لگیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ تمام احکامی وغیرہ احکامی حدیثیں سامنے آجائیں تاکہ استنباط مسائل میں سہولت ہو۔ بعض مسائل میں عمل کرنے کے لئے چند صورتیں پیدا ہو جائیں جس کو لوگ حسب مصلحت وقت اختیار کر سکیں اس لئے حضرت خلیفہ سوم و خلیفہ چہارم نے روایت پر سے قیود کو اٹھا لیا اگر تاریخ اسلام پر غور کیا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ اپنے اپنے زمانہ میں خلفا کا عمل موافق مصلحت و عین صواب تھا۔ اگر خلیفہ سوم و چہارم کے وقت میں بھی حدیثوں پر روک ٹوک رہتی تو اسلام میں ایسا عظیم الشان اختلاف پیدا ہوتا کہ اس کا رفع کرنا ناممکن ہو جاتا خود ارکان اسلام کے متعلق اختلافات رہتے کیونکہ کوئی صحابی ایسا نہ تھا کہ جس کو تمام حدیثیں پہونچی ہوں اس لئے کہ ہر وقت تمام اصحاب جمع نہ رہتے تھے اور جس صحابی نے جو کچھ سنا تھا وہ یاد رکھا تھا اسی پر خود عمل کرتے تھے اور

[1] المعتصر من المختصر مشکل الآثار للطحاوی [2] بخاری شریف

ویسا ہی اپنے شاگردوں سے کراتے تھے۔ ابو عمرو نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نہیں کہ جس پر کوئی نہ کوئی حدیث پوشیدہ نہ رہ گئی ہو[۱]

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ بعض حدیثیں انصار کے یہاں سے ملیں[۲] اگر تمام حدیثیں نہ پہنچائی جاتیں تو آج چمن میں تعداد رکعات نماز اور ہوتی۔ شام میں اور ہوتی عرب میں اور ہوتی۔ اسی طرح وراثت، نکاح و طلاق کے مسائل میں اختلاف ہوتا۔ آج جو اتفاق ہے وہ نظر نہیں آتا۔ حضرت معاذ بن جبل جب شام گئے تو دیکھا کہ اہل شام وتر نہیں پڑھتے چنانچہ امیر معاویہ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا وتر واجب ہے انہوں نے کہا ہاں اسوقت سے اہل شام نے وتر پڑھنا شروع کیا وجوب وتر کی حدیث اہل شام کو اب تک نہ پہونچی تھی[۳]

مدارس حدیث عہد صحابہ میں

رسول کریم کے بعد حضرت عائشہ حدیث کا درس دیا کرتی تھیں۔ لڑکے۔ عورتیں۔ بچے اور دودھ مردوں سے پردہ نہ تھا۔ ان کے حجرے میں آجاتے تھے یا تی مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے سامنے پردہ پڑا رہتا تھا۔ حضرت عائشہ حدیث و مسائل بیان فرماتیں شاگردوں کی زبان طرز ادا صحت ادا اور تلفظ کی سختی سے نگرانی کرتیں ایک مرتبہ قاسم اور ابن ابی عتیق دونوں پہونچے قاسم کی زبان صاف نہ تھی حضرت عائشہ نے ان کو ٹوکا[۴] حضرت عائشہ اکثر بچوں کو حدیث سکھانے کے لئے اپنی تربیت میں لے لیتی تھیں اور ان کے مصارف خود برداشت کرتی تھیں عروہ قاسم، ابوسلمہ، مسروق، عمرہ صفیہ کی تعلیم بڑی شفقت مادرانہ سے کی۔ عمرہ انصاریہ حضرت عائشہ کو خالہ کہتی تھیں (تذکرہ ذہبی) حضرت عائشہ کے شاگردوں کی تعداد دو سو سے زائد تھی ان میں ۳۸ عورتیں تھیں جلیل القدر اصحاب مثل ابوموسیٰ اشعری۔ ابوہریرۃ۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عمرو بن العاص بھی شامل تھے۔ حضرت عائشہ کے رشتہ داروں میں ان کی بہن ام کلثوم، ان کے رضاعی بھائی عوف بن حارث، ان کے بھتیجے قاسم و عبداللہ پسران محمد، ان کی بھتیجیاں حفصہ و اسما بنات عبدالرحمٰن اور ان کے بھائی کے پوتے عبداللہ بن عتیق بن محمد عبدالرحمٰن اور ان کے بھانجے عبداللہ و قاسم پسران زبیر بن العوام اور ان کی بھانجی عائشہ بنت طلحہ اور ان کے بھانجوں کے پوتے عباد ابن حبیب۔ و عباد بن حمزہ تھے۔ حضرت عمر نے تعلیم حدیث و فقہ کے لئے تمام ممالک محروسہ میں مدارس قایم کئے عبادہ بن ابی حبیلہ کو مصر میں معلم مقرر کرکے بھیجا[۵] فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود اور ابا جحیفہ کو کوفہ فرستاد و معقل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین را بہ بصرہ و عباد ابن الصامت

۱ ایقان مصنفہ محمد حیات سنبھلی ۲ ترمذی ۳ تاریخ الفقہ مصنفہ ظہور الحسن ناظم ۴ مسلم شریف ۵ حسن المحاضرہ

وابودرداء را بشام ومعاویہ بن ابی سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث الیشان تجاوز نکنند[1] کوفہ میں ابن مسعود کے درس میں چار ہزار طلبا شریک ہوتے تھے[2]

حضرت ابو ادریس خولانی نے بیان کیا میں حمص کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ میں جس میں ۳۲ صحابی تھے بیٹھ گیا۔ ایک صاحب روایت کر چکتے تو دوسرے صاحب شروع کرتے[3]

حضرت مسکین عاصم کا بیان ہے کہ میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے بیٹھا ہے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان ہیں[4]

حضرت ابو درداء دمشق میں رہتے تھے وہ درس دینے کے لئے جب مسجد میں آتے تو ان کے ساتھ طلبا کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسا کہ بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت اشعبی، اصبحی مدینہ آئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا، ابو ہریرہ (ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس حدیث مسجد نبوی میں ہوتا تھا (حسن المحاضرہ)

حضرت امیر معاویہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن شبل کو لکھا کہ لوگوں کو حدیث کی تعلیم دو اور جب میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو تو مجھے حدیث سناؤ[5]

رسول کریم کے علم کے تین مرکز تھے، مدینہ، مکہ، کوفہ مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس مدینہ کے حضرت ابن عمر و حضرت زید بن ثابت کوفہ کے حضرت ابن مسعود تھے[6] حضرت عبداللہ بن مسعود کی [7] درسگاہیں [illegible]

حدیث کا تحریری ذخیرہ عہد خلافت راشدہ میں

خلافت راشدہ کا بہت تھوڑا زمانہ ایسا تھا جس میں مسلمان کسی قدر مطمئن رہے حضور کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیل گیا ادھر مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے ادھر غیر ممالک سے سلسلۂ جنگ قائم تھا حضرت عمر کا عہد جنگ و جہاد کے شباب کا زمانہ تھا حضرت عثمان کا زمانہ کسی قدر سکون کا زمانہ تھا مگر یہ اطمینان ان کے عہد حکومت میں نو سال رہا پھر شورش اور انتشار پھیل گیا حضرت علی کا کل زمانہ جنگ و جدال میں گزرا۔ اس لئے صحابہ کو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں ملا فتوحات ممالک کی فتح و ممالک مفتوحہ کا انتظام نو مسلموں کی تعلیم یہ ایسے زبردست مشاغل تھے کہ کسی کو فرصت ہی نہ تھی۔ درس حدیث کا سلسلہ حضور کے بعد ہی قائم ہو گیا تھا حضرت عمر نے باقاعدہ مدارس قائم کر دیئے تھے اور تحریر کی تاکید فرمادی تھی (قیدوا العلم

---

[1] تذکرۃ الحفاظ [2] موفق و درر الاقوال [3] مسند امام حنبل [4] مسند حنبل [5] اعلام الموقعین

بالکتاب۔ حدیث کو کتاب میں لکھ لیا کرو) حضرت انس اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے کہ لکھ لیا کرو[1]۔ پھر بھی اس قلیل عرصہ میں کافی تحریری ذخیرہ ہوگیا تھا۔

(۱) حضرت ابوبکر نے ایک مجموعہ حدیث مرتب کیا تھا اس میں پانسو حدیثیں تھیں[2]

(۲) آنحضرت صلعم کے غلام ابورافع سے حضرت ابن عباس نے حضور علیہ السلام کے حالات لکھے (ابن سعد)

(۳) حضرت علی کے فتاوٰی لکھے ہوئے تھے جن کو ابن عباس نے دیکھا تھا[3]

(۴) حضرت عمر نے یادداشتیں مرتب کی تھیں (خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبداللہ ابن عمر فاروق کو لکھا کہ میرے پاس حضرت عمر کے نوشتے اور ان کی سیرت اور اُن کے فیصلے جو کہ مسلمانوں اور ذمیوں کے بارے میں ہیں بھیجدو۔

(۵) ابوموسٰی اشعری نے حضرت عمر کے فیصلے اور خطوط جمع کئے تھے[4]

(۶) حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا[5]

(۷) امام حسن نے حدیثیں جمع کیں[6]

(۸) حضرت ابی بن کعب نے بطور تفسیر ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ اس مجموعہ سے امام جریر طبری نے کثرت سے اخذ کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد بن حنبل نے بھی اس میں سے لیا ہے (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

(۹) حضرت سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹوں کو خطوط لکھے اس میں کثرت سے حدیثیں تھیں (روایت امام ابن سیرین۔ اسد الغابہ)

(۱۰) ابن الخطاب عرف خیاط نے بیان کیا کہ میں نے واثلہ بن اسقع صحابی کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو حدیثیں لکھا رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے بیٹھے لکھ رہے تھے (ابن عدی۔ بیہقی)

(۱۱) انبار کے کتب خانہ میں کئی کتابیں صحابہ اور تابعین کی تالیف پائی گئیں (المستطرف)

(۱۲) حضرت زید بن ثابت نے کتاب الفرائض مرتب کی۔

جفظ و اختلاف

پھر تدوین حدیث خلافت راشدہ کے بعد پہلی قرن اول کے ختم یعنی سنہ ۱۰۰ھ تک

خلفاء راشدین کے بعد امیر معاویہ کو کچھ حدیثوں کی صحت اور تحریر پر توجہ رہی اُن کے بعد یزید پلید کا زمانہ تھا وہ نشہ حکومت میں عشرت میں سرشار رہتا۔ اس کی قسمت میں کسی قسم کی سعادت

[1] دارمی [2] تذکرة الحفاظ [3] مقدمہ صحیح مسلم [4] مقدمہ احیاء علوم [5] طبرانی [6] مقدمہ صحیح مسلم

بی نہ تھی۔ اسکے بعد جو لوگ ہوئے اُن کو امورِ دین سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لئے اب درس و تالیف و حفاظت حدیث کا تمام بار علماء امت کے سر رہا۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا تھا۔ صحابہ کم ہوتے جاتے تھے، مگر تابعین میں ایسے متبحر فضلا پیدا ہو گئے تھے جن سے صحابہ بھی مسائل دریافت کرتے تھے۔

(۱) حضرت ابن عباس کی مرویات کے کئی مجموعے مرتب ہوئے اہل طائف نے اپنا مرتب کردہ مجموعہ بخیال تصحیح ان کو دکھایا تھا[۱]

(۲) امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ سے بعد سلام نماز میں جو دعا حضور پڑھتے تھے لکھائی[۲]

(۳) مروان بن حکم نے حضرت زید بن ثابت کی حدیثیں لکھائیں[۳]

(۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جو ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اس کو ان کے صاحبزادے اور شاگرد ابو بردہ نے مرتب کیا جو نسخہ ابو بردہ عن ابی موسیٰ مشہور ہوا[۴]۔

(۵) خلیفہ عبد الملک بن مروان نے (۶۵ھ) سعید بن جبیر تابعی سے تفسیر لکھائی جو خزانہ شاہی میں رکھی گئی یہ تفسیر عطار بن دینار کے ہاتھ آگئی اور انہیں کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال)

(۶) ہمام ابن منبہ شاگرد ابو ہریرہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ اس صحیفہ کے حوالہ سے مسلم اور دیگر محدثین نے روائیتیں لکھی ہیں (مسند احمد بن حنبل)

(۷) ہمام ابن منبہ کی تصنیف بدء الخلق کے متعلق تھی۔ اس میں بہت حدیثیں تھیں اس کا نام کتاب المبتدا تھا یہ ۷۰۰ھ تک موجود تھی۔ یہ کتاب اب دکن سے شائع ہو گئی ہے۔

(۸) بشیر بن نہیک تابعی نے بیان کیا کہ میں جو حضرت ابو ہریرہ سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا اور جب ان سے رخصت ہونا ہوتا لکھا ہوا ان کو دکھا لیتا تھا۔ (ترمذی)

(۹) سعید بن جبیر حضرت ابن عباس کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔ (دارمی)

(۱۰) وہب تابعی نے حضرت جابر بن عبد اللہ کی مرویات لکھیں (تہذیب)

(۱۱) نافع تابعی حضرت ابن عمر کے سامنے حدیثیں لکھ لیتے (دارمی)

(۱۲) سلیمان بن قیس لشکری نے حضرت جابر کی روایات لکھیں (تہذیب)

(۱۳) ایک شخص کو حضرت ابن عمر نے خود حدیثیں لکھائیں (دارمی)

(۱۴) ابان نے حضرت انس کی مرویات لکھیں (دارمی)

(۱۵) ابو بردہ عامر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی مرویات جمع کیں۔

---

[۱] ترمذی کتاب العلل [۲] ابو داؤد [۳] مسند دارمی [۴] شرح بلوغ المرام

Marfat.com

(۱۶) عروہ بن زبیر نے غزوہ بدر کا حال لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا (طبری)

(۱۷) عروہ بن زبیر نے آنحضرت کے حالات میں دو کتابیں لکھیں (کشف الظنون)

(۱۸) براء بن عازب صحابی کی مرویات لکھی جاتی تھیں (دارمی)

(۱۹) امام شعبی نے ایک کتاب تصنیف کی جو ابواب پر منقسم تھی۔

(۲۰) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (المتوفی ۱۰۱ھ نے) قاضی ابوبکر بن حزم حاکم مدینہ (یہ انہیں عمر بن حزم کے پوتے تھے جو حاکم بحرین تھا اور جن کے لئے رسول کریم نے احکام صدقات تحریر کرائے تھے) اور دیگر ائمہ کو حکم دیا کہ حدیثیں جمع کریں[1]

حافظ ابن حجر نے ابونعیم کی تاریخ اصفہان سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حدیثیں جمع کرنے کا حکم خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھا تھا[2] ایک گورنر کو لکھا تھا۔

(اما بعد فامر اهل العلم ان ینشروا العلم فی مساجدهم فان السنة کانت قد امیتت) علماء کو حکم دے کہ اپنی مسجدوں میں حدیثوں کا درس دیں کیونکہ حدیثیں مرنے لگی ہیں[3]

سعد ابن ابراہیم کی روایت ہے (امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبنا ها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض له علیها سلطان دفترا)۔ ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کے دفتر لکھے، خلیفہ نے ان کی نقلیں ممالک محروسہ میں بھیجیں[4]

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کو حکم دیا کہ عمرہ بن عبدالرحمن (شاگرد حضرت عائشہ) کی حدیثیں جمع کریں (تہذیب التہذیب) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے امام زہری کو حدیثیں جمع کرنے پر مامور کیا اور ابوبکر بن حزم کو بھی حکم دیا۔ ان دونوں کے مجموعے مرتب ہو گئے[5]

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے جن بزرگوں نے تالیفات کی تھیں۔ ان میں سب سے پہلے، امام زہری کی کتاب مرتب ہوئی (ابن حجر نے شرح بخاری میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور امام سیوطی نے یہی لکھا ہے) امام زہری کی تالیفات اس کثرت سے تھیں کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد جب احادیث و روایات کا دفتر ولید کے کتب خانہ سے منتقل ہوا تو امام زہری کی تالیفات و مرویات گھوڑوں اور گدھوں پر لاد کر لائی گئیں[6]

(۲۱) علی بن طلحہ ہاشمی (شاگرد حضرت ابن عباس) نے ایک تفسیر لکھی تھی۔ اس کا ایک نسخہ مصر میں شیخ ابوصالح کاتب امام لیث کے پاس تھا۔

---

[1] بخاری کتاب العلم [2] فتح الباری [3] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز [4] جامع بیان العلم [5] زرقانی [6] تذکرۃ الحفاظ

Marfat.com

(۲۲) مجاہد تابعی نے تفسیر لکھی تھی۔

(۲۳) امام حسن بصری نے تفسیر لکھی تھی۔

(۲۴) عطاء بن ابی رباح نے تفسیر لکھی۔

(۲۵) محمد بن کعب القرظی نے تفسیر لکھی۔

(۲۶) سعید بن دینار نے تفسیر لکھی یہ عطاء بن دینار کے ہاتھ لگی۔ انہیں کے نام سے ہی مشہور ہوئی۔

(۲۷) موسیٰ بن عقبہ نے تصنیف کی۔

(۲۸) ابن جریج نے تصنیف کی۔

(۲۹) امام اعظم رح نے کئی کتابیں تصنیف کی۔ ان میں سے بعض موجود ہیں۔

(۳۰) معمر بن راشد نے مسند تصنیف کیا۔

(۳۱) سعید بن ابی عروبہ نے مسند لکھا۔

(۳۲) امام اوزاعی نے کئی ضخیم کتابیں لکھیں۔

(۳۳) ابن ابی ذئب نے مسند مرتب کیا۔

(۳۴) امام سفیان ثوری نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اُن کی تفسیر موجود ہے۔

(۳۵) حماد بن سلمہ نے مسند جمع کیا۔

(۳۶) سعد بن ابراہیم نے مسند تالیف کیا۔

(۳۷) ابو معشر نجیح سندی نے مغازی پر کتاب لکھی۔

(۳۸) ہشام بن عروہ نے کتاب تصنیف کی۔

(۳۹) محمد بن اسحاق نے تصنیف کی۔

(۴۰) امام زفر نے کتاب تصنیف کی۔

ان میں سے ان تصانیف کا ذکر مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی خطبات مدارس میں کیا ہے اگر تلاش کیا جائے تو اور بھی تصانیف کا پتہ چل سکتا ہے۔

تابعین کا شوق حدیث

حضرت ابو سعید خدری صحابی جب روایت کرتے تو لوگوں کی دیوار سامنے کھڑی ہو جاتی[1] ایک صحابی کے پاس اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ اُن کو کوٹھے پر چڑھ کر حدیث بیان کرنی پڑتی تھی۔

---

[1] مسلم شریف

Marfat.com

حضرت ابو الدرداء کے پاس مدینہ میں ملک شام سے ایک شخص سفر کر کے آیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ایک حدیث کے لئے آیا ہوں ۔ ابو الدرداء نے کہا کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے۔ اس نے کہا نہیں پھر کہا تجارت کو آئے اس نے کہا نہیں پھر آپ نے حدیث بیان کی[1]

سعد بن ہشام سفر کر کے مدینے حضرت عائشہ کی خدمت میں پہونچے اور رسول کریم کے اخلاق اور نماز تہجد کے متعلق سوال کیا حضرت عائشہ نے سب کا جواب دیا۔ ہشام نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے کہا۔ خدا کی قسم اس کا نام حدیث ہے[2]

حضرت ابو الدرداء جب مسجد میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت تھی جو حدیثیں دریافت کر رہی تھی[3]

ایک شہر کوفہ میں صرف ایک صحابی حضرت ابو ہریرہ کے آٹھ سو شاگرد تھے کوفہ میں ہزاروں اصحاب کا قیام رہا ہے۔ اس سے صرف ایک ہی شہر کے تابعین محدثین کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

تابعین نے ایک ایک حدیث کی تلاش میں مہینوں سفر کئے۔ دشت و جبل کی خاک چھان ماری ۔ بے آب و گیاہ میدانوں میں مارے مارے پھرے۔ سب مال و دولت اس طلب کی نذر کر دیا ۔ امام زہری مالدار آدمی تھے۔ تمام مال تلاش حدیث پر صرف کر دیا۔ آخر کار گھر کا شہتیر بھی بیچنا پڑا ۔ ابن مبارک نے چالیس ہزار درہم ۔ شیخ یحیی بن معین نے دس لاکھ خرچ کئے۔ اسی طرح ان بزرگوں کے معاصرین اور ان کے بعد والوں نے جان پر کھیل کر مال و متاع قربان کر کے حدیث حاصل کی ۔ ابن رستم نے تیس لاکھ، عبد اللہ نے ستر لاکھ ، علامہ ذہبی نے پندرہ لاکھ خرچ کیا[4]

تابعین کی احتیاط قبول حدیث میں

قرآن مجید نے اور حضور علیہ السلام نے روایت و درایت کے خاص خاص اصول بیان فرما دئیے تھے۔ صحابہ کا اس پر عمل تھا۔ اس کا ثبوت حضرت عائشہ اور دیگر اصحاب کے حالات میں ملے گا لیکن صحابہ چونکہ روایت کے معاملہ میں عدول ہیں اسلئے ان سے سند نہیں دریافت کی جاتی تھی جب صحابہ کے آخر دور میں وضع و تدلیس کا سلسلہ شروع ہوا تو سند کی پوچھ گچھ ہونے لگی۔ اس لئے تابعین نے روایت و درایت کے اصول کو وسعت دی اور سختی سے عمل کرنے لگے، امام ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ اسناد کو نہیں پوچھا کرتے تھے، جب فتنہ پیدا ہوا تو اسناد کی پوچھ گچھ ہوئی[5]

---

[1] ترمذی۔ ابو داود۔ ابن ماجہ [2] ابو داؤد [3] تذکرۃ الحفاظ [4] تاریخ الفقہ [5] کتاب العلل

Marfat.com

ابوالعالیہ کا قول ہے کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی مرو یات سُنتے۔ اس کی تصدیق کے لئے مدینہ جاتے اور خود ان کی زبان سے سُنتے۔[1]

امام شعبہ نے ایک شخص سے اس لئے روایت حدیث ترک کی کہ ایک دن اس کے گھر سے طنبورہ بجنے کی آواز سنی تھی۔

امام ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر نے ایک حدیث بیان کی میں نے دو سال بعد اس سے وہ حدیث پھر پوچھی۔ اس نے اسی طرح بیان کی۔

عبدالملک بن عمیر کا قول ہے کہ میں حدیث بیان کرتا ہوں اور اس میں ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا۔ امام قتادہ کا قول ہے کہ جو میرے کانوں نے سُنا ہے۔ اس کو میرے دل نے محفوظ کر لیا ہے،

تابعین کی احتیاط بیان حدیث میں

جب کوئی تابعی حدیث بیان کرتا تو پہلے سند بیان کرتا۔ اگر کوئی عقیدت مند سند سننا نہ چاہتا تو وہ اس کو کبھی قبول نہ کرتے اور سند ضرور بیان کرتے،

امام زہری ایک دن سفیان بن عتبہ سے ایک حدیث بیان کرنے لگے۔ سفیان چوں کہ امام کے علو مرتبت سے واقف تھے اور معتقد تھے کہنے لگے کہ سند تفر مائیے بس حدیث بیان کیجئے امام نے کہا کہ تو بلا زینہ چھت پر چڑھ سکتا ہے[2]

جس طرح بعض صحابہ حدیث بیان کرنے میں رسول کریم کا نام مبارک لیتے ہوئے گھبراتے تھے کہ مبادا ہم سے سہواً کوئی تغیر ہو جائے اور اس طرح حضور کی طرف جھوٹ کا ارتکاب ہو اسی طرح تابعین بھی حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے۔

امام ابراہیم نخعی نے ایک حدیث بیان کی۔ لوگوں نے کہا کیا تمہیں یہی ایک حدیث معلوم ہے اور نہیں۔ امام نے کہا مجھے بہت حدیثیں معلوم ہیں۔ مگر میں روایت میں محض ابن مسعود اور علقمہ تک پہونچا دیتا ہوں اور یہی مجھ کو پسند ہے[3] یعنی رسول کریم تک نہیں پہونچاتا صرف صحابی یا تابعی تک پہونچا دیتا ہوں۔

صحابہ کے بعد مدارس حدیث

محدث علی بن عاصم کی درس گاہ تھی۔ جس میں تیس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے،

شیخ یزید ابن ہارون کی درس گاہ بغداد میں تھی ستر ہزار آدمی شریک ہوتے تھے[4]

---

[1] مسند دارمی [2] تدریب الراوی [3] مسند دارمی [4] تذکرۃ الحفاظ

Marfat.com

شیخ عاصم ابن علی کی درس گاہ میں حاضرین کا تخمینہ ایک لاکھ بیس ہزار کیا گیا تھا[1]

ابومسلم نے جب بغداد میں درس دینا شروع کیا تو اس میں چالیس ہزار لکھنے والوں کا شمار ہوا اور سامعین اس کے علاوہ تھے[2]

شیخ سلیمان بن حرب محدث کے درس کے لئے قصر خلافت کے قریب ایک مرتفع جگہ منبر دکھا گیا۔ خلفا اور امرا جمع ہوتے۔ شیخ کی زبان سے جو لفظ حدیث کا نکلتا۔ مامون رشید خود لکھتا اس درس کے حاضرین کا تخمینہ چالیس ہزار تھا۔

شیخ علامہ فریابی نے بغداد میں درس حدیث شروع کیا تو تین سو تین سو مستملی مقرر کئے جاتے حاضرین کا اندازہ تیس ہزار تک ہوتا تھا۔ دس ہزار آدمی دوات قلم لیکر لکھتے تھے[3]

شیخ یزید ابن ہارون کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ کے درس میں ستر ہزار آدمی شریک ہوتے تھے[4]

امام ابراہیم نخعی کے درس میں اس کثرت سے آدمی جمع ہوتے تھے کہ شیخ کی آواز سب نہ سن سکتے تھے[5]

حدیث و مسائل میں اختلاف صحابہؓ و اختلاف تابعین کے وجوہ

حدیث و مسائل کے متعلق صحابہ اور تابعین کے اختلاف کو زمانہ حال کے اختلاف پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ ان کا اختلاف وہ اختلاف تھا جس کے متعلق حضور نے فرمایا ہے کہ رحمت ہے اور درحقیقت رحمت ہے کیوں کہ اس اختلاف سے بعض مسائل مشکلہ میں عمل کرنے کے لئے چند صورتیں پیدا ہو گئیں۔

حضرت عثمان سے چند مسائل میں بعض صحابہ کو اختلاف تھا مگر سب بدستور ان کے حلقہ بگوش رہے۔ اختلاف میں اتحاد کے قائم رہنے کا سبب یہ تھا کہ ان کے اختلاف میں نفسانیت کا شائبہ نہ تھا بلکہ اس کے چند خاص وجوہ تھے۔

(۱) حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں ایک امر کے پابند نہ تھے اس لئے جس نے جیسا دیکھا اسے گرہ باندھ لیا۔

(۲) بعض اعمال کو بخیال سہولت حضور نے خود کئی طرح کرکے دکھایا۔

(۳) احکامات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبدل ہوا ہے جس کو اس ترمیم کی اطلاع نہیں ہوئی وہ بدستور حکم سابق پر قائم رہا۔

[1-4] تذکرۃ الحفاظ [5] تاریخ الفقہ ناظم

Marfat.com

(۴) کسی معاملہ کے متعلق ایک صحابی نے رسول کریم سے کچھ سنا۔ دوسرے نے نہیں سنا اس لئے اس نے اجتہاد سے کام لیا۔

(۵) رسول کریم کے بعض افعال کو بعض اصحاب نے عبادت پر محمول کیا بعض نے اباحت پر، زمانہ حج میں نزول محصب کو حضرت ابن عمر سنن حج میں شمار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس امر اتفاقی قرار دیتے ہیں۔

(۶) رسول کریم کے کسی فعل کی صحابہ نے اپنے ظن سے مختلف حیثیتیں قائم کرلیں جیسے حجۃ الوداع کے متعلق اصحاب کہتے ہیں کہ آپ قارن تھے، بعض کہتے ہیں متمتع تھے، بعض کہتے ہیں کہ منفرد تھے،

(۷) بعض اختلافات سہو ونسیان کی بنا پر ہوئے، حضرت ابن عمر کا خیال ہے کہ رسول کریم نے رجب میں عمرہ کیا۔ حضرت عائشہ اس کو سہو ونسیان کا نتیجہ قرار دیتی ہیں،

(۸) بعض اختلافات پوری روایت کے نہ سننے سے ہوئے،

(۹) بعض اختلافات روایت کے پورے اجزاء محفوظ نہ رکھنے سے ہوئے،

(۱۰) کسی حکم کی علت میں اختلاف ہوا جیسے جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا۔ کسی نے کہا تعظیم میت کے لئے تھا کسی نے کہا تعظیم ملائکہ کے لئے۔

(۱۱) رسول کریم کے دو متضاد احکام کے تطبیق دینے میں اختلاف ہوا۔

(۱۲) کسی حکم کا شان نزول نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوا۔

مگر ان تمام اختلافات نے عداوت ومخالفت پیدا نہیں کی بلکہ وہی اخلاص رہا۔ اور یہ اختلافات امت کے لئے مفید ہی ہوئے رسول کریم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابی ستاروں کی مثل ہیں تم جس کے پیچھے چلے جاؤ گے نجات پا جاؤ گے۔ تابعین کے اختلاف کی بھی یہی صورت ہے جس تابعی نے جس صحابی سے علم حاصل کیا اس نے اپنے عمل اور اپنے اجتہاد کا مدار اپنے استاد کے اقوال وافعال پر رکھا۔

وضع وتلبیس حدیث اور اسکے موجد

وضع حدیث کی ابتدا خلافت راشدہ کے بعد سے ہوئی ہے اشرار نے مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لئے بعض نئی حدیثیں بنائیں۔ بعض میں کچھ تغیر کیا۔ اس عہد میں جو حدیثیں گھڑی گئیں وہ سیاسی اختلافات پیدا کرنے والی تھیں، رفتہ رفتہ یہ سلسلہ عقائد واعمال تک پہنچا،

Marfat.com

اس کے بانی حضرت عثمان اور حضرت علی کے مخالفین تھے ؛

وضع و تدلیس حدیث اور اس کی غرض

قرن اول کے اخیر زمانہ میں وضع و تدلیس حدیث کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ روایت و درایت کے خاص اصول قرآن مجید میں مذکور ہیں اور بعض امور حدیث میں ہیں صحابہ ان اصول کے عالم و ماہر تھے اور ان پر عمل کرتے تھے تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کے تعامل کو دیکھ چکے تھے اس لئے وضاعوں اور مدلسوں کی قلعی کھل گئی اگرچہ ائمہ کو اس معاملہ میں سخت مشکلات کا سامنا ہوا مگر خدا کے ان مقبول اور جانباز بندوں نے ہر مشکل کو حل کر کے چھوڑا۔

حدیث کی وضع اور اس کی تدلیس کئی اغراض کے تحت میں ہوئی ہے ۔

(۱) صحابہ کے بعد آنے والی نسل کو رسول کریم کے اقوال و افعال معلوم کرنے کا بہت شوق تھا۔ تمام دنیا میں اسلامی فتوحات پھیل گئی تھیں، اس لئے جہاں کوئی حدیث جاننے والا جاتا تھا لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے محدثین کی ایسی قدر و منزلت تھی کہ سلاطین و امرا بھی اُن پر رشک کرتے تھے سلاطین کی حکومت جسموں پر تھی، محدثین کی حکومت قلوب پر تھی۔ شاہی محلات بھی محدثین کے حدود حکومت سے خارج نہ تھے اس لئے بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ وہ حدیثیں جمع کریں تاکہ مرجع خلائق بنیں اس زمانہ میں حدیثوں کا تحریری ذخیرہ بھی کافی تھا جو اکثر ممالک میں منتشر ہو چکا تھا۔ ائمہ ہدیٰ بھی تعدد میں ہر جگہ موجود رہتے اس لئے جن لوگوں کے سر میں حب جاہ کا سودا تھا لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے نئی نئی حدیثیں گھڑنے لگے بعض اصل حدیثوں میں کچھ تصرف کر کے جدت کے ساتھ بیان کرنے لگے۔

(۲) اسلام میں کئی جدید فرقے پیدا ہو گئے تھے ان فرقوں کے زعماء نے اپنے خیالات اور عقائد کی تائید کے لئے حدیثیں وضع کیں کیوں کہ قرآن میں تو لفظی تصرف ممکن نہیں تھا۔ معنوی تصرف کا ثابت کرنا مشکل ہے اس لئے ان لوگوں کو قرآن کی طرف سے مایوسی ہوئی، صرف حدیث ایسی چیز تھی جس پر دست درازی کر کے مطلب برآری کی امید کی جا سکتی تھی، چنانچہ اس علم پر حملے کئے گئے جو ایک حد تک کامیاب ہوئے ۔

(۳) مخالفین اسلام نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے اور مسلمانوں کو بھٹکانے کے لئے حدیثیں بنائی ،

(۴) بعض نادان دوستوں یعنی اہل حق میں سے ان لوگوں نے جو عابد و زاہد و صوفی تھے نیک نیتی

Marfat.com

سے ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کیں اس قسم کے وضاعوں سے زیادہ نقصان پہونچا ہے، مشہور امام شیخ یحییٰ شمس الدین نودی وشقی نے لکھا ہے یوں تو واضعین حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں مگر ان میں زیادہ ضرر اس قوم سے ہوا کہ جو زہد کی طرف منسوب ہے[1] اسی لئے محدث ابن جوزی نے اہل تصوف کی روایتوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے، میسرہ ابن عبد ربہ نے کہا میں نے حدیثیں اس لئے وضع کیں کہ لوگ ڈر کر زہد کی طرف راہ اختیار کریں[2]

(۵) بعض اہل حق نے باطل فرقوں سے نفرت دلانے کے لئے حدیثیں وضع کیں، مہلب ابن ابی صفرہ عابد زاہد آدمی تھے اگر خوارج کے خلاف حدیثیں وضع کرتے تھے۔

(۶) بعض باطل فرقے کے لوگوں نے بھی ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کیں جیسے فرقہ کرامیہ کے لوگ[3]

وضع و تدلیس کا طریقہ

(۱) یا تو وضاع اپنے مقصد کو بہترین الفاظ و عبارت میں بطور امر یا نصیحت ظاہر کرتا ہے۔

(۲) یا کسی بزرگ، یا حکیم کے قول یا بنی اسرائیل کی روایات کو حدیث لکھکر بیان کرتا ہے۔

(۳) یا کسی حدیث میں اپنے مقصد کی موافق الفاظ کم و بیش کر کے بیان کرتا ہے۔

(۴) یا ضعیف حدیث کی سند کو صحیح حدیث کی سند سے بدل سکتا ہے۔

(۵) یا حدیث کا اصل لفظ بھول جاتا ہے اس کی جگہ کوئی مرادف لفظ لگا دیتا ہے۔

قرن اول میں علم حدیث کی کیفیت

یہ شروع سے بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ حدیث کی ابتداء، حدیث کی ضرورت، حدیث پر عمل اسی وقت سے ہے جب سے کہ حضور مبعوث برسالت ہوئے۔

حضور کے عہد میں صحابہ حدیثیں بیان بھی کرتے تھے لکھتے بھی تھے، حفظ بھی کرتے تھے، ان سے استنباط مسائل بھی کرتے تھے حضور کے عہد میں حدیث کا کافی ذخیرہ تحریری موجود تھا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حدیثیں جمع کر کے ایک کتاب مرتب کی تھی اس کا نام بھی صادقہ رکھا تھا۔ اس میں کوئی ترتیب ابواب و فصول کی نہ تھی بلکہ جو حدیث سنی وہ لکھ لی، عہد خلافت راشدہ میں حدیث کے مدارس قائم تھے درس کا طریقہ یہ تھا کہ شیخ حدیث بیان کرتا، سامعین سنتے، سمجھتے اور بعض لکھتے۔

---

[1] التقریب والتیسیر [2] تدریب الراوی [3] تدریب الراوی

Marfat.com

اس عہد میں حضرت زید بن ثابت نے کتاب الفرائض اور ابن عباسؓ نے حضورؐ کی سیرت مرتب کی خلافت راشدہ کے بعد آخر زمانہ قرن اول تک بہت سی مستقل تصانیف ہوئیں ان میں سے بعض کا ذکر آچکا ہے اس وقت تک جس قدر تالیفات ہوئیں ان میں کوئی ترتیب ابواب و فصول کی نہ تھی بلکہ تابعین نے اپنے اپنے شیوخ اصحاب کی حدیثیں جمع کی تھیں،

ہمام ابن منبہ تابعی کے صحیفہ کا ذکر دحوالہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے" امام سیوطی رحمۃ نے لکھا ہے کہ امام شعبی نے ایک کتاب ترتیب ابواب و فصول کے ساتھ مرتب کی تھی۔

قاضی ابوبکر کی کتاب میں غالباً عمرہ کی حدیثیں ہوں گی کیونکہ خلیفہ نے خصوصیت سے عمرہ کی حدیثیں لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اوائل سیوطی میں حافظ ابن حجر کی شرح بخاری سے نقل کیا گیا ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سب سے پہلے امام زہری کی کتاب مدون ہوئی۔ اس کتاب کی تقسیم ابواب و فصول پر تھی اسوقت سے یہ طریقہ رائج ہوا کہ ہر عنوان کے تحت میں جس قدر حدیثیں آتیں لکھتے اور ایک باب جامع الابواب کے نام سے ہوتا صحابہ اور اپنے شیوخ کے اقوال اور فتوی بھی دیتے، درس کا وہی طریقہ تھا جو عہد صحابہ میں تھا لیکن طلبہ کی کثرت کی وجہ سے شیوخ کو مجلس مقرر کرنے پڑتے تھے اصول درایت و روایت تو قرآن حدیث ہی میں تھے، لیکن عہد صحابہ میں ان سے کام کم لیا جاتا تھا کیوں کہ تمام راوی صحابہ ہی تھے جن کی طرف روایت میں جھوٹ کا گمان نہیں ہو سکتا خلافت راشدہ کے بعد ان اصول پر پوری طرح عمل درآمد ہوا اور جوں جوں زمانہ گذرتا، ان میں شدت ہوتی گئی امام شعبہ نے ان اصول کو وسعت دی مگر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک اور زمانہ خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے زمانہ کے متعلق حدیث کے جس قدر تحریری ذخیرہ کی اس کتاب میں نشاندہی کی گئی ہے بس اسی قدر ہے، یہ ایک سرسری تلاش کا نتیجہ ہے اگر ذرا غور و کاوش سے تلاش کیجائے تو اور تحریرات کا بھی پتہ چل سکتا ہے، اس قرن کی تالیفات و تحریرات و تصنیفات کچھ دست برد زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ کچھ بعد کی تصانیف میں مدغم ہو گئیں، صادقہ کا پتہ دوسری صدی ہجری تک ملتا ہے کیونکہ مجاہد نے مصنف کے پڑپوتے عمر بن شعیب کے پاس یہ مجموعہ دیکھا تھا، صحیفہ ہمام بن منبہ کی نقل صحیح مسلم وغیرہ میں ہے، انبار کے کتب خانہ میں اس عہد کی کئی تالیفات کا پتہ چلا، حضور علیہ السلام کے چند خطوط سلاطین اب تک بجنسہ محفوظ و موجود ہیں، امام اعظم اور سفیان ثوری کی تصانیف موجود ہیں۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کے عہد اور زمانہ خلافت راشدہ میں جس طرح احادیث سے استنباط مسائل کرتے تھے وہی صورت آخر تک قائم رہی۔ جس جگہ جو صحابی تھا وہی مجتہد تھا، وہاں کے لوگ اُسی کی تقلید کرتے تھے، نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

" پھر تابعین آئے وہ بھی بلاد متفرقہ میں تھے انہوں نے تفقہ اسی صحابی سے کیا جو اُن کے شہر میں تھا وہ اس صحابی کے فتوی سے تجاوز کرتے تھے[1]

صحابہ کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تو اول قرآن میں تلاش کرتے، پھر حدیث میں تلاش کرتے اگر دونوں میں نہ پاتے تو اجتہاد وقیاس سے کام لیتے نواب صاحب لکھتے ہیں،

جس شہر میں جو صحابی ہوتا تھا وہ موافق حدیث کے حکم کرتا تھا ورنہ اس شہر کا امیر اپنے اجتہاد سے حکم دیتا تھا[2]

تابعین کا یہ اصول تھا کہ وہ قرآن و حدیث کے بعد صحابہ کے اقوال و افعال میں تلاش کرتے پھر اجتہاد سے کام لیتے تھے اس لئے صحابہ کے بعد تابعین ومصنفین قرن اول نے جو کتابیں تصنیف کیں ان میں حدیثوں کے ساتھ اقوال صحابہ و تابعین بھی لکھے۔

اس قرن میں حدیث کے متعلق جو تالیفات ہوئیں وہ گیارہ قسم کی تھیں۔

(۱) حضور کے عہد میں بلالحاظ کسی ترتیب کے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی کتاب صادقہ

(۲) عہد خلافت راشدہ میں حضرت زید بن ثابت نے یہ جدت کی کہ ایک ہی مضمون کی حدیثیں جمع کر کے کتاب الفرائض مرتب کی،

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس نے سیرت کی بنیاد قائم کی کہ حضور علیہ السلام کے حالات لکھے۔

(۴) خلافت راشدہ کے بعد یہ طرز پیدا کہ حدیثوں کے ساتھ خلفاء کے فیصلے اور فتوے لکھے گئے،

(۵) حضرت ابوموسی اشعری نے یہ جدت کی کہ صرف ایک شخص کے فیصلے اور خطوط جمع کئے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔

(۶) حضرت ابی بن کعب نے تفسیر کی بنیاد قائم کی،

(۷) تابعین نے اپنے استاد صحابہ کی حدیثیں جمع کیں اس کے موجد ہمام بن منبہ تھے۔

(۸) بعض تابعین نے حدیث کے ساتھ اقوال اور قضایا اور فتاوی خلفاء و صحابہ اور اپنے اساتذہ تابعین کے فتاوی جمع کئے،

(۹) امام شعبی نے یہ جدت کی کہ اپنی کتاب کو ابواب و فصول پر جمع کیا۔

---

[1] کشف الغمہ [2] کشف الغمہ

(۱۰) امام زہری نے یہ بدعت کی کہ نمبرہ میں باب جامع الابواب کے نام سے قائم کیا۔

(۱۱) امام ابوحنیفہ نے حدیثوں سے استنباط مسائل کا مستقل سلسلہ قائم کر کے تصانیف کیں۔

اس عہد میں اور بھی مصنف و مؤلف ہوئے ہیں۔

حدیث قرن ثانی میں!

اس قرن میں کثرت سے تصنیفات و تالیفات ہوئیں، حدیثوں کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے فتوے بھی جمع کئے جاتے تھے اور بعض مؤلف صرف حدیثیں جمع کرتے تھے اس قسم کو مسند کہتے ہیں اس عہد میں مسندات کا طرز زیادہ پسند کیا گیا۔

امام مالک نے ابواب فقہیہ پر اپنی کتاب مؤطا کو مدون کیا۔

امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر نے مسند مرتب کیا یہی سب سے پہلا مسند ثابت ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد نے یہ بدعت کی کہ ابواب فقہیہ کے متعلق موافق مخالف احادیث کو جمع کر کے محاکمہ کیا، اسی طرز کی ان کی کتاب کتاب الحج ہے،

شیخ یحییٰ بن سعید القطان نے یہ بدعت کی کہ اسماء الرجال پر تصنیف کی،

سراج الدین عمر بن الملقن (المتوفی ۸۰۴ھ) نے کتاب تذکرہ فی علوم الحدیث تصنیف کر کے ایک جدید و مفید فن کی بنیاد ڈالی۔

شیخ عبداللہ بن مبارک نے چالیس حدیثیں جمع کر کے اربعینات کی بنیاد قائم کی (مجھے متقدمین کی لوسے اربعینات کے نام معلوم ہیں چوں کہ ان سب میں مقدم شیخ ابن مبارک ہیں اس لئے میں نے انہیں کو اربعین کا موجد خیال کیا۔ یہ بدعت انہوں نے حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ فی زمرۃ الفقہاء والعلماء کے تحت میں کی ہوگی۔ یہ حدیث ضعیف ہے ممکن ہے کہ شیخ کو کسی قوی ذریعہ سے پہونچی ہو کیونکہ شیخ ابن مبارک تو ضعیف حدیث کو لینے والے نہ تھے) ان کی ایک کتاب کتاب الزہد والرقاق ہے جو بیاع قمرین کے کتب خانہ میں موجود ہے،

ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے کتاب تصنیف کر کے فن غریب الحدیث کی بنیاد قائم کی۔

اس عہد میں درس کا وہی قدیم طریقہ رائج تھا۔ امام مالک نے اس طرز کو بدلا اور یہ طرز اختیار کیا کہ شاگرد پڑھتا۔ امام صاحب سنتے۔ کثرت سے مدارس تھے، بعض بعض شہروں میں متعدد مدارس تھے،

اس عہد میں بہت سے مصنفین کثیر التصانیف ہیں امام محمد ۹۹۹ تصانیف کے مالک ہیں۔

Marfat.com

اس قرن کے اکثر مصنفین کی تصانیف موجود ہیں۔

حدیث قرن ثالث میں

اس عہد میں محدثین اور مدارس حدیث کثرت سے تھے محدثین میں کم ایسے گذرے ہیں جنہوں نے مسند یا کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ اکثر شیوخ کے درس میں تو قدیم طرز رائج تھا بعض نے امام مالک کا طرز اختیار کر لیا تھا۔

امام شافعی نے کتاب الام وغیرہ تصنیف کیں۔

امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم ازرقی (المتوفی ۲۲۳ھ) نے تاریخ مکہ لکھی۔

ابوعبیدہ قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۵ھ) نے غریب الحدیث تالیف کی یہ کتاب چالیس برس کی محنت سے مرتب ہوئی۔

شیخ یحییٰ بن معین نے بارہ لاکھ حدیثیں لکھائیں اور ایک تاریخ تصنیف کی جس کی ترتیب حروف معجم پر تھی۔

امام احمد بن حنبل نے مسند جمع کیا۔ یہ مسند تمام مسانید میں مستند ہے

ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ العدنی (المتوفی ۲۴۳ھ) نے مسند مرتب کیا اس کا نام مسند ابن ابی عمر تھا

شیخ حسین بن علی بن یزید الکرابیسی بغدادی صاحب الشافعی (المتوفی ۲۴۵ھ) نے یہ جدت کی کہ اسماء مدلسین جمع کر کے کتاب اسماء المدلسین مرتب کی۔

امام بخاری نے یہ جدت کی کہ صرف صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا۔

اس عہد کے بہت سے مصنفین کی کتابیں موجود ہیں۔

حدیث عہد اختلافی میں

اس عہد اختلافی میں محدثین ومصنفین اور مدارس حدیث کثرت سے تھے تقریباً ہر محدث نے مسند لکھا یا کوئی تصنیف کی درس میں دونوں طریق رائج رہے۔

ائمہ ستہ میں سے امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ نے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا۔

ابومسلم نے علم علل حدیث ایجاد کیا اور اس فن پر تصنیف کی۔ اس فن کا منشا یہ تھا کہ متن یا سند حدیث میں جو علت ہو ظاہر کر دی جائے[1] ان کی ایک کتاب کتاب الاسماء والکنیٰ بھی ہے جو کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں ہے۔

---

[1] کشف الظنون

Marfat.com

ابوبکر احمد بن زہیر النسفی البغدادی (المتوفی سنہ ۲۷۹ھ) نے تاریخ لکھی جو تاریخ ابن ابی خیثمہ مشہور ہے کتب خانہ جامع قرویین میں ہے۔

ابی اسحاق ابراہیم بن حرب العسکری (المتوفی سنہ ۲۸۲ھ) نے مسند ابوہریرہ مرتب کیا۔

ابی بکر احمد بن عمرو الشیبانی (المتوفی سنہ ۲۸۷ھ) نے مسند مرتب کیا مسند ابن ابی عاصم مشہور تھا

قرون ثلاثہ میں ہزاروں محدث ہوئے اور تصانیف کی تعداد بھی ہزاروں تک پہونچی مگر صحاح ستہ کی کتابوں سے بہتر کوئی کتاب مرتب نہ ہوئی، اس لئے بھی سر کہ نظر ہو گئیں، صحاح ستہ سے پہلے کی اکثر تصانیف معدوم ہو گئیں، کیوں کہ پریس و مطابع نہ تھے، جس کسی کے پاس کوئی کتاب تھی قلمی تھی۔ اور عالم اسلام کو قسم قسم کے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، شہر لوٹے گئے، جلائے گئے، ان تمام امور کے علاوہ جب اُن سے بہتر کتابیں طیار ہو گئیں تو لوگوں کو اُن کی حاجت نہ رہی۔ یہ بعینہ ایسی صورت ہے جیسے خلیل و ابوعبید وغیرہ ائمہ نحو کی تصانیف متاخرین کی تصانیف کے بعد معدوم ہو گئیں، لیکن اُس قدیم ذخیرہ میں سے پھر بھی بہت کچھ باقی ہے اور معدوم شدہ کتب کے حوالے اور تذکرے کتب تاریخ و سیر و رجال و حدیث میں موجود ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم کے بعد بہتوں نے صحیح حدیثیں جمع کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی مجموعہ مکمل طیار نہ ہو سکا۔ کیونکہ امام بخاری نے خود فرمایا ہے کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔ ارباب سنن اربعہ نے بھی حدیثوں کا التزام کیا اور انہیں محدثین کے قریب زمانہ کے دو محدث محمد ابن خزیمہ اور اُن کے شاگرد ابن حبان نے بھی کوشش کی اور وہ بہت کچھ کر سکے مگر تکمیل نہ کر سکے اور جو کچھ کیا اس کو ارادہ کے موافق نباہ بھی نہ سکے کیوں کہ ان کی کتابوں میں دوسری قسم کی حدیثیں بھی ہیں غرض جو قبولیت کتب ستہ کو حاصل ہے وہ کسی کے حصہ میں نہ آسکی۔

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صحیح ابن حبان کے مقبول نہ ہونے میں ان شکوک و شبہات کا بھی دخل ہے جو اُن کے خیالات پر کئے گئے ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ کے نظروں سے گرنے کا بھی یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے راوی ابن حبان ہیں۔

ابو محمد عبداللہ بن علی الجارود (المتوفی سنہ ۳۰۷ھ) نے المنتقی لابن الجارود لکھی یہ صحیح ابن خزیمہ سے مستخرج ہے۔

Marfat.com

ابو محمد بن احمد الدولابی (المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) نے کتاب الاسماء والکنی مرتب کی یہ کتاب مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے۔

اس دور تک جو تصانیف ہوئیں، ان میں سے ۱۶ مسندوں اور ۲۸ معجموں کے نام تو مجھ کو معلوم ہیں، اس دور کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔

قرون ثلاثہ کے بعد

قرون ثلاثہ میں زیادہ تر حدیثیں جمع کرنے کا کام ہوا البتہ علم حدیث کے لئے کچھ فنون بھی ایجاد ہوئے، لیکن تہذیب و ترتیب اور ایجادات کا دور عہد اختلافی سے شروع ہوتا ہے اس کے بعد ہر مصنف اپنی تصنیف میں کوئی نہ کوئی مفید جدت پیدا کرتا رہا اور فنون کو بہترین ترتیب و تہذیب سے مدون کیا گیا، ہر فن کے متعلق کثیر تصانیف ہوئیں۔

ابو القاسم بن اصبغ القرطبی (المتوفی سنہ ۳۴۰ھ) نے کتاب ناسخ الحدیث و منسوخہ لکھی۔

ابو علی اسماعیل بن قاسم القالی (المتوفی سنہ ۳۵۶ھ) نے غریب الحدیث کے متعلق کتاب التاریخ تصنیف کی۔

ابو القاسم طبرانی (المتوفی سنہ ۳۶۰ھ) نے تمام طرق حدیث کو ایک جگہ جمع کرنے کا قصد کیا تین معجم تالیف کئے معجم صغیر، معجم اوسط، معجم کبیر، حضرت ابو ہریرہ کی مرویات کو علیحدہ جمع کرنے کا قصد تھا مگر موت نے فرصت نہ دی۔

ابو محمد حسن بن عبد الرحمن رامہرمزی (المتوفی سنہ ۳۶۰ھ) نے ایک کتاب المحدث الفاضل لکھی، یہ کتاب علوم حدیث پر پہلی کتاب تھی، یہی فن مرتب و مہذب ہو کر فن اصول حدیث کہلایا لیکن یہ کتاب جامع نہ تھی

ابی سلیمان احمد بن محمد الخطابی (المتوفی سنہ ۳۸۸ھ) نے اصلاح اغلاط المحدثین تصنیف کی ابی عبید احمد بن محمد (المتوفی سنہ ۴۰۱ھ) نے الغریبین تصنیف کی۔

ابو عبد اللہ محمد بن عبد الحاکم (المتوفی سنہ ۴۰۵ھ) نے بخاری و مسلم پر مستدرک لکھا، ان سے پہلے بھی بعض محدثین نے یہ کام کیا تھا اور بعد میں بھی کیا مگر حاکم کی طرح کوئی جامع کتاب تیار نہ کر سکا حاکم نے اور بہت سی تصانیف کیں جنہیں سب سے اہم المدخل الی علوم الحدیث ہے۔

شیخ ابی بکر احمد بن عبد الرحمن شیرازی (المتوفی سنہ ۴۰۷ھ) نے القاب الرواۃ تصنیف کی۔

ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی (المتوفی سنہ ۴۳۰ھ) نے حلیۃ الاولیا لکھی۔ اسماء الرجال پر کتابیں

Marfat.com

لکھیں، ایک معجم مرتب کیا۔

ابوبکر احمد بن حسن البیہقی (المتوفی سنہ ۴۵۸ھ) نے تمام طرق حدیث کی جامع کتاب سنن کبریٰ تالیف کی اور اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (المتوفی سنہ ۳۸۵ھ) نے ایک سنن مرتب کی اور دیگر فنون پر بہترین تصانیف کیں، ان کی ایک کتاب المؤتلف والمختلف اور ایک کتاب العلل بھی ہے۔

ابوبکر احمد بن علی (المتوفی سنہ ۴۶۳ھ) نے ہر شعبہ علم حدیث پر مستقل بہترین تصانیف کیں، یہ بہت سی جدتوں اور سہولتوں کے موجد ہیں، ان کی ایک کتاب اجازۃ المجہول والمعدوم ہے،

حافظ عبد الغنی بن سعید الازدی المصری (المتوفی سنہ ۴۰۹ھ) نے آداب المحدثین وغیرہ بہت سی تصانیف کیں۔

علامہ ابن جوزی نے (المتوفی سنہ ۵۱۶ھ) خدمت حدیث میں یہ جدت کی کہ موضوعات کو ایک جگہ جمع کر دیا، لیکن موضوعات کی تلاش میں بیجا سختی سے کام لیا، بڑے بڑوں پر ہاتھ صاف کر گئے بعض حسن حدیثوں کو بھی موضوع کہہ گئے، اس پر علماء نے ان کی تردید کی، امام سیوطی نے ان کی تردید میں التعقبات علی الموضوعات لکھی، اسی طرح عراقی ابن صلاح وابن حجر نے ان کے خلاف لکھا۔

علامہ رزین (المتوفی ۵۲۵ھ) نے یہ جدت کی کہ مؤطا اور صحاح ستہ کی اُن تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کیا جو اصول مشہورہ ہیں مگر ان کے ساتھ کچھ اور بھی اضافہ کر دیا یہ اضافہ اصول کے ہم پایہ نہ تھا، ان کی کتاب کی ترتیب مسانید صحابہ پر تھی۔

علامہ ابن اثیر (المتوفی سنہ ۶۰۶ھ) نے یہ جدت کی کہ رزین کی کتاب کو حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ ابواب پر مرتب کیا۔

حافظ محمد الدین محمد بن محمود (المتوفی سنہ ۶۴۳ھ) نے کتاب انساب المحدثین لکھی۔

شیخ ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن الخطیب (المتوفی سنہ ۷۴۲ھ) نے مشکوٰۃ المصابیح تصنیف کی۔

حافظ ضیاء الدین مقدسی (المتوفی سنہ ۶۴۳ھ) نے موافقات تصنیف کی۔ اس میں یہ جدت کی کہ اول اُن حدیثوں کو جمع کیا جن پر شیخین وترمذی وابوداؤد ونسائی کا اتفاق ہے،

حافظ ذہبی (المتوفی سنہ ۷۴۸ھ) نے اسماء الرجال اور تاریخ میں متعدد کتابیں لکھیں، سیر النبلاء ان کی لاجواب کتاب ہے، مستدرک حاکم، خطیب، طبرانی، بیہقی، حافظ جمال الدین مزی کی تصانیف کو مختصر

Marfat.com

کر کے کار آمد بنایا۔

مجد الدین ابی طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ) نے یہ جدت کی کہ ضعیف احادیث کو جمع کر دیا۔ ان کی کتاب الاحادیث الضعیفہ چار جلدوں میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) فتح الباری شرح صحیح بخاری ان کی بے مثال تصنیف ہے، اسماء الرجال پر کتابیں مرتب کیں، فتح الباری یعنی ہدی الساری اور القول المسدد میں صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل کی احادیث پر جو شبہات تھے اُن کو رفع کیا۔ اُن کی کتاب درایہ علامہ زیلعی کی کتاب نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ کا ملخص ہے، اصول حدیث میں نخبۃ الفکر ایک مفید و بہتر تالیف ہے، المقترب فی بیان المضطرب نہائیت نفیس تالیف ہے، امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر کو ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) نے پانچ سو کتابیں تصنیف کیں ان میں سے (۸۹) فنون حدیث پر ہیں، انہوں نے تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا، جامع صغیر و زوائد میں بہت کچھ جمع کر دیا تھا، جمع الجوامع ایک بڑا مجموعہ احادیث طیار کرنے کا قصد تھا جس میں سوائے موضوعات کے تمام اقسام کی حدیثیں ہوتیں، موت نے مہلت نہ دی، کام ناتمام رہ گیا، تمام صحاح پر حاشیے لکھے، ابن جوزی کی موضوعات پر دو کتابیں لکھ کر ان کو کار آمد بنایا، انہوں نے خود لکھا ہے کہ مجھ کو دو لاکھ حدیثیں یاد تھیں[۱]

شیخ علی متقی برہان پوری (المتوفی ۹۷۵ھ) نے امام سیوطی کی جمع کردہ احادیث کو ابواب فقہیہ پر باعتبار حروف تہجی جمع کر کے کنز العمال نام رکھا، اس طرح امام سیوطی کی محنت کو کار آمد بنایا شیخ ابو الحسن بکری نے لکھا ہے (للسیوطی منۃ علی العالمین وللمتقی منۃ علیہ۔ سیوطی کا احسان تمام دنیا پر ہے اور سیوطی پر متقی کا احسان ہے)

ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے تصنیف و تالیف میں خاص شہرت حاصل کی، ان کی تصنیف کی تعداد امام سیوطی سے کچھ کم ہی ہے،

چوتھی سے گیارہویں صدی تک کے محدثین و مصنفین کا نہائیت اختصار سے یہاں تک ذکر کیا گیا ہے اس دور کے مصنفین کی تقریباً تمام تصانیف موجود ہیں اگر کل مصنفین کی صرف فہرست اسماء لکھی جائے تو ایک ضخیم رسالہ مرتب ہو جائے۔ یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہو سکتی آخری صدیوں سے اکثر امام مالک کا طریق درس ہی رائج ہے۔

[۱] لواقح الانوار للشیخ عبد الوہاب شعرانی

Marfat.com

ائمہ کا شوق حدیث

امام ابوحاتم رازی تلاش حدیث میں پیادہ پا سفر کرتے تھے، ایک ہزار کوس تک پیدل سفر کیا
امام بخاری شیخ آدم ابن ایاس کے پاس گئے، راستہ میں تین رات تک کھانے کو کچھ
میسر نہیں آیا، مگر گھاس پات کھا کر سفر جاری رکھا، امام بخاری نے محض حدیث کی خاطر ایک
ہزار اشرفی کی ہمیانی دریا میں پھینک دی۔ یہ واقعہ ان کے حالات میں مفصل لکھا گیا ہے،
امام نسائی نے حصول حدیث کے لئے پندرہ سال کی عمر سے سفر اختیار کیا۔

ائمہ کی احتیاط قبول حدیث میں

امام بخاری نے تدلیس کے شبہ پہ ایک شخص کی دس ہزار حدیثیں ترک کر دیں[1]
امام احمد ابن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں، تیس ہزار حدیثیں منتخب کر کے مسند لکھا، امام
بخاری نے چھ لاکھ میں سے، امام ابوداؤد نے پانچ لاکھ میں سے، امام مسلم نے تین لاکھ میں
سے انتخاب کر کے اپنی اپنی کتابیں مرتب کیں۔

حدیث اور ہندوستان

جہاں کہیں کوئی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا کوئی مسلمان پہنچا، قرآن و حدیث اس کے ساتھ
گیا۔ چند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام عہد رسول کریم میں
پہنچ گیا تھا، اس کے متعلق مفصل مضمون والد ماجد نے اپنی کتاب غازیان ہند میں لکھا ہے۔
بعض مزارات کے متعلق مشہور ہے کہ صحابہ کے مزارات ہیں حضرت تمیم صحابی (تمیم الداری
نہیں کوئی دوسرے ہیں) ہندوستان میں آئے یہیں وفات پائی۔ کولم علاقہ مدراس میں ان کا مزار
زیارت گاہ خلائق ہے، حضرت حذیفہ، اسامہ، صہیب وغیرہ اصحاب کو حضور نے خط دے کر،
سرباتک راجہ ہندوستان کے پاس بھیجا سرباتک مسلمان ہو گیا۔
سرباتك الهندي زعم ان النبي صلى الله عليه وسلم ارسل اليه حذيفة و اسامة و
صهيباً وغيرهم سرباتک ہندی نے بیان کہ حضور رسول کریم نے حذیفہ وغیرہ اصحاب کو خط دے
کر میرے پاس بھیجا تھا۔ میں مسلمان ہو گیا[2]
حضرت عبداللہ بن مسعود نے رسول کریم کے پاس جاٹوں کی شکل و صورت کے آدمی دیکھے[3]
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو ان کے علاج کے لئے ان کے بھتیجے ایک جاٹ
طبیب کو لائے[4]

---

[1] الفوائد الداری مصنفہ علامہ عجلونی [2] اصابہ [3] ترمذی [4] طبرانی

حضرت علی نے جنگ جمل میں خزانہ کی حفاظت پر جاٹوں کو متعین کیا تھا[1]

امیر معاویہ نے جاٹوں کو شام کے ساحلی شہروں میں آباد کیا (بلاذری)

کولم میں ایک قبر ہے اس پر یہ کتبہ ہے (اسماعیل بن مالک بن دینار ۱۰۹ھ) مالک ابن دینار مشہور تابعی ہیں ۷۰ھ میں وفات پائی اسماعیل ان کے بیٹے تبع تابعی ہوں اور کچھ عجب نہیں کہ تابعی ہوں کیوں کہ کم از کم ان کی ولادت سنہ ھ کی بھی فرض کی جائے تو اس زمانہ میں بہت سے صحابی زندہ تھے ممکن ہے کسی صحابی کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے ہوں، خیر تابعی ہوں یا نہوں تبع تابعی ہونے میں تو شک ہی نہیں - اور خدا جانے کتنے تبع تابعی یہاں آئے ہوں گے،

ہندوستان میں جب مسلمان آئے تو مدتوں تک جنگ و جدال کی وجہ سے پریشان رہے تصنیف و تالیف کا خاص موقع نہیں ملا۔ اس لئے اس ابتدائی دور کے حالات کتابوں میں مفصل نہیں ملتے۔

میں اس بیان میں کچھ مبالغہ نہیں سمجھتا کہ حجاز و کوفہ کے بعد تمام عالم اسلام میں محدثین کے شمار میں ہندوستان کا نمبر سب سے اوّل ہے،

ائمہ مجتہدین اور مصنفین حدیث سے کئی ایک ہندی الاصل ہے، حاکم جیسے محدث نے بھی ہندوستانی محدث کے آگے زانوئے ادب طے کیا ہے، حدیث کا سب سے بڑا مصنف اور آخری محدث ایک ہندوستانی ہی ہے۔ یعنی علی متقی صاحب کنز العمال۔

خلفائے بنی امیہ و عباسیہ میں بعض محدث ہوئے ہیں دوسرے خاندانوں میں جہاں تک مجھ کو علم ہے کوئی صاحب تخت و تاج محدث نہیں ہوا، ہندوستان کے چار بادشاہ ضرور محدث تھے، اس زمانہ میں عالم اسلام میں جو سلاسل حدیث جاری ہیں ان سب پر حضرت شاہ عبد الغنی عمری مجددی کا سلسلہ چھایا ہوا ہے۔

پہلی صدی کے محدثین و مجتہدین و مصنفین میں امام اوزاعی کا خاص مرتبہ ہے، تبع تابعین میں سے تھے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے ہمعصر تھے! ان کا مذہب شام و اندلس میں سنہ ۲۵۰ھ تک جاری رہا پھر معدوم ہوگیا، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے تذکرے میں لکھا ہے (واصلہ من سبی السند) اس کی اصل سندھ کے قیدیوں سے ہے۔

اسرائیل بن موسی تبع تابعی امام حسن بصری کے شاگرد اکثر ہندوستان آتے جاتے رہتے تھے اس لئے ان کا لقب ہی نزیل ہند ہوگیا تھا[2]

---

[1] طبرانی [2] تہذیب التہذیب

مشہور مصنف، محدث و تابعی ربیع بن صبیح ۱۵۹ھ میں ہندوستان آئے[1]

ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن مشہور محدث و فقیہ و مصنف سندھ کے تھے، ۱۷۰ھ میں وفات پائی ان کے جنازے کی نماز خلیفہ ہارون الرشید نے پڑھائی۔

مشہور محدث رجا سندھی (۲۲۱ھ) ہندوستان سے ایران گئے اس لئے اسفرائینی مشہور ہوئے حاکم نے ان کو (رکن من ارکان الحدیث) کہا ہے، ان کے بیٹے ابو عبد اللہ محمد بن رجا اور ابو بکر محمد بن رجا مشہور محدث گذرے ہیں۔

ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندھی حسن بن سفیان کے شاگرد تھے، رے و قزوین کے قاضی رہے۔

احمد بن سندھی ابن فروخ احمد بن سندھی بن حسن نامور محدث ہوئے ہیں بغداد میں وفات پائی۔ بیت المقدس کا عرب عالم و سیاح ابو القاسم مقدسی ۳۷۵ھ میں ہندوستان آیا اس کا قول ہے (و اکثرھم اصحاب الحدیث) اس سیاح نے ہندوستان میں ایک ظاہری مذہب (امام ابو داؤد ظاہری کے مذہب کے پیرو ظاہری کہلاتے تھے) کے امام ابو محمد کا سندھ میں ذکر کیا ہے، ان کا درس منصورہ (بھکر) میں قائم تھا۔

سمعانی نے منصورہ کے دو محدثوں کا ذکر کیا ہے آخر الذکر کو اس نے خود دیکھا ہے ایک قاضی ابو العباس بن محمد شاگرد محدث انزم حاکم قاضی موصوف کے شاگرد تھے۔

قاضی ابو سعید عبد الکریم سمعانی (المتوفی ۵۶۲ھ) تحصیل علم کے لئے لاہور آیا تھا۔

سلطان مسعود غزنوی کے عہد میں اسمٰعیل محدث ہندوستان میں آئے ۴۴۸ھ میں لاہور میں وفات پائی امام رضی الدین حسن بن محمد المعروف امام صنعانی (ان کے اجداد صنعانیان علاقہ ماوراء النہر کے باشندے تھے) ۶۱۵ھ میں ہندوستان آئے۔ یہ امام النظام المرغینانی کے شاگرد تھے اور شرف الدین دمیاطی ان کے شاگرد تھے، امام صنعانی کی بہت سی تصانیف ہیں مشارق الانوار زیادہ مشہور ہے اس میں ۲۲۴۶ حدیثیں ہیں، اس کتاب کی ترتیب حدیث کے ابتدائی الفاظ پر ہے جیسے اذا سے شروع ہونے والی حدیثیں من سے شروع ہونے والی حدیثیں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے زمانہ تک ہندوستان میں یہ درس حدیث میں شامل تھی۔

امام صنعانی خلیفہ بغداد اور شاہ غزنی کے درمیان سفیر بن کر بھی گئے تھے، اور معاملات طے کر آئے تھے ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا برہان الدین بلخی ان کے شاگرد تھے مولانا بلخی کے

[1] طبقات ابن سعد

Marfat.com

شاگرد مولانا کمال الدین دہلوی تھے، اُن کے شاگرد سلطان نظام الدین اولیا تھے۔

(قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ المتوفی سنہ ۵۴۴ھ کی کتاب کا نام بھی مشارق الانوار ہے)

دیبل (ٹھٹھہ) میں بہت سے محدث ہوئے ہیں ان میں زیادہ مشہور ابو عبید عبید اللہ تھے یہ سعید بن عبد الرحمٰن مخزومی کے شاگرد تھے، ان سے ابو الحسن احمد بن ابراہیم فراس مکی نے روایت کی ہے۔

ابراہیم بن محمد بن موسیٰ یہ موسیٰ بن ہارون سے روایت کرتے تھے۔

ابو القاسم شعیب بن محمد معروف ابو قطعان بن علی بن موسیٰ بن حلف بن محمد

مولانا شمس الدین یحیٰی اودھ کے رہنے والے تھے۔ مشارق الانوار کی شرح لکھی سنہ ۷۴۷ھ میں وفات پائی۔

امیر کبیر سید علی ہمدانی المتوفی سنہ ۷۸۶ھ اور ان کے صاحبزادے میر سید محمد مشہور محدث تھے۔ سنہ ۸۱۸ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔

قاضی نظام الدین کیکلانی جونپوری کثیر التصانیف تھے، ابراہیم شاہیہ فی فتاوی الحنفیہ ان کی تصنیف ہے جو بحکم ابراہیم سلطان شرقی تصنیف کی تھی، سنہ ۸۶۵ھ میں وفات پائی۔

ملا رکن الدین یک لکھی مشہور تھے کیونکہ ان کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں سنہ ۸۲۰ھ میں وفات پائی۔

مولانا نور الدین احمد شیرازی شاگرد میر سید شریف جرجانی سنہ ۸۲۴ھ میں ہندوستان آئے۔

مولانا وجیہ الدین محمد مالکی شاگرد حافظ سخاوی گجرات آئے سنہ ۹۲۹ھ میں وفات پائی

مولانا جمال الدین محمد بن عمر حضرمی گجرات آئے سنہ ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔

سید رفیع الدین صفوی شیرازی سلطان سکندر لودھی کے عہد میں آئے، آگرہ میں درس دیتے تھے، مولانا کمال الدین حسین اور ملا بدایونی ان کے شاگرد تھے یہ اکبر کے زمانہ میں میر عدل تھے

سید عبد الاول حسینی جونپوری نے بخاری کی شرح فیض الباری لکھی سنہ ۹۶۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی متقی صاحب کنز العمال نے سنہ ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔

خواجہ ازانی محدث جونپوری ان کی تصنیف مدارج الاخبار ہے سنہ ۹۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبد المعطی مکی شاگرد شیخ الاسلام زکریا انصاری ہندوستان آئے سنہ ۹۸۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ شہاب الدین احمد عباسی مصری شاگرد شیخ الاسلام گجرات آئے سنہ ۹۹۲ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

شیخ سعید شافعی حبشی ۹۹۱ھ میں گجرات آئے۔

قاضی سید نور محمد جونپوری المتوفی ۹۵۵ھ زبدۃ المحدثین مشہور ہیں۔

شیخ عبدالوہاب متقی برہان پوری نے ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بن مولانا سیف الدین سعد اللہ ترک بخاری ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے، شیخ عبدالوہاب متقی سے علم حاصل کیا۔ اس زمانے تک ہندوستان میں درس حدیث میں مشارق الانوار اور مشکوٰۃ کا رواج تھا۔ شیخ نے موطا امام مالک و صحیح بخاری و صحیح مسلم کو شامل کیا۔ شیخ کی تصانیف کی تعداد سو ہے ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد طاہر بوہرہ گجراتی، لغت حدیث میں مجمع البحار۔ مغنی اسماء الرجال میں اور تذکرۃ الموضاعات، قانون الموضوعات ان کی مشہور تصانیف ہیں ۹۸۲ھ میں سارنگ پور میں وفات پائی۔

ملا جوہر ناتھ کشمیری، ہندو سے مسلمان ہوئے عرب جا کر حافظ ابن حجر مکی سے حدیث حاصل کی پھر کشمیر آکر درس دینے لگے ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد قاسم سندھی عرب کو ہجرت کر گئے وہاں رئیس المحدثین مشہور ہوئے۔

شیخ یعقوب صیرفی کشمیری، حافظ ابن حجر مکی کے شاگرد تھے۔ کثیر التصانیف ہیں ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت مجدد الف ثانی ان کے شاگرد تھے۔ اکبر بادشاہ کو فتح کشمیر پہ انہوں نے ہی آمادہ کیا تھا۔ شمائل ترمذی کا نسخہ عرب سے ہندوستان میں بھی یہی لائے تھے ایک تفسیر لکھی بخاری کی شرح لکھی مگر ناتمام چھوڑ دی۔

ملا محمد افضل المعروف حکیم فادر الملک جونپوری۔ ملا محمود صاحب شمس بازغہ کے استاد تھے، ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی۔

مولانا محمد رضا المعروف حکیم دانا کشمیری جہانگیر بادشاہ نے جب مذاہب کا مناظرہ کرایا تھا تو یہ علمائے اہل سنّت کے صدر تھے۔

قاضی عبدالجلیل جونپوری۔ ان سے شاہ جہان بادشاہ نے (۱۰۴۰) حدیثوں کی سند لی تھی ۱۰۶۸ھ میں وفات پائی۔

قاضی حیدر المخاطب قاضی خان کشمیری ۱۱۲۱ھ میں وفات پائی،

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی۔ شیخ یعقوب صیرفی کے شاگرد تھے، حضرت کی ایک

Marfat.com

اربعین ہے اور مکتوبات ہیں۔

مولانا جلال الدین مچھلی شہری۔ فتاوی عالمگیری کے مصنفین میں سے ہیں۔

ملاجیون امیٹھوی۔ عالمگیر بادشاہ کے اُستاد تھے سنہ ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی نور الانوار ان کی تصنیف ہے۔

حافظ امان اللہ بنارسی المتوفی ۱۱۳۳ھ خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی المتوفی سنہ ۱۱۴۰ھ شیخ عارف قنوجی المتوفی سنہ ۱۱۴۰ھ قاضی محب اللہ بہاری المتوفی ۱۱۱۹ھ مسلم العلوم وغیرہ کے مصنف ہیں،

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خاندان

شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق نے اپنے والد اور خواجہ معصوم عروۃ الوثقی سے علم حاصل کیا فارسی میں بخاری کی شرح تیسیر القاری لکھی۔ موطا کی شرح لکھی۔ یہ پٹنہ کے کتب خانہ میں ہے، صحیح مسلم کی شرح منبع العلم لکھی مگر ناتمام چھوڑ دی، شاہ جہان کے عہد میں آگرہ میں قاضی تھے سنہ ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی،

حافظ فخر الدین بن شیخ نور الحق نے منبع العلم کی تکمیل کی۔ حصن حصین کی شرح لکھی۔

شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین بخاری کی فارسی میں شرح لکھی اور چند کتابیں تصنیف کیں۔

حافظ محمد محسن نواسے شیخ عبدالحق سنہ ۱۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام رامپور میں سکونت اختیار کی۔ موطا کی شرح محلی لکھی بخاری و ترمذی کا فارسی میں ترجمہ کیا اور دیگر کتابیں لکھیں سنہ ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت مجدد صاحب کا خاندان

شیخ محمد سعید بن حضرت مجدد صاحب، مشکوٰۃ پر حاشیہ لکھا سنہ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔

خواجہ معصوم عروۃ الوثقی بن حضرت مجدد صاحب۔ ان کے نو لاکھ مرید اور سات ہزار خلفاء تھے سنہ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد افضل بن خواجہ معصوم۔ سنہ ۱۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے شاگرد تھے۔

شیخ سیف الدین بن خواجہ معصوم، عالمگیر بادشاہ کے استاد تھے ۱۰۹۸ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

خواجہ محمد اعظم بن شیخ سیف الدین نے بخاری کی شرح فیض الباری لکھی۔

شاہ ابو سعید عمری مجددی۔ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ کے شاگرد تھے۔

شاہ عبد الغنی بن ابو سعید عمری مجددی شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کے شاگرد تھے

اب دنیائے اسلام میں تمام سلاسل حدیث میں سب سے زیادہ شاہ عبد الغنی صاحب ہی کا سلسلہ جاری ہے، شاہ صاحب کے شاگرد ہندوستان اور عرب میں کثرت سے تھے، فقیر کے جد امجد مولوی محی الدین مرحوم اور ان کے تین بھائی مولوی محمد یٰسین غریق۔ مولوی ریاض الدین قاضی قمر الدین شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی۔ مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی بھی شاہ صاحب کے شاگرد تھے،

حضرت شاہ ولی اللہ کا خاندان

شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبد الرحیم میر زاہد کے شاگرد تھے، شاہ ولی اللہ نے اپنے والد اور شیخ محمد افضل بن خواجہ معصوم سے علم حاصل کیا، شاہ صاحب کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور حجۃ اللہ البالغہ اور عقد الجید ہے، شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے، شاہ عبد العزیز شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر، شاہ عبد الغنی۔ ان چاروں کے علاوہ اور بہت سے شاگرد تھے۔ مولانا رفیع الدین بن فرید الدین خان مرادآبادی، قاضی غلام علی سبزواری، قاضی ثناء اللہ، پانی پتی، قاضی صاحب کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں، زیادہ مشہور تفسیر مظہری ہے جو بامداد محکمہ امور مذہبی سرکار حیدر آباد طبع ہو رہی ہے، قاضی صاحب کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں علم الہدیٰ اور شاہ عبد العزیز بیہقی وقت کہا کرتے تھے شاہ صاحب نے ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

شاہ عبد العزیز (المتوفی ۱۲۳۹ھ) ان کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور تحفہ اثنا عشریہ ہے ان کے تینوں بھائی، ان کے داماد مولانا عبد الحی اور ان کے دونوں نواسے شاہ اسحٰق و شاہ یعقوب ان کے علاوہ مولانا سلامت علی بدایونی، مرزا حسن علی لکھنوی، مولانا حسین احمد ملیح آبادی، مولانا رؤف احمد مصطفیٰ آبادی، سید قطب الدین ائے بریلوی، مولانا تاج الدین سہسوانی وغیرہ وغیرہ شاگرد ہیں۔

شاہ عبد القادر نے (المتوفی ۱۲۴۲ھ) قرآن کا ترجمہ کیا۔ تفسیر موضح القرآن تصنیف کی۔

شاہ اسمٰعیل شہید، مفتی صدر الدین، مولوی فضل حق خیرآبادی ان کے شاگرد تھے۔

Marfat.com

شاہ عبدالغنی ان کے بیٹے شاہ اسماعیل شہید ان کے شاگرد تھے اور بھی بہت سے شاگرد تھے شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالغنی بن شاہ ابوسعید عمری مجددی ان کے شاگرد تھے۔

شاہ اسحٰق (المتوفی سنہ ۱۲۶۲ھ) نواب قطب الدین خان دہلوی، مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی قاری عبدالرحمن پانی پتی، مفتی عنایت احمد، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا شیخ محمد تھانوی مولانا مملوک علی نانوتوی اور بہت سے شاگرد تھے۔

مولانا نذیر حسین دہلوی بھی شاہ صاحب کے مشہور شاگرد تھے، ان کے متعلق رسالہ معارف اعظم گڈھ شوال سنہ ۱۳۴۹ھ میں مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے ایک مضمون کے سلسلہ میں قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی کا یہ بیان شائع کرایا ہے۔

(مولانا نذیر حسین شاہ صاحب کی خدمت میں اس وقت آئے جب شاہ صاحب ہجرت کر رہے تھے۔ اور چند کتابوں کی ابتدائی حدیثیں سنا کر سند طلب کی۔ شاہ صاحب نے یہی مضمون لکھکر حوالے کر دیا۔

شاہ اسماعیل شہید (المتوفی سنہ ۱۲۴۶ھ) ان کی تصنیف سے تقویۃ الایمان وغیرہ کئی کتابیں ہیں، مولانا سخاوت علی جونپوری اور بہت سے علماء ان کے شاگرد تھے،

بزرگان وشاہان خاکسار نے مختصر طور پر بعض بعض حضرات کے متعلق لکھ دیا ہے، ورنہ ہندوستان میں ہزاروں محدث گذرے ہیں، بالخصوص دہلی، لاہور، بدایوں، سندھ، گجرات، بہار، لکھنؤ، آگرہ وغیرہ شہروں میں، بزرگان سلاسل طریقت میں سے متقدمین میں سے قریب قریب سب بزرگ محدث ہوئے، خواجہ معین الدین اجمیری، بابا فرید گنجشکر، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی شاہ مینا لکھنوی۔ سلطان نظام الدین اولیا۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، شیخ علاؤالدین صابر کلیری۔ خواجہ گیسو دراز۔ شیخ جلال تھانیسری، خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی۔ شاہ ابوالعلا۔ شاہ سلیم چشتی۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، مرزا مظہر جان جاناں، شاہ محمد آفاق، مولانا فخرالدین چشتی، شاہ غلام علی، غرض متقدمین میں سبھی حضرات صاحب علم حدیث تھے، شاہ مینا کے مکتوبات کا قلمی نسخہ نواب افسر یار جنگ بہادر مینائی کے پاس رہے والد ماجد نے مطالعہ کیا ہے، فرماتے تھے حقائق ومعارف کا گنجینہ ہے، خدا مینائی خاندان کو توفیق عطا کرے کہ اس کو شائع کرادیں،

Marfat.com

بزرگانِ متقدمین بے علم کو بیعت کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے سلطان نظام الدین اولیاء کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر بیعت ہونا چاہا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ علم دین حاصل کر لیا ہے اس نے کہا نہیں حضرت نے فرمایا علم حاصل کر کے آؤ، وہ واپس گیا اور چند سال کے بعد حاضر ہوا، عرض کیا علم حاصل کر لیا پھر فرمایا فلاں مقام پر جہاد ہو رہا ہے اس میں شریک ہو کر آؤ۔ وہ طالب صادق جہاد میں چلا گیا اور وہاں سے کامیاب واپس آکر درخواست بیعت کی حضرت نے فرمایا ہاں اب تم مرید کرنے کی قابل ہو گئے،

فقراء اور صوفیا کے طبقہ میں علم دین اور علم سنت سے بیگانگی کی دبا اٹھارہویں صدی عیسوی سے پھیلی ہے ورنہ متقدمین سب عالم اور عاشق سنت رسول تھے۔

خواجہ جلال الدین کبیر الاولیا چشتی جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو مریدوں نے دوا پلانی چاہی حضرت چارپائی پر لیٹے تھے فرمایا کہ چارپائی سے نیچے اتارو مریدوں نے تعمیل کی نیچے اتر کر دوا پی اور پھر چارپائی پر لیٹ گئے، مریدوں نے دریافت کیا کہ اس میں کیا مصلحت تھی فرمایا حضور رسول کریم کو جب دوائی پلائی گئی ہے تو آپ فرش زمین پر آسودہ تھے، میں نے اس سنت کو ترک کرنا نہیں چاہا۔

سلاطین ہند میں سلطان محمد غزنوی۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر غازی۔ معظم بہادر شاہ بن عالمگیر بن شاہجہان، سلطان زین العابدین کشمیری محدث تھے۔ اول الذکر دونوں صاحب تصنیف بھی ہیں۔ شاہ عبد العزیز دہلوی کے ہمعصر لکھنؤ میں ایک مشہور عالم تھے۔ مولانا عبد العلی نام شاہ صاحب ان کو بحر العلوم کہا کرتے تھے۔

مرزا حسن علی محدث لکھنوی کے شاگرد مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی تھے، مولانا عبد الحلیم کے بیٹے مولانا عبد الحی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) مشہور عالم تھے۔

بدایوں میں ایک امیر عالم قاضی شمس الاسلام تھے حضرت عبد الاحد مرحوم سے اور ان سے خاص تعلقات تھے والد ماجد مدظلہ اور ان کے صاحبزادوں سے تعلقات تھے۔

مولانا محمد شاہ رامپور میں مشہور محدث تھے۔ یہ مولانا حسن شاہ محدث کے بیٹے اور شاگرد تھے مولانا حسن شاہ مولانا عالم علی مراد آبادی کے شاگرد تھے،

مفتی سعد اللہ۔ نواب صدیق حسن خان۔ مولوی عبد اللہ غزنوی امرتسری بھی مشہور علما میں تھے۔

Marfat.com

شاہ عبد الغنی صاحب کے بعد محدثین ہند کا تذکرہ میں نے دانستہ چھوڑ دیا ہے کیوں اگر سہو یا عدم واقفیت سے کسی بزرگ کا نام رہ جاتا ہے تو اس کو ذاتی تعصب پر محمول کیا جاتا اس وجہ سے میں نے اس سلسلہ کے حضرات کا بھی تذکرہ نہیں ہے جن کے مقدس سلسلہ سے مجھ کو یہ دولت نعمت نصیب ہوئی ہے۔

اس زمانہ میں ہندوستان کے ہر بڑے شہر اور قصبہ میں اسلامیہ مدارس قائم ہیں اور درس حدیث ہوتا ہے اور علما تالیف و تصنیف میں مشغول ہیں۔ میں نے اس معاملہ میں ذاتی تعصب کو دخل نہیں دیا۔ ناظرین کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ میں نے ہر خیالات و عقائد کے علمار کا ذکر کیا ہے ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

شاہ عبد الغنی رح کے بعد اختلافات نے بہت کچھ وسعت حاصل کر لی ہے۔

حدیث اور ملک دکن

تاریخ شاہد ہے کہ دکن کے مسلمان بادشاہ علوم و فنون کے قدر دان ہوئے ہیں اور اسلامی علوم پر تو بہت کچھ زر و جواہر نثار کیا ہے،

ہندوستان پر ۹۰ھ ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک اور ۶۹۵ھ سے ۷۹۹ھ تک دکن میں برابر سلاطین اسلام حکمران رہے لیکن خدمت حدیث شریف کی سعادت ابدی سلطان محمود شاہ بہمنی (المتوفی ۷۹۹ھ) کے نصیب میں تھی۔

اس نیک نام بادشاہ نے سب سے پہلے محدثین کے وظائف مقرر کئے اور اشاعت حدیث کی ترغیب دلائی یہ بیان کہ اس وقت سے اب تک دکن میں کون کون محدث ہوئے طوالت طلب ہے اس مضمون میں مختصر تذکرہ صرف اُن حضرات کا کیا جاتا ہے جو سلطان المحدثین مانے گئے ہیں اور جن کی تصانیف کو محدثین عرب و عجم نے سر آنکھوں پر رکھا۔ جن کے سامنے مدنی و مکی محدثین نے زانوئے ادب طے کیا۔

سید عبد الاول حسینی۔ ان کے باپ قصبہ زید پور (متصل جونپور) کے باشندے تھے نقل سکونت کر کے دکن میں آگئے۔ سید صاحب　دکن ہی میں پیدا ہوئے صحیح بخاری کی شرح فیض الباری لکھی اور سفر السعادت فیروز آبادی کا خلاصہ کیا ۹۶۵ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

شیخ طیب۔ اصل باشندے سندھ کے تھے دکن آگئے۔ سید عبدالاول کے شاگرد تھے پچاس برس تک برہان پور میں درس دیا۔

شیخ علی متقی۔ ان کے باپ جونپور کے باشندے تھے۔ برہان پور کو نقل سکونت کی یہ ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا حسام الدین متقی سے علم حاصل کیا۔ حافظ ابن حجر مکی اور شیخ ابوالحسن بکری سے بھی فیض پایا امام جلال الدین سیوطی کی تصانیف کو کارآمد بنایا۔ یعنی کنزالعمال تصنیف کی۔ کنز العمال ایک ایسی کتاب ہے کہ اس پر دکن اور ہندوستان جس قدر بھی ناز کرے بجا ہے، دوسری تصنیف ان کی منہج العمال ہے ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالوہاب متقی۔ اصل باشندے منڈو (مالوہ) کے تھے، شیخ علی متقی کے شاگرد ہوئے برہان پور میں قیام کیا۔

شاہ محمد فضل اللہ۔ اصل باشندے جون پور کے تھے شیخ علی متقی کے شاگرد تھے۔ ان کا لقب نائب رسول تھا۔ برہان پور میں سکونت اختیار کی۔ ان کی کتاب التحفہ المرسلہ کی شرح بڑے بڑے علماء شیخ عبدالغنی نابلسی اور شیخ ابراہیم کردی نے لکھی ۱۰۲۹ھ میں وفات پائی۔ دکن میں اور بہت سے محدث گذرے ہوں گے، ہم نے دوچار خاص الخاص حضرات کا مختصر ذکر کر دیا باقی زیادہ تحقیق و تفتیش بھی نہیں کی۔

موجودہ دور میں حیدرآباد دکن میں محکمہ دائرۃ المعارف اسی لئے قائم ہے کہ متقدمین کی نادر تالیفات کو تلاش کر کے شائع کرے، دائرۃ المعارف نے اب تک جو نوادر شائع کئے ہیں ان کی فہرست ڈیڑھ جزو پر مطبوع ہوئی ہے، بعض خاص خاص کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

مشکل آثار، جامع المسانید، کنز العمال، مستدرک حاکم، المعتصر من مشکل الآثار۔ کتاب الاعتبار مسند ابی داؤد طیالسی، تجرید اسمائے صحابہ، تہذیب التہذیب۔ لسان المیزان، تذکرۃ الحفاظ، خصائص کبریٰ، شرح السیر الکبیر سرخسی، سنن کبریٰ بیہقی۔

مولانا انوار اللہ خاں صاحب فضیلت جنگ مرحوم نے حدیث وفقہ کے متعلق کئی کتابیں تصنیف کی ہیں یہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے شاگرد تھے،

نواب وقار نواز جنگ مرحوم نے بخاری شریف کا ترجمہ کیا اور بہت سی تصنیف کیں وحید الزمان ان کا نام تھا۔ مولانا لطف اللہ صاحب علیگڈھی کے شاگرد اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید تھے۔

Marfat.com

تفسیر مظہری مصنفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی سرکاری امداد سے زیر طبع ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی (مولانا شاگرد ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے وہ شاگرد تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا رشید احمد گنگوہی) نے فتح الملہم صحیح مسلم کی شرح لکھنی شروع کی، نظام دکن نے ان کی پوری امداد کی۔

بذل المجہود فی حل ابی داؤد سنن ابی داؤد کی شرح لکھی مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تصنیف ہے (مولانا شاگرد تھے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے) مولانا خلیل احمد صاحب کو اگرچہ براہ راست کوئی امداد نہیں دی گئی مگر وہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر مدرس تھے اور مدرسہ کو سرکار عالی سے امداد ملتی ہے۔

ترمذی شریف کی شرح مفتی عبد اللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ تصنیف کر رہے ہیں مفتی صاحب شاگرد ہیں مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھی کے اور وہ شاگرد ہیں مفتی عنایت احمد کے مفتی صاحب اصل باشندے ضلع بجنور کے ہیں اب حیدر آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اس شرح کی تالیف میں مفتی صاحب کی امداد ان کے شاگرد اور داماد مولانا فضل اللہ صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ کر رہے ہیں۔ مولانا پڑھے ہیں حضرت سید محمد علی صاحب۔ مونگیری کے وہ شاگرد تھے، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے۔

مشکوۃ شریف کی شرح مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی وظیفہ خوار دولت آصفیہ نے لکھی (مولانا شاگرد ہیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے) اس کی ایک جلد طبع ہوچکی ہے باقی زیر طبع ہے، مصارف اشاعت محکمہ امور مذہبی سے عطا ہوئے ہیں اس شرح کا نام التعلیق الصبیح ہے۔

علم الحدیث یہ رسالہ علامہ عبد اللہ العمادی کی تصنیف ہے (مولانا کی سند یہ ہے عبد اللہ العمادی عن ابیہ الشیخ محمد الافضل عن الشیخین الجلیلین المولی محمد شکور و المولی محمد ظہور عن الشاہ عبد العزیز الدہلوی) اس کتاب کے پانچ حصے ہیں ایک حصہ طبع ہوچکا ہے۔

Marfat.com

الباب الثانی!

فی الکُتب

کُتب قرنِ اوّل

اس باب میں تمام تصنیفات وتحریرات کا ذکر نہیں کیا جائے گا بلکہ بعض خاص خاص تصانیف کا تذکرہ ہو گا جس کتاب کے مصنف نے جس عہد میں وفات پائی ہے اسی عہد میں اس کی کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن دو تین کتابیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ کرنی پڑیں کیوں کہ اُن کی تصنیف ہونا صحیح طور پر اس عہد سے پہلے ثابت ہے جس میں صاحب تصنیف نے وفات پائی۔

صادقہ ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی تصنیف، رسول کریم کے عہد میں مرتب ہوئی اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ دوسری صدی تک اس کا موجود ہونا ثابت ہے کیوں کہ مجاہد نے اُن کے پرپوتے عمرو بن شعیب کے پاس یہ صحیفہ دیکھا تھا۔

صحیفہ ہمام بن منبہ ۔ ہمام ابن منبہ تابعی شاگرد حضرت ابوہریرہ نے حدیثیں جمع کی تھیں یہ صحیفہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں موجود تھا کیوں کہ امام مسلم نے اس کی نقل کی ہے اور حوالہ دیا ہے۔

امام مالکؒ

چوں کہ ہم نے ذکر رجال میں سن وفات کا اعتبار رکھا ہے اس لئے امام مالکؒ اگرچہ رجال قرن اول میں ہیں لیکن وفات کے اعتبار سے قرن ثانی میں اُن کا ذکر ہو گا، لیکن اُن کی کتاب موطا کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ۱۴۰ھ میں مرتب ہو چکی تھی اس لئے موطا کا ذکر قرن اول میں کرنا پڑا۔

موطا امام مالک امام مالک بن انس کی تصنیف ہے امام صاحب ۱۳۰ھ سے ۱۴۰ھ تک اس کی تصنیف میں مشغول رہے امام صاحب نے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں[۱]

---

[۱] مقدمہ شرح موطا

Marfat.com

اس کے انتخاب سے موطا کو تیار کیا۔ یہ کتاب فقہ کے ابواب پر ترتیب ہوئی۔ احکام کے صحیح اصول جو متفق علیہ تھے اس میں ہیں۔ یہ اصول انہوں نے شیخ ربیع رائی اور انہوں نے سعید بن مسیّب سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ حضرت عمر فاروق سے حاصل کئے تھے موطا سے پہلے جو کتابیں تصنیف ہوئیں، ان کا مبنی زیادہ تر اصحاب و تابعین کے فتاوی تھے۔ امام صاحب نے موطا میں احادیث صحیح مسند و مرسل کو بنائے اوّل اور آثار و فتاوی کو بنائے ثانی قرار دیا۔

چوں کہ موطا اس طرز کی پہلی کتاب تھی اور ائمہ متبوعین میں سے ایک امام کی تصنیف تھی اس لئے قاضی ابوبکر بن عربی نے شرح موطا میں لکھا ہے ہذا اول کتاب الف فی شرائع الاسلام۔ جب موطا تیار ہو گئی تو امام صاحب نے اس کو ستر شیوخ حدیث کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کیا موطا میں اہل حجاز کی قوی قوی حدیثیں اور صحابہ اور تابعین کے فتاوے ہیں۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ موطا میں تین سو حدیثیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سات سو میں ابن مدینی نے کہا ہے کہ امام مالک کی ہزار حدیثیں ہیں[۱] اس اختلاف کا باعث یہ ہے کہ بعض نے صرف صحیح حدیثوں کو لیا ہے، بعض نے تمام اقسام کو بعض نے آثار وغیرہ سب کو، موطا کے تمام احادیث و آثار (۱۰۲۷) ہیں ان میں چھ سو حدیثیں صحیح مسند ہیں، ۲۲۲ مرسل، باقی موقوف اور ۲۸۵ اقوال تابعین ہیں۔

موطا کو ام الصحیحین کہا جاتا ہے ابن عربی کا قول ہے کہ موطا اصل اول اور بخاری اصل ثانی ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحریر فرمایا ہے (موطا اصل و ام الصحیحین است صحیح بخاری و مسلم ہر چند در ربط و تمیز رجال و کثرت احادیث در چند موطا باشند لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال روات اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند و اگر بنظر تفحص دیدہ شود احادیث مرفوعہ موطا غالباً در صحیح بخاری موجود اند پس صحیح بخاری مشتمل است بر موطا باعتبار احادیث مرفوعہ آرے آثار صحابہ تابعین در موطا زیادہ است[۲]

امام مالک سے موطا کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے روایت کیا ہے ان میں ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی امام محمد، محدثین میں سے عبداللہ بن وہب مصری و یحییٰ بن یحییٰ، فقہا میں سے ہشام بن عبداللہ بن قاسم۔ صوفیا میں سے خواجہ ذوالنون مصری، سلاطین اور خلفا میں سے ہارون رشید مامون رشید شامل ہیں۔

Marfat.com

امام صاحب نے موطا کو کئی دفعہ ترتیب دیا ہے اور ہر دفعہ اس میں تغیر کیا ہے ہر بار اُن کے شاگرد اس کی نقل لے گئے۔ موطا کے بعض نسخوں میں اختلاف کی یہی وجہ ہے۔

امام سیوطی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے جس قدر روایت کرنے والوں کی تعداد ہے اتنی کسی امام کے راویوں کے نہیں[۱]

یحییٰ بن بکیر نے امام صاحب سے چودہ مرتبہ موطا سنی۔

امام شافعی کا قول ہے کہ آسمان کے نیچے موطا سے زیادہ کوئی کتاب بعد کتاب اللہ کے صحیح نہیں۔ موطا ہی ایسی کتاب ہے جس نے خیر القرون میں بزرگان خیرا لقرون کی مبارک زبان سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا خطاب پایا۔

موطا کے شارحین و معلقین و محشیین کی بڑی تعداد ہے تقریباً پچیس علماء کبار نے مثل ابو سلیمان الخطابی و قاضی عیاض وغیرہ موطا کی شرح و تعلیق وغیرہ کی ہے۔

سعدون شاعر و قاضی عیاض نے موطا کی مدح میں قصائد لکھے ہیں۔

موطا کو صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ موطا کی تمام احادیث مرفوعہ صحیح بخاری میں آچکی ہے، موطا کی جگہ صحاح ستہ میں ابن ماجہ کو اول شیخ ابو الفضل محمد بن طاہر (المتوفی سنہ ۵۰۷ھ) نے ان کے بعد حافظ عبد الغنی (المتوفی سنہ ۶۰۰ھ) نے داخل کیا موطا طبقات کتب حدیث میں اوّل طبقہ کی کتاب ہے۔

کتب قرن ثانی

کتاب الزہد والرقاق ۔ شیخ عبد اللہ بن مبارک کی تصنیف ہے، کتب خانہ جامع فردین میں ہے۔

کتاب الدعاء ۔ ابن ابی الدنیا (المتوفی سنہ ۱۸۱ھ) کی تصنیف ہے۔

کتاب الخراج ۔ امام ابو یوسف کی تصنیف ہے۔ اس میں صرف ایک ہی عنوان کی حدیثیں ہیں۔

مسند موسیٰ کاظم ۔ امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کی تصنیف ہے۔

موطا ۔ امام محمد کی تصنیف ہے۔ موجود ہے۔

کتاب الحج ۔ ایضاً۔

مسند ابی داؤد طیالسی ۔ اس میں ڈھائی سو اصحاب کی روایتیں ہیں اور چالیس ہزار حدیثیں

ہیں۔ یعنی طریق حدیث ، آثار و موقوفات ہیں۔

مصنف عبد الرزاق۔ اس کی ایک جلد مدینہ شریف میں ہے۔

کتب قرن ثالث

سنن سعید بن منصور۔ ابوعثمان سعید بن منصور (المتوفی ۲۲۹ھ) کی تصنیف ہے۔ اس میں ثلاثیات بہت ہیں۔

طبقات ابن سعد۔ اسماء الرجال میں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) کی تصنیف ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل

اس مسند میں سات سو اصحاب کی روایتیں ہیں، تیس ہزار حدیثیں ہیں (ابن خلدون نے بچاس ہزار لکھی ہیں اور بعض محدثین نے چالیس ہزار) یہ ساڑھے سات لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے تمام مسندات میں سب سے جامع اور صحیح ہے، اٹھارہ مسندوں پر تقسیم ہے امام صاحب نے اس کو بطور یادداشت مرتب کیا تھا۔ تیس ہزار حدیثیں تھیں باقی اضافہ ان کے صاحب زادہ عبداللہ اور ان کے پوتے ابوبکر قطیعی (قطیعہ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے، ہندی لفظ کٹرہ، اسی سے ماخوذ ہے) نے کیا۔

سیر النبلا میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ مسند ضعیف احادیث کا مجموعہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ القول المسدد اور امام سیوطی نے ذیل المہد میں ثابت کیا ہے کہ مسند میں سوائے تین چار حدیثوں کے اور کوئی لااصل لہا نہیں، یہ تین چار بھی صاحب زادوں کے اضافہ میں سے ہیں

سب کچھ سہی مگر ضعیف حدیثیں ضرور ہیں۔

مسند عبد بن حمید۔ یہ مسند طبع نہیں ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے، عبد بن حمید الکشی (المتوفی ۲۴۹ھ) کی تصنیف ہے۔

صحیح بخاری

یہ وہ کتاب ہے جس کا نظیر عالم اسلام میں نہیں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھی جاتی ہے۔

Marfat.com

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کی تصنیف ہے، امام اسحاق بن راہویہ نے جو خود صاحب مسند ہیں ایک دن اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کاش کوئی صحیح حدیثوں کو جمع کر دیتا۔ امام بخاری کہتے تھے کہ مجھے خیال ہوا کہ یہ کام اگر میرے ہاتھ سے ہو جائے تو زہے نصیب۔

رات کو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور میں مکھیاں اڑا رہا ہوں صبح کو میں نے اس کی تعبیر ایک عالم سے دریافت کرائی انہوں نے کہا کہ خواب دیکھنے والا رسول کریم سے جھوٹ کو دور کرے گا، اس تعبیر نے میری ہمت بڑھا دی اور خدا کے بھروسہ پہ کام شروع کر دیا۔

مسجد الحرام میں بیٹھ کر تصنیف شروع کی سولہ برس میں مسودہ ہوا۔ مبیضہ مدینہ میں منبر اور قبر نبی کریم کے درمیان بیٹھ کے کیا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری کو تین دفعہ ترتیب دیا ہر دفعہ کچھ نہ کچھ تغیر کیا۔ یہی نسخوں کے اختلاف کا باعث ہے۔

بخاری میں تمام حدیثیں معہ تعلیقات و شواہد و متابعات و مکررات کے (۹۸۸۲) ہیں مکررات کو حذف کر کے احادیث مرفوعہ (۲۶۶۳) ہیں (۲۲) حدیثیں معہ مکررات ثلاثیات ہیں اور بعد حذف مکررات (۱۶) ثلاثیات ہیں (۳۴۵۰) ابواب ہیں۔

بعد تصنیف اس صحیح کو امام احمد بن حنبل۔ علی بن المدینی۔ یحییٰ بن معین اور ایک جماعت محدثین کے سامنے بنظر استصواب پیش کیا۔ سب نے پسند کی چار حدیثوں کے متعلق اختلاف ہوا ان حدیثوں کے متعلق محققین نے امام بخاری کے قول کو ترجیح دی ہے۔

امام بخاری سے صحیح بخاری کو نوے ہزار آدمیوں نے حاصل کیا۔ صحیح بخاری کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ قاضی بلخ کے کتب خانہ میں صحیح بخاری کی گیارہ شرحیں تھیں جن میں سے ہر ایک حجم میں فتح الباری کے برابر تھی[1]

ان گیارہ شرحوں کے نام اور حالات پر آج پردہ پڑا ہے، ساٹھ شرحیں پانچ تعلیقات تین مختصر ہیں صحیح بخاری کے متعلق (۳۴) کتابیں فارسی و اردو میں ہیں۔

یہ کتاب صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتاب ہے اس میں ابو ہریرہؓ کی ۴۴۶، انسؓ کی ۲۶۸، ابن عمر کی ۲۷۰، ابن عباس کی ۲۱۷، عائشہ کی ۲۴۲، حضرت عمر کی ۶۰ حضرت علی کی ۴۹، حضرت ابو بکر کی ۲۲ حضرت عثمان کی ۹، ابو سفیان کی ایک دیگر صحابیات کی ۷۳ روایات ہیں، صحیح بخاری کا صحاح ستہ میں پہلا نمبر ہے اور طبقات کتب حدیث میں پہلے طبقہ کی کتاب ہے۔

[1] النفس الیمانی مصنفہ علامہ عبدالرحمان بن سلیمان الاہدل الیمانی

Marfat.com

صحیح مسلم

امام مسلم کی وفات عہد اختلافی میں ہوئی ہے یعنی ختم قرن ثالث سے ایک سال بعد ۲۶۱ھ صحیح مسلم امام صاحب کی وفات سے بہت پہلے شائع ہو چکی ہے، اس لئے اس کا ذکر قرن ثالث میں کیا جاتا ہے۔

صرف صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کی بنیاد تو امام بخاری نے ڈالی۔ انہیں کے ہمعصر امام مسلم تھے انہوں نے بھی صحیح مرتب کی۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ کون کس سے بہتر ہے علما کی ایک جماعت نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے لیکن کثرت رائے اس طرف ہے کہ صحیح بخاری کو ترجیح ہے اور بخاری کو شرف اولیت بھی حاصل ہے اس لئے صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا دوسرا نمبر ہے۔ اور طبقات کتب حدیث میں یہ طبقہ اول کی کتاب ہے۔

صحیح مسلم تین لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے۔ اس میں احادیث صحیحہ کو نقل کیا، مکرر کو حذف کر دیا طرق و اسناد کو جمع کر دیا، فقہ اور تراجم کے بابوں پر مرتب ہے، یہ کتاب سہل الماخذ ہے، بجودت ترتیب، حدیث کے شواہد و متابعات کے اجماع کے لحاظ سے اس کو صحیح بخاری پر ضرور ترجیح ہے۔ صحیح مسلم میں اسی سے زیادہ حدیثیں ایسی ہیں جن کی سند میں امام مسلم اور رسول کریم کے درمیان چار واسطے ہیں یہ ان کی اعلیٰ سند ہے۔

صحیح مسلم میں بحذف مکررات (۴۰۰۰) حدیثیں ہیں۔ شروح و حواشی وغیرہ کی تعداد تینتیس ۳۳ سے زیادہ ہے۔

کتب عہد اختلافی

سنن ابی مسلم الکشی۔ اس میں ثلاثیات زیادہ ہیں۔

سنن ابن ماجہ۔ ابن ماجہ کی تصنیف ہے صحاح میں چھٹے نمبر کی کتاب ہے اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے بعض علمار کی رائے ہے کہ صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی جگہ دارمی یا موطا امام مالک ہونی چاہیئے مگر اب قبولیت موجودہ ترتیب ہی کو ہے سنن ابن ماجہ میں (۳۲) کتابیں (۱۵۰۰) الواب (۴۰۰۰) حدیثیں ہیں۔ بعد تصنیف امام ابن ماجہ نے یہ کتاب امام ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کی انہوں نے پسند کی۔

اس کی ایک شرح پانچ جلدوں میں حافظ مغلطائی کی ہے۔ ایک امام سیوطی کی ہے اس کا نام مصباح الزجاجہ ہے، ایک حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن محمد حلبی کی ہے، ایک پانچ جلدوں میں

Marfat.com

شیخ کمال الدین بن موسلی کی ہے ایک شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی کی ہے۔ ایک شیخ ابوالحسن سندھی بن عبدالهادی کی، ایک شاہ عبدالغنی دہلوی کی ہے اس کا نام انجاح ہے۔

سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد سجستانی کی تصنیف، صحاح ستہ میں نمبر چار کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ امام ابوداؤد نے بعد تصنیف یہ کتاب امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کی انھوں نے پسند فرمائی اس میں (۴۸۰۰) حدیثیں ہیں ثلاثیات بھی ہیں شاہ عبدالعزیز رح بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں (ابن الاعرابی گفتہ است کہ شخصے راکہ علم کتاب اللہ وسنن ابی داؤد حاصل شود او را در مقدمات دین کافی باشد) اس کی کئی شرحیں ہیں سنن ابوداؤد کی مدح میں حافظ ابوطاہر نے قصیدہ لکھا ہے۔

جامع ترمذی۔ امام ترمذی کی تصنیف ہے صحاح ستہ میں نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے، اس کے متعلق محدثین کا قول ہے (کاف للمجتهد ومغن للمقلد) مجتہد اور مقلد دونوں کے لئے بس ہے جامع ترمذی کی مدح میں علما نے قصیدے لکھے ہیں۔ علامہ قسطلانی اور ایک دوسرے محدث کے قصیدوں کو علامہ علی بن سلیمان حمدی نے اپنی تعلیقات کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس کی سولہ شرحیں عربی میں موجود ہیں۔

تاریخ ابن خیثمہ۔ ابوبکر احمد بن زہیر النسفی بغدادی (المتوفی ۲۷۹ھ) کی تصنیف ہے کتب خانہ جامع قروین میں ہے اس میں حدیث کا کافی ذخیرہ ہے۔

سنن دارمی۔ امام دارمی کی تصنیف ہے طبقہ سوم کی کتاب ہے اس کو مسند دارمی بھی کہتے ہیں۔ چوں کہ اس کی ترتیب صحابہ پر نہیں ابواب پر ہے اس لئے سنن کہنا صحیح ہے۔ باعتبار صحت وعلوئے اسانید و ذکر تعامل صحابہ یہ بڑے پایہ کی کتاب ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ اس کو ابن ماجہ کی جگہ صحاح ستہ میں داخل کرنا چاہیئے اس میں ۱۵ ثلاثیات ہیں

الاربعین۔ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن المقری المتوفی سنہ ۲۸۱ھ کی تصنیف ہے۔

مسند لہذا لہ بن اسامہ۔ یہ اصل میں معجم ہے کیوں کہ اس کی ترتیب شیوخ پر ہے۔ مسند مشہور ہو گیا ہے۔ ابو محمد ابن اسامہ (المتوفی سنہ ۲۸۲ھ) کی تصنیف ہے۔

مسند بزار۔ اس مسند میں اکثر غلطیاں ہیں۔ ابوبکر احمد بن عمر بزار المتوفی سنہ ۲۹۲ھ کی تصنیف ہے۔

Marfat.com

سُنن نسائیؒ - امام ابوعبد الرحمن احمد المتوفی سنہ ۳۰۳ھ کی تصنیف ہے صحاح ستہ میں نمبر پانچ اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔

صحیح ابن خزیمہ - ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ (المتوفی سنہ ۳۱۱ھ) کی تصنیف ہے مگر وہ اس کی تصنیف سے تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے فارغ ہو گئے تھے۔ اور یہ شائع ہو گئی تھی - ابن خزیمہ نے تمام صحیح حدیثوں کو جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا مگر پورا نہ کر سکے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ جو کچھ کہا ہے وہ کس حد تک قابل سند ہے چوں کہ یہ کتاب ان کے شاگرد ابن حبان کے ذریعہ سے پہونچی ہے اور ابن حبان کے عقائد پر لوگوں کو شبہ تھا اس لئے قبول کی سند نہ پا سکی اس کا ایک نسخہ جرمن کے کتب خانہ میں ہے - یہ وہ نسخہ ہے جو حافظ ابن حجر کے کتب خانہ میں تھا - خدا کی شان مسلمانوں کے دین کا علمی خزانہ نصرانیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کی قدر دان ہیں -

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن　　　　که نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

المنتقیٰ لابن الجارود - یہ صحیح ابن خزیمہ مستخرج ہے ابن الجارود والمتوفی سنہ ۳۰۷ھ کی تصنیف ہے

مسند ابویعلی موصلی - احمد بن علی (المتوفی سنہ ۳۰۷ھ) کی تصنیف ہے اس میں ثلاثیات بھی ہیں کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے -

تفسیر ابن جریر طبری - امام ابن جریر طبری (المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) کی مشہور و معروف تفسیر ہے - اس میں حدیث کا بہت کافی ذخیرہ ہے -

کتب قرون ثلاثہ کے بعد

صحیح ابوعوانہ - یہ اصل میں صحیح مسلم پر مستخرج ہے - چوں کہ اس میں اسناد و متون میں اضافہ کیا گیا ہے اس لئے مستخرج نہیں کہلاتا - شیخ ابوعوانہ المتوفی سنہ ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے امام ذہبی نے منتقی الذہبی اسی سے خلاصہ کر کے مرتب کی ہے - اس کا ایک نسخہ مولوی ابوطیب عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے -

معانی الآثار - امام طحاوی (المتوفی سنہ ۳۲۱ھ) کی تصنیف ہے -

امالی محاملی - ابوعبداللہ (المتوفی سنہ ۳۳۰ھ) کی تصنیف ہے -

معجم ابن قانع - ابی الحسین ابن عبد الباقی المتوفی سنہ ۳۵۱ھ کی تصنیف ہے -

صحیح ابن سکن - ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی المتوفی سنہ ۳۵۳ھ کی تصنیف ہے

Marfat.com

صحیح ابن حبان (المتوفی ۳۵۴ھ) ان کے عقائد پر لوگوں کو شبہ تھا۔ اس لیے یہ کتاب شرف قبول سے محروم رہی۔ اس کا کچھ حصہ کتب خانہ رام پور میں ہے اور ایک نا تمام نسخہ مولانا عبدالحی لکھنوی کے کتب خانہ میں ہے۔ اس کی نقل مولوی ابوالطیب عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے۔

معاجم ثلاثہ طبرانی ۔ ابوالقاسم طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے تمام حدیثوں کو جمع کرنے کا قصد کیا تھا۔ تین معجم تیار کئے، معجم صغیر، معجم اوسط، معجم کبیر۔

معجم کبیر دراصل مسند ہے کیوں کہ اس میں مسانید کے طرز پر مرویات صحابہ ہیں سوائے حضرت ابوہریرہ کے ان کی مرویات کو علیحدہ جمع کرنے کا قصد کیا تھا جو پورا نہ ہوا۔

معجم اوسط کی چھ جلدیں ہیں۔ یہ شیوخ کی ترتیب پر ہے اکثر شیوخ کی روایات ہیں۔

معجم صغیر بھی شیوخ کی ترتیب پر ہے۔

تمام معاجم کی ترتیب باعتبار حروف تہجی تھی، طبرانی سے پہلے کسی نے معاجم کو شیوخ اور حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب نہیں کیا۔ یہ اس مفید سہولت کے موجد ہیں۔ ان معاجم میں تیس ہزار حدیثیں تھیں۔ ضعیف حدیثیں بھی تھیں لااصل لہا بھی تھیں۔

جزو ابن نجید ۔ ابوعمرو اسمٰعیل بن نجید نیشاپوری المتوفی ۳۶۵ھ کی تصنیف ہے ابن نجید شاگرد تھے عبداللہ بن احمد بن حنبل کے ابن نجید نے حاکم سے روایت کی ہے۔

صحیح اسماعیلی ۔ ابوبکر احمد المتوفی ۳۷۱ھ کی تصنیف ہے، یہ اصل میں صحیح بخاری پر مستخرج ہے، اس میں ایک روایت ان کی عالی بھی ہے، یعنی حضرت انس کی روایتوں میں امام بخاری کے چار واسطے ہیں۔ اسماعیلی بخاری سے موخر ہیں لیکن ان کے بھی چار واسطے ہیں اس لئے ان کی یہ سند بخاری کے مقابلے پر عالی ہے۔

معجم ابن شاہین ۔ عمر بن احمد المتوفی ۳۸۵ھ کی تصنیف ہے،

سنن دار قطنی ۔ ابوالحسن علی المتوفی ۳۸۵ھ کی تصنیف ہے،

جزو فضائل اہلبیت ۔ ابوالحسن علی بن معروف البزار کی تصنیف ہے یہ ۳۸۵ھ تک زندہ تھے۔

معجم ابن جمیع ۔ محمد بن احمد المتوفی ۴۰۲ھ کی تصنیف ہے،

مستدرک حاکم ۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم المتوفی ۴۰۵ھ نے ارادہ کیا کہ صحیحین میں جو

Marfat.com

صحیح حدیثیں باقی رہ گئی ہیں ان کو جمع کر دے ان سے پہلے بھی بعض نے یہ کام کیا اور ان کے بعد بھی کیا مگر ان سے بہتر کوئی نہ کر سکا۔ ان کا دعوی یہ ہے کہ مستدرک میں تمام صحیح حدیثیں ہیں لیکن علما نے ثابت کیا ہے کہ اس میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں بلکہ بعض موضوع بھی ہیں۔ امام ذہبی نے اس کا اختصار کیا ہے۔ اور اکثر احادیث کے متعلق یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے علما نے فیصلہ کیا ہے کہ بغیر مطالعہ تلخیص ذہبی مستدرک پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔

کتاب المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث۔ عبدالغنی ازدی المتوفی ۴۰۹ھ کی تصنیف ہے مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے،

مستدرک علی الصحیحین۔ ابی ذر ہروی مالکی المتوفی ۴۳۴ھ نے تصنیف کی

سنن کبری۔ بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی تصنیف ہے یہ تقریباً تمام طرق حدیث کی جامع کتاب ہے۔

کتاب المستفق والمفترق۔ خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ کی تصنیف ہے، کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں ہے۔

الاکمال فی معرفۃ المؤتلف والمختلف۔ مصنفہ ابن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ کتب خانہ پیر جھنڈا میں ہے۔

الجمع بین الصحیحین للحمیدی۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر المتوفی ۴۸۸ھ کی تصنیف ہے اس میں احادیث صحیحین کو مسانید صحابہ پر ترتیب دیا ہے،

نوادر الاصول۔ حکیم ترمذی المتوفی ۲۸۵ھ کی تصنیف ہے اس میں غیر معتبر روایتیں بہت ہیں بعض اس کو غلطی سے امام ترمذی کی تصنیف سمجھ لیتے ہیں۔

فردوس الاخبار۔ فردوس دیلمی المتوفی ۵۵۸ھ کی تصنیف ہے حدیثوں کو باعتبار حروف تہجی لکھا ہے یعنی جو حرف حدیث میں اول آیا ہے وہ لیا ہے۔ یہ اس طرز کے موجد ہیں اس کتاب میں موضوعات بہت ہیں۔

شرح المصابیح۔ شہاب الدین فضل اللہ بن حسن توربشتی المتوفی ۶۶۱ھ کی تصنیف ہے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے،

جامع الاصول۔ علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے علامہ رزین کی کتاب کو ابواب فقہیہ کی مانند ابواب پر مرتب کیا اور ابواب کی ترتیب حروف تہجی پر رکھ کر جامع الاصول

Marfat.com

نام رکھا۔

معجم دمیاطی ۔ ابو محمد عبد المومن المتوفی سنہ ۷۰۵ھ کی تصنیف ہے چار جلدیں ہیں تیرہ سو شیوخ کی روائتیں ہیں ۔

مشکوۃ المصابیح ۔ ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد الخطیب المتوفی سنہ ۷۴۲ھ کی تصنیف ہے اس میں ۲۹ کتابیں (۳۲۷) ابواب (۱۰۳۸) فصلیں ہیں ۔ اس کی ایک شرح ابو الحسن علی بن محمد المتوفی سنہ ۷۴۳ھ اور ایک شرح حسن بن محمد طیبی المتوفی سنہ ۷۴۳ھ کی اور ایک عبد العزیز بن محمد المتوفی سنہ ۸۶۵ھ کی اور ایک نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ کی ایک اور ایک شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ہے ۔ ایک شرح مولانا حافظ حاجی محمد ادریس کاندھلوی نے لکھی ہے ۔ جو دمشق میں بصرف محکمہ اشاعت العلوم حیدر آباد طبع ہوئی ۔

مسلسل باولیۃ ۔ محمد بن محمد المصری المتوفی سنہ ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے ۔

مسند ابی عبد الرحمن ۔ بقی المخلد القرطبی المتوفی سنہ ۲۷۶ھ کی تصنیف ہے یہ مسند ابواب فقہیہ پر مرتب ہے اس میں تیرہ سو سے زیادہ اصحاب کی روایتیں ہیں ۔

مسلسلات صغریٰ ۔ امام سیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے اس میں ایک ایک مضمون کی احادیث مسلسل چلی گئی ہیں ۔

کنز العمال ۔ شیخ علی متقی برہان پوری المتوفی سنہ ۹۷۵ھ نے امام سیوطی کی تمام حدیثوں کو ابواب فقہ پر باعتبار حروف تہجی جمع کر دیا ہے ۔ گویا امام سیوطی کی محنت کو مفید اور سہل بنا دیا ہے شیخ ابو الحسن بکری کا قول ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے اور متقی کا سیوطی پر احسان ہے اس کتاب پر ہندوستان اور دکن جس قدر بھی فخر کرے بجا ہے ۔

الباب الثالث

فی الشتات

حفظ و تحریر حدیث

زمانہ قدیم میں ہر ملک و قوم میں خواندہ آدمی کم تھے۔ اسباب کتابت بھی کم تھے سامان طباعت بالکل نہ تھا۔ تمام قومی و مذہبی روایات کا زبانی یادداشت پر انحصار تھا۔

ایک محدث آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ وہ اور ان کا شاگرد ایک اونٹ پر سوار ہو کر سفر کو چلے۔ راستہ میں ایک موقع پر محدث نیچے کو جھکے۔ شاگرد نے دریافت کیا کہ آپ کیوں جھکے محدث نے کہا یہاں ایک درخت ہے۔ اس کی ایک شاخ جھکی ہوئی ہے ممکن ہے سر میں لگ جائے شاگرد نے کہا یہاں کوئی درخت نہیں محدث نے کہا رکو اور تحقیق کرو اگر میری یاد غلط ہے تو آج سے حدیث کی روایت نہ کروں گا۔ شاگرد نے قریب کے موضع کے رہنے والوں سے دریافت کیا تو ایک بوڑھے نے کہا کہ یہاں ایک درخت تھا اس کی ایک شاخ جھکی ہوئی تھی وہ کاٹ دیا گیا تب محدث کو اطمینان ہوا۔

تحریر میں آسانی سے جعل ممکن ہے اگر تحریروں پر بھروسہ کیا جائے تو جعل مستقل صورت اختیار کر جاتا ہے۔ پھر اس سے اجتناب مشکل تھا۔

حضرت عباس ایک مرتبہ حضرت علی کے فیصلے کی نقل کر رہے تھے بعض مقامات کو چھوڑ جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے علی نے یہ فیصلہ ہرگز نہیں کیا ہوگا (مسلم)

یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حفظ میں نسیان ممکن ہے لیکن نسیان سے اس قدر خطرہ نہیں جتنا جعل سے ہے۔ نسیان کی اصلاح دوسرے معتبر راوی سے ممکن ہے۔ اس کی نظریں پہلے لکھی جا چکی ہیں کہ محدثین خفیف شبہ پر تصحیح کے لئے مہینوں کا سفر کر کے پہنچے۔

اسماعیل بن عبد الکریم اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وہ وہب تابعی کے صحیفہ سے

Marfat.com

دیکھ کر روایت کرتے تھے[1]

اس لئے قرن اول و قرن ثانی میں تحریر کا رواج کم رہا۔ قرن ثالث میں جب لوگوں کے حافظے کمزور ہو گئے اور تالیف و تصنیف کا زور ہوا تو محدثین تحریر پر مجبور ہوئے۔

کثرت تحریر و تصنیف کا یہ نتیجہ ہوا کہ حفاظ حدیث کی تعداد کم ہو گئی یہاں تک کہ امام سیوطی کے بعد ایک بھی حافظ حدیث نہ ہوا

اختلاف حدیث

حدیث کی روائتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک روایت بالمعنی۔ دوسری روایت باللفظ۔

اختلاف الفاظ

روایت بالمعنی یہ کہ راوی اپنے الفاظ میں حضور کے قول و فعل وغیرہ بیان کریں۔

اس کے الفاظ و عبارت میں تو اختلاف ہونا ہی چاہیئے کیوں کہ ہر شخص اپنے حسب فہم و استعداد الفاظ و عبارت بولے گا مطلب میں فرق نہ آنا چاہیئے۔

روایت باللفظ یہ کہ راوی وہ الفاظ بیان کرے جو حضور علیہ السلام نے فرمائے ہیں اس قسم کی بھی بعض روایتوں کے الفاظ و عبادت میں فرق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اوقات میں آنحضرت نے ایک ہی کام کے متعلق ایک ہی حکم دیا مگر کبھی کچھ الفاظ ہوئے کبھی اس کے مرادف الفاظ ہوئے مطلب ایک ہی ہے۔

امام ابن سیرین کا قول ہے کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا جس کو ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا مگر معنے ایک تھے۔

اختلاف مطلب

بعض حدیثوں کے مطلب و معنی میں بھی فرق ہے اس کا باعث وہی ہے جو کئی جگہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور یہ ممکن بھی نہ تھا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کھانے کے لئے ہمیشہ ایک ہی نشست سے بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص ہمیشہ شمال ہی کو سر کر کے سویا کرے؟

یہ بھی ہوا ہے کہ بمقتضائے مصلحت و ضرورت حضور نے ایک ہی کام کے متعلق ایک دفعہ ایک حکم دیا۔ دوسری دفعہ اس کے خلاف حکم دیا۔

ریشمی کپڑا پہننے کو حضور نے ناجائز قرار دیا۔ مگر حضرت عبد الرحمن بن عوف و حضرت زبیر

[1] تہذیب التہذیب

ابن العوام کو اجازت دی۔

اکڑ کر تبختر کے ساتھ چلنے کی حضور نے ممانعت فرمائی۔ مگر جنگ احد میں جب ابو دجانہ حضرت کی تلوار لے کر اکڑ کر چلے تو ان کی تعریف فرمائی۔

واقعات کے متعلق دو مرد گواہ یا ایک مرد دو عورت گواہ کی ضرورت قائم کی لیکن حضرت خزیمہ کی تنہا گواہی کو کافی قرار دیا۔

نماز کی سخت تاکید فرماتے تھے مگر جنگ خندق میں نماز قضا کرادی۔

ایسی ہی مختلف صورتیں اور واقعات پیش آئے کہ مختلف طرح کے احکام اور عمل ہوئے جس نے جو دیکھا یا جو سنا وہ گرہ باندھ لیا۔

تصحیح احادیث میں اختلاف محدثین

بعض احادیث کی تصحیح میں جو بین المحدثین اختلاف ہے اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) جس نے تضعیف کی اس کو وہ حدیث بسند ضعیف پہونچی جس نے تصحیح کی اس کو بسند قوی پہونچی یا دونوں کو بسند ضعیف پہونچی، مگر ایک کو اس کی شواہد و متابعات روایتیں مل گئیں دوسرے کو نہیں ملیں یا دونوں کو ملیں مگر ایک نے باعتبار سند خاص و متن خاص تضعیف کی، چنانچہ ترمذی میں بعض جگہ یوں ہے غریب ھذا اللفظ یعنی باعتبار متن خاص حدیث غریب ہے۔

(۲) کسی راوی پر جرح ہوئی لیکن سبب جرح ایک محدث کو نہ معلوم ہوا۔ اس نے تضعیف کی دوسرے کو سبب جرح معلوم ہوگیا اور وہ قابل التفات نہ تھا اس نے تصحیح کر دی۔

(۳) بعض امور ایسے ہیں کہ ان کو ایک محدث موجب جرح سمجھتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا اس اختلاف سے تصحیح و تضعیف ہوئی۔

(۴) کسی امام کے کسی راوی پر جرح دیکھ کر اس کی تضعیف کر دیگئی اور جرح کرنے والے امام نے اس جرح کو غلط پا کر اس سے رجوع کر لیا رجوع کی اطلاع تضعیف کرنے والوں کو نہیں پہونچی اس لئے وہ اس کی تضعیف پر قائم رہے جن کو اطلاع ہوگئی انہوں نے تصحیح کی۔

(۵) کسی امام نے کسی راوی کی تفتیش کی اور اس نے کوئی امر قابل جرح نہ پایا اس نے اس کی تصحیح کی۔ کچھ دنوں کے بعد راوی کی حالت بدل گئی اس حالت کو جس نے دیکھا اس کی تضعیف کی

Marfat.com

اس اختلاف کا ارتفاع مراجعت کتب سے بسہولت ممکن ہے۔

تین قسم کے راوی اور روایتیں

(۱) ایک قسم کے وہ لوگ تھے جو روایت باللفظ کو ضروری اور روایت بالمعنی کو مضر سمجھتے تھے ان کی تعداد زیادہ ہے،

(۲) وہ جو روایت باللفظ کو بہتر جانتے اور بمجبوری بالمعنی بھی روایت کرتے تھے۔

(۳) جو روایت بالمعنی کے عادی تھے اور اس میں کچھ نقصان نہ سمجھتے تھے، یہ تعداد میں بہت کم تھے اور ان میں خاص خاص ثقات و ماہر علوم کی حدیثیں لی گئیں ہیں، تمام کتب حدیث میں انہیں تین قسموں کی روایتیں ہیں۔

محدثین کی سعی کا نتیجہ

دنیا میں ہزاروں حدیثیں کتابوں میں درج ہیں اگر محدثین صرف جمع حدیث پر قناعت کرتے تو اس سے بھی زیادہ ذخیرہ اکٹھا ہو جاتا۔ اور حدیثوں کی دستیابی کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوتا آج جو بدعتیوں گمراہوں کو علم حدیث کی طرف نظر کر کے مایوسی ہوتی ہے وہ نہ ہوتی بلکہ ان کی ہر خواہش کامیاب ہوتی۔ محدثین نے تلاش کر کے صحابہ کے تعامل پر نظر کر کے راویوں کو جانچ کر مضمون کو عقل کی ترازو میں تول کر کتاب و سنت سے مقابلہ کر کے حدیثوں کے راویوں کے مدارج و مراتب مقرر کر دیئے، اب کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ صحیح کو غیر صحیح اور ضعیف کو قوی بنا دے یہ جانچ ایسے سخت اصولوں سے کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ سختی ایسے کام میں ممکن نہ تھی موضوعات کا ذخیرہ علیحدہ مرتب کیا جاتا ہے۔ موضوعات کی شناخت کے قواعد مقرر ہیں۔ حدیث کے مراتب، روایات کے درجات کے ضوابط مدون ہیں۔ علم الفاظ حدیث کے اصول قائم ہیں۔

حضرت ابوہریرہ کی حدیث ظل عرش میں ایک راوی سے ذراسی لفظی تقدیم و تاخیر ہو گئی تھی[1] محدثین نے تحقیق و تفتیش کر کے بتا دیا کہ اصل ترتیب اس طرح ہے[1]

محدثین اس درجہ تحقیق و تفتیش کرتے تھے کہ روایت کے صحیح صحیح حالات کمل جاننے تھے اور وضاع افتراء پر مجبور ہو جاتے تھے۔

موبل بن اسماعیل سے ایک شیخ نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل حضرت ابی ابن کعب سے مرفوعاً روایت کئے موبل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپکو کس سے پہنچی انھوں نے کہا

---

[1] نزہتہ النظر

مدائن کے ایک شیخ سے اور وہ ابھی زندہ ہے، مومل مدائن پہنچ کر اس شیخ سے ملے اور دریافت کیا اس نے ایک اور شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ اس کے پاس گئے اس نے بصرہ کے شیخ کا حوالہ دیا یہ بصرہ گئے۔ اس نے عبادان کے ایک شیخ کا حوالہ دیا یہ عبادان گئے۔ اس شیخ نے ان کی ایک شیخ سے ملاقات کرائی۔ مومل نے اس شیخ سے دریافت کیا انھوں نے کہا کہ میں نے ترغیب کے لئے یہ حدیث وضع کی ہے لہ

اقسام حدیث

حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں سب سے پہلے دو قسمیں ہیں۔ مقبول و مردود

خبر مقبول ۔ وہ حدیثیں جن کو باعتبار روایت و درایت ائمہ نے قابل حجت قرار دیا ہے۔

خبر مردود ۔ جن روایتوں کو ائمہ نے باعتبار روایت و درایت ناقابل حجت ٹھرایا ہے۔

یہ دونوں قسمیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔ قولی، فعلی، تقریری

قولی ۔ رسول کریم کا قول صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریم نے یوں فرمایا ہے،

فعلی ۔ رسول کریم کا فعل صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریم نے یہ کام اس طرح کیا ہے،

تقریری ۔ صحابی یوں بیان کرے کہ میں نے یا فلاں شخص نے رسول کریم کے سامنے یہ کام اس طرح کیا تو آپ نے منع نہیں فرمایا۔

ان تینوں قسموں کی دو قسمیں ہیں، صریحی، حکمی،

صریحی قولی ۔ صحابی حضور کے بیان فرمودہ الفاظ کو اس طرح بیان کرے کہ جس سے صاف معلوم ہو کہ اس نے حضور سے یہ خود سنا ہے جیسے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدثنی یا حدثنا رسول اللہ یا اخبرنی یا اخبرنا رسول اللہ یا انبأنی یا انبأنا رسول اللہ مگر ائمہ نے قال رسول اللہ عن رسول اللہ کو بھی صریحی قولی میں شمار کیا ہے کیوں کہ بعض صحابہ نے دوسرے صحابہ سے سن کر روایتیں کی ہیں۔

صریحی فعلی ۔ صحابی آنحضرت کے فعل کو اس طرح بیان کرے کہ اس نے یہ فعل آنحضرت کو کرتے خود دیکھا ہے جیسے رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مگر محدثین نے کان رسول اللہ کو بھی اس میں شمار کیا ہے، کیوں کہ بعض صحابہ نے خود وہ فعل کرتے نہیں دیکھا دوسرے صحابی سے سن کر روایت کیا ہے،۔

لہ تدریب الراوی

Marfat.com

صریحی تقریری۔ صحابی ایسے کام کو جو آنحضرت کے سامنے ہوا اور آپ نے اُس سے روکا نہیں۔ ایسے الفاظ میں بیان کرے جس سے صاف معلوم ہو کہ یہ کام اُس نے خود کیا ہے یا یہ واقعہ اس کے سامنے ہوا ہے جیسے فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ محدثین نے فعل فلان بحضرۃ النبی کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔

حکمی قولی۔ ایک ایسا صحابی جو اسرائیلیات سے کوئی بات ماخوذ کرنے کا عادی نہیں ہے وہ ایسی بات بیان کرے جس کا تعلق عقل و اجتہاد، بیان لغت اور شرح غریب سے نہ ہو جیسے احوال قیامت، قصص انبیاء وغیرہ۔

حکمی فعلی۔ صحابی نے ایسا کام کیا ہو کہ جس میں اس کے اجتہاد کا دخل نہ ہو۔

حکمی تقریری۔ صحابہ نے آنحضرت کے عہد میں آپ کی عدم موجودگی میں کوئی ممنوع کام کیا ہو۔

باعتبار شہرت و عدم شہرت حدیث کی دو قسمیں ہیں، متواتر، احاد

متواتر۔ وہ حدیث جس کو اس قدر اشخاص بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پہ مجتمع ہونا محال ہو علماء نے ان کی تعداد مختلف قرار دی ہے ۴۔ ۵۔ ۷۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۲۰۔ ۴۰۔ ۷۰۔ ۳۰۰ سے زیادہ۔

تواتر کی دو قسمیں ہیں۔ تواتر فعلی۔ تواتر قولی

تواتر فعلی۔ رسول کریم نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق لوگوں کے ہر روز یا ہر وقت یا کچھ دنوں بعد پے در پے دستور العمل سے ہے اور تمام مسلمان اس کو عمل میں لاتے ہیں۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ کے مسائل متعلقہ۔

تواتر قولی۔ حضور کا ارشاد تواتر سے ثابت ہو اس کی دو قسمیں ہیں، تواتر لفظی تواتر معنوی

تواتر لفظی۔ یہ کہ راویوں نے اس کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔

تواتر معنوی۔ یہ کہ راویوں نے اس کے معنی و مطلب کو محفوظ رکھا ہو۔ اور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہو۔

ان جملہ متواترات کی دو قسمیں ہیں ایک تواتر سکوتی۔ دوسرے تواتر غیر سکوتی۔

تواتر سکوتی۔ یہ کہ راوی نے روایت کیا اور کسی نے اس پہ انکار نہیں کیا۔

Marfat.com

تواتر عمل سکوتی یہ کہ لوگوں نے اس پر اثبات کیا اور عمل درآمد کرنے لگے۔

متواتر چوں کہ مفید علم یقینی ہوتی ہیں اس لئے مقبول ہی ہوتی ہیں مردود نہیں ہوتیں۔

خبر متواتر کا تعلق حس سے ہے، فعل کا تعلق حس باصرہ سے اور قول کا حس سامعہ سے ہے فعل کے متعلق راوی بیان کرے۔ رأیتُ رسول اللہ یا فعل کذا۔

قول کے متعلق بیان کرے۔ سمعتُ رسول اللہ یا قال ھذا۔

آحاد ۔ جو متواتر نہ ہوں۔ یا۔ وہ روایات کہ عموماً ان کا تعلق عام خلائق سے ایسا نہیں کہ ہر آن ہر وقت، یا کچھ دنوں کے بعد پے در پے عمل میں آتی رہی ہوں بلکہ قلت و ندرت کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔

خبر واحد کے راوی اگر اچھے ہیں تو مقبول ہوگی اگر اچھے نہیں تو مردود ہوگی۔ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ اخبار آحاد جو صحیحین کے علاوہ ہیں اس وقت واجب العمل ہوں گے جب کہ ان کی سندیں صحت کو پہنچ جائیں۔

اخبار آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔

۱ مشہور ۔ جس حدیث صحیح کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین ضرور ہوں یا جس کی روایت عہد صحابہ و تابعین میں کم ہوئی ہو اور بعد میں کچھ زیادہ ہوئی ہو۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ روایت کا سلسلہ ابتداء سے انتہا تک یکساں ہو۔

اگر مشہور کے روایت کا سلسلہ ابتداء سے انتہا تک یکساں ہے تو اس کو مستفیض کہیں گے۔

۲ عزیز ۔ وہ حدیث صحیح جس کے سلسلہ رواۃ میں ہمیشہ دو ہی راوی پائے جائیں۔ گو کتنے ہی طرق سے مروی ہو مگر ہر طریق میں انہیں دو راویوں میں سے کوئی ایک راوی پایا جائے۔

۳ غریب ۔ وہ حدیث جس کے اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں، فرد کی دو قسمیں ہیں، فرد مطلق، فرد نسبی۔

فرد مطلق ۔ وہ ہے جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرتا ہے وہ متفرد ہے، اس کو غریب مطلق بھی کہتے ہیں۔

فرد نسبی ۔ وہ ہے جس میں صحابی سے روایت کرنے والے کے بعد کوئی راوی منفرد ہے،

غریب ہذا اللفظ جو حدیث باعتبار متن خاص کے غریب ہو۔

خبر مقبول کی پہلی تقسیم

صحیح ۔ جس کے راوی متدین ۔ متشرع ۔ جید الحفظ ، ضابط و عادل ہوں ۔ اور اس کی سند مسلسل ہو اور اس میں کسی قسم کی علت نہ ہو ۔

حسن ۔ مثل صحیح کی ہے ، فرق اس قدر ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں ۔ ان دونوں قسموں کی دو قسمیں ہیں ۔ لذاتہ اور لغیرہ ۔

صحیح لذاتہ ۔ جس کے راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں اور معلل و شاذ نہ ہوں ۔

صحیح لغیرہ ۔ راوی صحیح لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں متعدد طرق سے ہو اسناد متصل ہو شاذ نہ ہو ۔

حسن لذاتہ ۔ جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں لیکن کثرت طرق سے ہو ۔

حسن لغیرہ ۔ جس کے راوی حسن لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں مگر متعدد طرق سے ہو ۔

قوی ۔ جس کے سب راوی عقیل اور قوی الحافظہ اور ثقہ ہوں ۔

شاذ و محفوظ ۔ اگر ثقہ راوی نے کسی ایسے راوی کے خلاف روایت کی جو اس سے راجح ہے تو اس حدیث کو شاذ کہیں گے اور اس کے مقابل کو محفوظ ۔

منکر و معروف ۔ اگر ضعیف راوی نے قوی راوی کے خلاف روایت کی تو اس کی حدیث کو منکر اور مقابل والی کو معروف کہتے ہیں ۔

متابع ۔ حدیث فرد کے جس راوی کے متعلق گمان تفرد تھا ۔ اگر اس کا کوئی موافق مل گیا تو اس موافق کو متابع اور موافقت کو متابعت کہتے ہیں ۔

اگر متابعت نفس منفرد راوی کے لئے ہے تو متابعت تامہ کہیں گے ،

اور اگر اس کے شیخ یا اوپر کے شیخ سے ہے تو متابعت قاصرہ کہیں گے

شاہد ۔ اگر کسی دوسرے صحابی سے ایسا متن مل گیا جو کسی حدیث فرد کے ساتھ لفظاً و معناً یا صرف معناً مشابہ ہے تو اسے شاہد کہتے ہیں ۔

خبر مقبول کی دوسری تقسیم

محکم ۔ جس حدیث مقبول کی کوئی حدیث معارض نہ ہو ۔

مختلف الحدیث ۔ اگر کسی خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہے اور دونوں میں بطریق اعتدال تطابق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں ۔

Marfat.com

ناسخ ومنسوخ ۔ جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہو اور ان میں تطابق ممکن ہو تو جو حدیث مقدم ہوگی وہ منسوخ سمجھی جائے گی اور دوسری ناسخ ۔

متوقف فیہ ۔ جن دو حدیثوں میں تعارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو اور شان نزول کے ذریعہ سے اس کو ناسخ ومنسوخ بھی قرار نہ دیا جا سکے تو دونوں پر عمل کرنے میں توقف کیا جائے گا

تقسیم خبر مردود

حدیث کے مردود ہونے کی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کی اسناد سے ایک یا کئی راوی ساقط ہوں ۔ دوسرے یہ کہ اس کا کوئی راوی بلحاظ دیانت وضبط مجروح ہو ۔

باعتبار سند

سقوط راوی کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں ، معلق ، مرسل ، معضل ، منقطع

معلق ۔ جس حدیث کے ابتدائے سند سے بتصرف راوی ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں یا اس کی کل سند حذف کر دی گئی ہو یا بیان کرنے والا اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ الشیخ سے روایت کرے تو یہ حدیث معلق کہلائے گی اگر راوی مدلس ہے تو حدیث مدلس کہلائے گی ۔

مرسل ۔ تابعی سے اوپر کا راوی جس حدیث کا ساقط ہو ۔ اس طرح روایت کرنے کو ارسال کہتے ہیں اگر تابعی اپنے ایسے معصر سے ارسال کرتا ہے کہ جس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں تو اس کو مرسل خفی کہتے ہیں ۔

معضل ۔ جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل ساقط ہوں ،

منقطع ۔ جس حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں

حدیث معنعن ۔ جس میں عنعنہ فلاں سے روایت ہو یا "فلاں راوی سے مروی ہے" بیان کیا جائے ۔ اس میں امام بخاری کی یہ شرط ہے کہ راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو امام مسلم کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہمعصر ہوں ۔ بعض نے راوی کا مروی عنہ سے روایت کرنا کافی سمجھا ہے ،

بلحاظ طعن راوی

موضوع ۔ جس کا راوی حدیثیں بنانے والا مشہور رہو ۔

متروک ۔ جس کو جھوٹی روایت کرنے والے راوی نے روایت کیا ہو ۔

منکر ۔ جس کا راوی بکثرت غلطیاں کرتا ہو ۔

Marfat.com

معلل۔ جس حدیث کی سند میں ایسی علتیں ہوں جو سند کی صحت میں خلل انداز ہوتی ہیں۔

مدرج۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مدرج الاسناد، دوسرے مدرج المتن۔

مدرج الاسناد۔ جس کی سند میں تغیر کیا گیا ہو۔

مدرج المتن۔ متن حدیث میں صحابی یا تابعی کا قول ملا دیا گیا ہو۔

مقلوب۔ جس حدیث کی سند میں اسماء مقدم مؤخر ہو گئے ہوں یا متن میں الفاظ مقدم مؤخر ہو گئے ہوں۔

المزید فی متصل الاسناد۔ جس کی سند میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

مضطرب۔ راوی میں اس طرح تبدیلی کر دی گئی ہو کہ ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو، یا راوی کو سلسلہ رواۃ یا عبارت متن حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔

مصحف و محرف۔ اسمائے رواۃ میں یا الفاظ میں باوجود بقائے صورت خطی تغیر کر دیا گیا ہو۔ جیسے شریح کو سریج کر دیا گیا ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اور اگر اسماء رواۃ میں اس طرح تغیر ہوا کہ جیسے حفص کہ جعفر ہو گیا تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

روایت بالمعنی۔ راوی حدیث میں اختصار کرے یا الفاظ حدیث کو محفوظ نہ رکھا مطلب یاد رکھکر اپنی عبارت میں بیان کیا۔

بعض ائمہ نے روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھا۔ بعض نے یہ شرط کی ہے کہ روایت بالمعنی اصحاب کے سوا کسی کو جائز نہیں بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر روایت بالمعنی کرنیوالا فقیہ وفہیم ہے تو اس کی روایت لی جائے گی اور اس کا اختصار جائز سمجھا جائیگا۔ تابعین میں سے امام حسن بصری امام شعبہ، امام ابراہیم نخعی۔ امام سفیان ثوری روایت بالمعنی کو لیتے تھے۔

اصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے دماغ میں فراست وتفقہ فی الدین ہوتا ہے ان کو الفاظ کا یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے کیوں کہ ان کے دماغ میں معانی ومطالب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے لئے مشکل سے گنجائش ہو سکتی ہے، مجتہدین کی یہی کیفیت تھی۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ اگر ہم ایک حدیث کو اپنے سنے ہوئے کے موافق بیان کرنا چاہیں تو نہیں بیان کر سکتے [1]

امام ابن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا مگر معنی ایک ہی تھے [2]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ [2] مصنف عبدالرزاق

فقیہ و فہیم کا بالمعنی یا بالاختصار روایت کرنا مضر نہیں۔ ہاں عوام کا ضرور موجب نقصان ہے، اسی لئے خاص خاص مجتہدین نے روایت بالمعنی کو جائز رکھا باقی محدثین اکثر روایت باللفظ ہی کے پابند تھے اور ان کو یاد رہتا تھا اور وہ یاد رکھتے تھے۔

الفاظ رسول کا بیان حدیث قولی ہی میں ہو سکتا ہے، فعلی و تقریری کا بیان تو بالمعنی ہی ہوگا

مبہم۔ جس کے راوی کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو یا اس طرح ذکر کیا گیا ہو کہ صحیح خیال قائم نہ ہو سکے،

مستور۔ جس کو ایسے راوی نے روایت کیا ہو کہ جس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو اور یہ تحقیق نہ ہو سکتا ہو کہ یہ روایت اس کے کس زمانہ کی ہے، قبل از عارضہ یا بعد از عارضہ۔

شاذ۔ جس کا راوی ہمیشہ بد حافظہ رہا ہو۔

مختلط۔ جس کے راوی کو کسی وجہ سے سہو و نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو، ایسے راوی کی روایت جو قبل از عارضہ ہوگی وہ لی جائے گی جو عارضہ کے بعد ہوگی وہ قبول نہ کی جائے گی۔

ضعیف۔ جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم یا بد حافظہ وغیرہ ہو۔

تقسیم خبر بلحاظ اسناد

مرفوع۔ جس حدیث کی سند رسول کریم پر منتہی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں۔

موقوف۔ جس میں راوی صحابی کے قول و فعل و تقریر کو بیان کرے،

مقطوع۔ جس میں راوی تابعی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے،

موقوف و مقطوع کو اثر بھی کہتے ہیں۔

مسند۔ مرفوع صحابی جو ایسی اسناد سے ثابت ہو کہ بظاہر متصل ہو،

متصل۔ جس کے سلسلہ روایت میں ایک راوی بھی درمیان میں ساقط نہ ہوا ہو،

نوٹ، بعض حدیثوں کے ساتھ غریب اور حسن صحیح وغیرہ لکھا ہوتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے مروی ہے، متفق علیہ وہ حدیث ہے جس پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں کا اتفاق ہو کل متفق علیہ حدیثیں (۲۳۲۶) ہیں۔

حدیث قدسی۔ وہ حدیث ہے جس میں رسول کریم نے خداوند ذوالجلال کی طرف سے بیان کیا ہو یعنی فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے،

Marfat.com

بعض اصطلاحات

مخضرمین - وہ لوگ جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے مگر رسول کریم کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے - ان کو بعض نے صحابہ میں شمار کیا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کبار تابعین میں ہیں -

سند عالی - جس میں راوی سے حضور تک رجال کم ہوں -

علو مطلق و نزول مطلق - اگر ایک حدیث کی کئی سندیں حضور تک پہونچی ہوں - مگر ان میں ایک سند میں دوسری سندوں سے وسائط کم ہوں - تو اس کو علو مطلق کہتے ہیں اور مقابل کو نزول مطلق

علو نسبی و نزول نسبی - اگر ایک حدیث کی کئی کئی سندیں ہوں اور وہ سندیں کسی مشہور امام حدیث تک پہونچتی ہوں جیسے شعبہ و مالک وغیرہ تو ان سندوں میں سے جس سند میں آدمی کم ہوں گے اس کو علو نسبی کہا جائے گا اور مقابل کو نزول نسبی،

موافقت ، کسی مصنف کے شیخ تک ایسی اسناد چلا دینا جو مصنف کے شیخ ... تک پہونچتی ہے، مغائر ہو اور تعداد رجال بھی اس میں کم ہوں،

کسی مصنف کے شیخ الشیخ تک ایسی اسناد چلا دینا جو مصنف کی اسناد کے مغائر ہو اور تعداد اور رجال میں بھی اس سے کم ہو -

مساوات - ایک حدیث کی سند کسی مصنف کی عالی ہو، دوسرا مصنف بھی اس حدیث کو کسی دوسری سند سے روایت کرے اس میں بھی تعداد اور رجال اسکی برابر ہو،

مصافحہ - ایک حدیث ایسی اسناد سے جو دوسری سے عالی تھی روایت کی گئی جو کسی مصنف کے شاگرد کے اسناد کے ساتھ تعداد رجال میں مساوی ہو -

روایۃ الاقران - دو معصروں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا،

روایت الاکابر عن الاصاغر - چھوٹے سے بڑے کا روایت کرنا مثلاً باپ کا بیٹے سے یا استاد کا شاگرد سے روایت کرنا اس کے خلاف کو روایت اصاغر عن الاکابر کہتے ہیں -

روایت سابق و لاحق - اگر دو آدمی ایک ہی شیخ سے روایت کرتے ہیں، ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے مرگیا تو مرنے والے کی روایت کو روایت سابق اور دوسرے کی روایت کو

Marfat.com

روایت لاحق کہتے ہیں۔
مسلسل۔ اگر ایک سند کے عام رواۃ نے ایک ہی لفظ سے مثلاً حدثنا وغیرہ سے ایک حدیث روایت کی یا سب کے سب ایک قول پر متفق ہوگئے اس کو مسلسل کہتے ہیں۔
اجازت۔ روایت حدیث کے لئے کسی محدث سے اجازت لینا ضروری ہے۔
اجازت بالمشافہہ۔ اگر کسی شیخ نے کسی کو مخصوص حدیث اپنے سے روایت کرنے کی زبانی اجازت دے دی تو اس کو مجاز اجازت بالمشافہہ کہتے ہیں۔
اجازت بالمکاتبہ۔ شیخ نے روایت حدیث کی اجازت مکتوبی دی ہو۔
اجازت معینہ۔ شیخ کسی کتاب معین غیر حاضر کی نسبت طالب سے کہے کہ تم مجھ سے اس کی روایت کرو۔
مناولہ۔ شیخ اپنا اصل نسخہ حدیث یا اس کی نقل طالب کو دے دے۔
وجادہ۔ طالب کو کوئی ایسی کتاب مل گئی جس کا کاتب کوئی محدث ہو تو اسے وجادہ کہا جاتا ہے۔ جب تک کاتب سے اجازت حاصل نہ کرے اس وقت تک اخبرنی فلان کہہ کر روایت نہیں کرسکتا۔
وصیت بالکتاب۔ محدث نے بوقت وفات وصیت کی کہ میری یہ کتاب فلاں شخص کو دے دی جائے لیکن موصی لہ اس کے بغیر اجازت روایت نہیں کرسکتا۔
اعلام۔ کسی شیخ کا یہ کہنا کہ فلاں کتاب فلاں شیخ سے روایت کرنا۔
اجازت مجہول۔ اگر شیخ نے یہ کہا کہ میں نے عبدالرحمن کو اجازت دی تو یہ اجازت مجہول ہے صاف کہے میں نے تجکو اجازت دے دی۔
متفق ومفترق۔ اگر چند راویوں اور ان کے باپ دادوں کے نام ونسب وکنیت ایک ہی ہوں تو ان کو متفرق ومتفق کہا جاتا ہے۔
موتلف ومختلف۔ اگر متعدد اسماء خط میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں (یہ اختلاف کبھی نقطوں سے ہوتا ہے جیسے یحییٰ ونجی۔ کبھی شکل سے ہوتا ہے جیسے حفص وجعفر)
متشابہ۔ راویوں کے نام خط وتلفظ میں متفق ہوں مگر ان کے آباء کے نام بلحاظ تلفظ مختلف وبلحاظ خط متفق ہوں جیسے محمد بن عقیل بفتح عین ومحمد بن عُقیل بضم عین۔
طبقہ رواۃ۔ ہمعصر اشخاص اور وہ اشخاص جو ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں شریک ہو

اُستاد بھائی یا پیر بھائی یا ہم مکتب یا ہم درس)

تزکیہ ۔ کسی راوی کے اوصاف کا اس طرح بیان کرنا کہ اس پر جرح باقی نہ رہے ۔

امر ۔ جو حکم قرآن میں یا حدیث میں دیا گیا ۔ امر کے خلاف اگر کوئی فعل رسول کریم کا ہے تو امر اس سے منسوخ نہیں ہو سکتا کیوں کہ فعل عذر و تحقیق وغیرہ کو متحمل ہے)

تخریج ۔ تلاش کر کے کسی حدیث کی سند صحیح نکالنا اور کسی حدیث کو معہ سند ذکر کرنا ۔

صحابی ۔ جس نے بحالت اسلام رسول کریم کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو ۔

تابعی ۔ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو ۔

تبع تابعی ۔ جس نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو ۔

وحی متلو ۔ جس کے الفاظ منجانب اللہ حضور پر نازل ہوتے تھے اور آپ اس کو پڑھ کر سناتے تھے اس کو وحی جلی بھی کہتے ہیں ۔ یہ قرآن ہے ۔

وحی غیر متلو ۔ جس کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا تھا اس کو حضور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان فرماتے تھے اس کو وحی خفی بھی کہتے ہیں ، یہ حدیث ہے ،

حدیث ۔ قول و فعل و تقریر رسول کریم کو کہتے ہیں حدیث کو خبر اور اثر بھی کہتے ہیں ۔ حدیث کا اطلاق قول و فعل و تقریر صحابہ و تابعین پر بھی ہوتا ہے ، مگر وں یہ سمجھا گیا ہے کہ حدیث قول و فعل و تقریر رسول کریم صحابہ ، اثر قول و فعل و تقریر تابعین ہے ،

محدث ۔ جو شخص علم حدیث کے درس و تدریس تالیف و تصنیف وغیرہ میں مشغول ہو ۔

اخباری ۔ جو شخص فن تاریخ میں مشغول ہو ۔

روایت ۔ حدیث یا اثر یا خبر بیان کرنا ۔

راوی ۔ روایت بیان کرنے والا ۔

مروی عنہ ۔ جس سے روایت کی جائے ۔

متن ۔ حدیث کی اصل عبارت ۔

سند ۔ راویوں کے سلسلہ یعنی زید اس طرح بیان کرے کہ میں نے شاکر سے عمر نے سنا خالد نے سنا بکر سے ۔

اصول الروایت ۔ وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ کی جاتی ہے ،

اصول الدرایت ۔ وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ کی جاتی ہے ،

Marfat.com

تعدیل۔ اوصاف راوی بیان کرنا۔
جرح۔ ذمائم راوی بیان کرنا۔
ضبط صدر۔ حفظ قلبی و نگہداشت ذہنی۔
ضبط کتاب۔ تحریر کا تا وقت روایت محفوظ رکھنا۔
متروک الحدیث۔ جس راوی کی حدیث کسی عیب کی وجہ سے ترک کر دی جائے۔
اصح الاسانید۔ جس روایت کے تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ اصح الاسانید امام زین العابدین ہیں جب کہ وہ اپنے والد ماجد امام حسین یا اپنے جد امجد حضرت علی سے روایت کریں۔ بعض کا قول ہے کہ اصح الاسانید نافع ہیں جب کہ وہ ابن عمر سے روایت کریں بعض نے کہا ہے کہ امام زہری ہیں جب کہ وہ سالم اور سالم حضرت عمر سے روایت کریں یا محمد بن سیرین روایت کریں عبیدہ بن عمر سے اور وہ حضرت علی سے۔ یا ابراہیم روایت کریں علقمہ سے اور وہ ابن مسعود سے (نخبہ)
سلسلۃ الذہب۔ امام مالک کی سند جس کو وہ نافع سے اور نافع حضرت ابن عمر سے روایت کریں
ثلاثیات۔ وہ روایتیں جس میں راوی اور رسول کریم کے درمیان تین واسطے ہوں۔
شیخین۔ امام بخاری و امام مسلم۔
شروط شیخین۔ امام بخاری و امام مسلم نے صحت حدیث کے لئے جو شرائط مقرر کئے ہیں۔
امام۔ جو حدیث و فقہ اور تمام علوم دینیہ میں صاحب کمال ہو۔
حافظ۔ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔
حجت۔ جس کو تین لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔
حاکم۔ جس کو تمام احادیث مرویہ مع متن و سند جرح و تعدیل و تاریخ کے معلوم ہوں
مجتہد۔ جو قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کر سکتا ہو۔
قطعی الثبوت۔ جو حدیثیں اپنی سند روایت کے اعتبار سے صحیح ہیں عام اس سے کہ وہ متواتر ہوں یا آحاد۔ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت ہیں۔
ظنی الثبوت۔ جو حدیثیں اپنی سند روایت کے اعتبار سے حسن لذاتہ ہیں وہ ثبوت کے اعتبار سے ظنی الثبوت ہیں۔
قطعی الدلالۃ۔ جو روایت کسی مدلول پر اپنی عبارۃ النص کے اعتبار سے صاف صاف بلا تاویل

Marfat.com

صریح لفظوں میں دلالت کرے۔

ظنی الدلالہ۔ جو اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں تاویل کی محتاج ہو۔

قلیل الحدیث۔ جس راوی سے بہت کم روایت کی گئی ہو۔

اُم الاحادیث۔ سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مباح، گناہ صغیرہ، مکروہ وغیرہ ان تمام احکامات کی حدیثیں محکمات اور اُم الاحادیث کہلاتی ہیں۔

مستملی۔ شیخ کے درس میں طلبہ کا ہجوم کثیر ہو تو شیخ کسی ہوشیار، قابل طالب علم کو درمیان میں کھڑا کرتا ہے جو شیخ کے الفاظ دوسروں تک پہنچاتا ہے اس کو مستملی کہتے ہیں۔

مقری۔ پڑھنے والا۔

تعلیق۔ سقوط راوی۔

نص۔ آیت قرآن، حدیث

سُنّت۔ قول و فعل رسول و اصحاب، سنت کی دو قسمیں ہیں عادی۔ عبادی

عادی۔ وہ افعال جو دنیوی مصلحت یا وقتی و ذاتی ضرورت سے کیے گئے۔

عبادی۔ وہ افعال جو بہ نیت ثواب مذہبی پر کئے گئے۔

عبادی کی دو قسمیں ہیں، ایک الہدی جس کو مؤکدہ بھی کہتے ہیں دوسرے سنت الزوائد جس کو مستحبہ بھی کہتے ہیں، سنت مؤکدہ جس کو لازمی طور پر کیا گیا اس کا ترک کرنے والا گنہگار ہوتا ہے سنت مستحبہ جس کو کبھی کیا اور کبھی ترک کیا۔ اس کو ترک کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔

تعامل۔ عملدرآمد۔

توارث۔ قدامت عمل۔

طرق۔ سلسلہ روایت۔

مُدلِّس۔ جو راوی اپنے مروی عنہ کو چھوڑ کر اوپر کے شیخ سے روایت کرے کہ میں نے فلاں سے یہ حدیث سُنی۔ اس روایت کرنے والے کو مدلس اور اس فعل کو تدلیس کہتے ہیں۔

وضاع۔ حدیثیں گھڑنے والا۔

وحدان۔ وہ راوی جس سے ایک ہی راوی نے روایت کی ہو۔

سیر۔ وہ علم جس میں تاریخی حدیثیں ہوں۔

مستدرک۔ استدراک کے معنی ہیں کہ کسی مصنف سے جو رہ گیا ہو۔ اس کو جمع کر دیا جائے

Marfat.com

جو کتاب اس طرح تصنیف کی گئی ہو اس کو مستدرک کہتے ہیں۔

فوائد

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجالہ نافعہ میں تحریر فرمایا ہے حدیث خبر کے قبیل سے ہے اور خبر صدق و کذب دونوں کو متحمل ہے پس اس علم کے حصول میں دو چیزیں لازم ہیں ایک راویوں کے حالات کا ملاحظہ کرنا دوسرے حدیث کے معانی سمجھنے میں احتیاط کرنا اگر امر اول میں کوتاہی ہوئی تو جھوٹی حدیث، سچی حدیث کے ساتھ ملتبس ہو جائے گی اگر امر ثانی میں احتیاط نہ کی تو مراد غیر مراد کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی دونوں صورتوں میں اس علم سے جو فائدہ کی توقع ہے وہ میسر نہ ہو گی بلکہ اس کا انجام الٹا ہو گا۔

(۲) جملہ احادیث دو قسموں پر منقسم ہیں ایک وہ جن کو قرآن مجید سے کسی قسم کا سروکار نہیں، دوسری وہ جن کا تعلق قرآن مجید سے وابستہ ہے پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک احکامی دوسرے غیر احکامی جو حدیثیں غیر احکامی ہیں ان کا تعلق قرآن مجید سے صرف اس قدر ہے کہ رسول کریم نے قرآن مجید کے استعارے، کنایہ، تشبیہ، تعریض۔ ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی تشریح فرمائی ہے جیسے بخاری و ترمذی کے باب التفسیر کی حدیثیں، احکامی وہ جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے ہوں یا عبادات سے یا معاملات سے غرض یہ قرآن مجید کے اُن لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہیں کہ جو قرآن مجید میں بطور اسم یا بطور اجمال کے بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ وغیرہ مگر اُن کی ہیئت کذائیہ اُن کے اجزاء اُن کے مقادیر۔ اُن کے اوقات بیان نہیں ہوئے اگر بیان ہوئے تو محض التفات دلانے کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ آں حضرت نے اُن کو کر کے یا کرا کے یا فرما کے بتا دیا۔

(۳) ڈھائی سو اصحاب ایسے تھے جو سفر و حضر میں اکثر حضور کے ساتھ رہتے تھے۔

(۴) علم کی دو قسمیں ہیں ضروری۔ نظری۔

ضروری وہ علم جو بلا نظر حاصل ہو۔ اس لئے کہ یہ علم جس میں صلاحیت نظر نہ ہو اس کو بھی حاصل ہوتا ہے نظری وہ جو بذریعہ نظر حاصل ہو۔

(۵) جو اخبار آحاد مقبول ہیں وہ مفید ظن غالب ہیں لیکن جب اُن کے ساتھ اور قرائن منضم ہوں تو مفید علم یقینی نظری ہوتے ہیں ان قرائن کے چند اقسام ہیں (۱) صحیحین کی وہ حدیثیں

Marfat.com

جو جرح و تعارض سے محفوظ ہیں مفید علم نظری ہیں (۲) وہ حدیث مشہور جس کے متعدد اسناد مختلف طرق سے ثابت ہوں اور وہ اسناد ضعف و علل سے محفوظ ہوں مفید علم نظری ہیں۔

(۳) وہ حدیث جو غریب نہ ہو اور اس کے سلسلہ رواۃ میں تمام ائمہ حفاظ ہوں مفید علم نظری ہیں

(۶) امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے، امام شافعی کے نزدیک اگر کسی دوسرے طریق سے اس کی تائید مل جائے تو مقبول ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر ارسال کرنے والا تابعی غیر معتبر روایات بیان کرنے کا عادی نہیں تو مقبول ہے۔

(۷) مدلس روایت کا راوی اگر معتبر روایات بیان کرنے کا عادی ہے تو اس کی یہ روایت قبول کی جائے گی۔

(۸) تزکیہ و تعدیل ایک شخص کا بھی معتبر ہے۔

(۹) اگر حدیث بکر نے خالد سے سنی اور پھر وہی حدیث بکر نے عمر سے سنی تو یہ دو حدیث شمار ہونگی۔

(۱۰) محدثین و فقہا نے لکھا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا اگر موضوع نہ ہو تو فضائل میں مستحب ہے لیکن احکام حلال و حرام، بیع و نکاح و طلاق میں نہیں۔ بسا اوقات ناکارہ راویوں سے ترغیب و ترہیب و فضائل اعمال اور قصص کی حدیثیں نیز زہد اور مکارم اخلاق اور ان کی مثل ایسی حکایتیں جن کا تعلق حلال و حرام اور دیگر تمام احکامات سے نہیں ہے روایت کی ہیں اور یہ اس قسم کی حدیثیں ہیں کہ محدثین کے نزدیک ان میں تساہل کرنا جائز ہے، ماسوا موضوع کے۔
(خلاصۃ الخلاصہ)

(۱۱) جملہ احادیث مرفوعہ معتبرہ جو از روئے روایت و درایت صحیح ثابت ہوں وہ قابل حجت ہیں وہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے دو قسموں پر منقسم ہیں قطعی الثبوت۔ ظنی الثبوت۔

جو حدیثیں اپنی سند روایت کے اعتبار سے صحیح ہیں عام اس سے کہ وہ متواتر ہوں یا احاد اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت ہیں۔

جو حدیثیں اپنی روایت کے اعتبار سے حسن لذاتہ ہیں وہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے ظنی الثبوت ہیں۔

جملہ حدیثیں اپنے مدلول پر دلالت کرنے کے اعتبار سے دو قسم پر ہیں۔

قطعی الدلالہ جو کسی مدلول پر دلالت کرنے کے اعتبار سے صاف صاف بلا تاویل

Marfat.com

صریح لفظوں میں دلالت کرے۔

ظنی الدلالہ جو اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں تاویل کی محتاج ہو۔

پس اس طرح چار قسمیں بن گئیں۔

اگر حدیث صحیح صریح ہے تو قطعی الثبوت والدلالۃ ہے۔

اگر حدیث صحیح غیر صریح ہے تو قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے۔

اگر حدیث حسن لذاتہ صریح ہے تو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے۔

اگر حدیث حسن لذاتہ غیر صریح ہے تو ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے۔

(۱۲) اول درجہ کے رواۃ اور تمام معتبر رواۃ میں بھی فرق مراتب ہے یہ فرق زیادتی علم وحسن عمل وفہم وذکا کے اندازہ سے قائم کیا گیا ہے۔ مثلاً حسن بصری کے شاگرد ایوب سختیانی اور اشعث الحمرانی ہیں لیکن ایوب کا مرتبہ اشعث سے زیادہ مانا گیا ہے اس لئے اگر اشعث کی روایت ایوب کے خلاف ہوگی تو نہیں مانی جائے گی۔

(۱۳) تمام احادیث کا اس وقت تک صحیح شمار نہیں ہو سکا۔ زیادہ سے زیادہ بارہ لاکھ حدیثیں ثابت ہوتی ہیں۔ کیوں کہ امام علی بن المدینی کا قول ہے کہ شیخ یحییٰ بن معین نے بارہ لاکھ حدیثیں لکھیں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اتنی حدیثیں لکھی ہیں (تہذیب الاسماء واللغات لنووی)

امام سیوطی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثوں کی تعداد دو لاکھ ہے کیوں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجکو دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں اگر میں اس سے زیادہ پاتا تو محفوظ کر لیتا۔ اُمید ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ حدیثیں نہیں[1]۔

شاہ ولی اللہ صاحب رح تحریر فرماتے ہیں ہمچنین از احادیث صحاح وحسان وضعاف بضعیفکہ محتمل است واستدلال فی الجملہ بآن توان نمود آن ہمہ تقریباً دس ہزار متن است بغیر تکرار ولغیر اعتبار سند بسبب تعداد رواۃ از صحابہ وتابعین واگر با ملاحظہ این تعداد بہ شمریم زیادہ از الوف الوف باشد[2]

شاہ ولی اللہ صاحب رح نے تو صرف تینوں اقسام کی تعداد بیان کی ہے امام علی بن مدینی کا قول باعتبار تعداد رواۃ معلوم ہوتا ہے امام سیوطی کا تخمینہ اوسط اندازہ میں صحیح معلوم ہوتا ہے۔

(۱۴) امام بیہقی کا قول ہے احکامی روایتوں کی اسناد کو سختی سے جانچا گیا ہے فضائل وثواب وعقاب کی حدیثوں کی جانچ میں نرمی سے کام لیا گیا ہے۔

---

[1] لواقح الانوار امام عبدالوہاب شعرانی [2] قرۃ العینین [3] المدخل

Marfat.com

(۱۵) شیخین نے اُن راویوں کی روایتیں لی ہیں جن کی روایت کو پہلے قبول کرتے چلے آئے ہیں۔

(۱۶) امام نسائی نے ان حدیثوں کو بھی لیا ہے جن کے راویوں کے قابل اعتبار ہونے پر اتفاق نہیں تو ناقابل اعتبار ہونے پر بھی اتفاق نہیں۔

(۱۷) امام ابوداؤد نے جس باب میں ان کو قوی حدیث نہیں ملی ضعیف کو بھی لے لیا ہے

(۱۸) جس حدیث میں کہتے ہیں (رواہ الجماعۃ) وہاں مراد ہوتی ہے کہ تمام ائمہ صحاح ستہ نے اس کو روایت کیا ہے جہاں کہتے ہیں رواہ الاربعۃ وہاں مراد ہوتی ہے کہ تمام ائمہ سنن اربعہ یعنی ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

(۱۹) صحاح میں (۱۰۵) صحابہ کی روایتیں ہیں۔ اور مسند ابوداؤد طیالسی میں (۲۵۰) کی۔

رموز

ثنا۔ نا۔ یہ لفظ جہاں حدیث میں واقع ہوگا وہ مخفف حدثنا کا ہوگا۔

انا۔ یہ مخفف اخبرنا کا ہوگا۔

ح۔ یہ حرف جہاں ہوگا اس سے مراد تحویل ہے (تحویل اس کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک متن حدیث کے دو اسناد ہوں یا زائد ہوں اور ایک سند سے دوسری سند کی طرف نقل کیجائے

قال۔ یہ لفظ ہر حدثنا یا اخبرنا یا انبانا یا حدثنی یا اخبرنی یا انبانی کے پہلے کہا جانا ضروری ہے گو لفظ الفاظ مذکورہ سے ابتدائے اسناد میں واقع ہوتا ہے، اس کے پہلے کہنا ضروری نہیں (حدثنا یا حدثنی) کے ساتھ اس وقت روایت کی جاتی ہے جب کہ الفاظ زبان شیخ سے سنے ہوں اخبرنا یا اخبرنی کے ساتھ اس وقت روایت کی جاتی ہے جب کہ شیخ کو حدیث سنائی گئی ہو۔

صیغہ جمع۔ متکلم مع الغیر جیسے اخبرنا اکثر سمع مع الغیر پر دال ہے اور کبھی تعظیم پر بیٹھتی۔ جہاں آئے وہاں حدیث کے مرفوع ہونے کا یقین ہے۔

عن ابیہ عن جدہٖ۔ جہاں کہیں حدیث میں آئے وہاں ضمیر راوی کی طرف راجع ہے یہ بھی احتمال ہے ابیہ کی طرف راجع ہو۔

مثلہ سے اس وقت تعبیر کرسکتے ہیں جب کہ متابعت لفظاً اور معناً ہو۔

Marfat.com

مخولاً سے اس وقت تعبیر کی جاتی ہے کہ متابعت صرف لفظاً ہو۔
فوائدہ علیہ - جہاں کہیں اسناد میں واقع ہوتا ہے وہاں شیخ کو سننا مراد ہوتا ہے
لا یصح فی ھذا الباب - جہاں واقع ہوتا ہے وہاں ضعف حدیث یا حدیث کا موضوع ہونا مراد ہوتا ہے۔

ھذا حدیث مسند سے مرفوع صحابی مراد ہے۔
من السنۃ کذا - سے موقوف صحابی مراد ہے۔
اصح ما فی الباب - جہاں کہیں آتا ہے وہاں اس سے ارجح اور اقل ضعف مراد ہوتا ہے
اعتبار - جس سے متابع۔ شاہد، منکر۔ شاذ وغیرہ کی معرفت ہو جائے۔
غیر مرۃ یا غیر واحد - جہاں کہیں آتا ہے - وہاں کئی بار یا کئی شخصوں سے مروی ہونا مراد ہوتا ہے،

طرز تعلیم حدیث

صحابہ کا یہ دستور تھا کہ وہ خود حدیث روایت کرتے اور اس کی مناسب تشریح کر دیتے اگر کسی طالب کو شبہ ہوتا وہ دریافت کر لیتا لکھنے والے بعد میں درس اپنا لکھا ہوا دکھا لیتے۔ تابعین کا بھی یہی طریقہ تھا جب طلبہ کی کثرت ہوتی تو مستملی مقرر کئے جاتے۔

امام مالک نے یہ طرز ایجاد کیا کہ طالب علم پڑھتا اور تقریر کرتا امام صاحب سنتے اور جو شکوک رہتے ان کو رفع کر دیتے۔ امام صاحب غسل و وضو کر کے صاف لباس پہن کر خوشبو لگا کر نہایت وقار سے بیٹھتے۔ امام صاحب کا درس نہایت پرشکوہ ہوتا تھا۔

آج کل یہی طرز زیادہ رائج ہے بہت کم شیوخ خود پڑھتے ہیں۔ اکثر طلبہ سے پڑھواتے ہیں شیخ نور الدین - علی بن محمد اجہوری خود پڑھتے تھے، حدیث کے معنی و مطلب بیان کرتے، رواۃ کی سیرت و تاریخ و مناقب بیان کرتے، لطائف اسناد یعنی سند کی ہے یا مدنی، روایت صحابی کی صحابی سے ہے یا صحابی کی تابعی سے یا تابعی کی صحابی سے اصاغر کی اکابر سے ہے یا اکابر کی اصاغر سے بیان کرتے، جو قواعد اصولی و فروعی اس پر مبنی ہیں اور مذاہب فقہا اور ان کا ماخذ یہ سب کچھ بیان کرتے۔

سید محمد مرتضیٰ شارح احیاء العلوم کے درس میں ایک مقری ہوتا۔ مستملی ہوتے ایک کاتب ہوتا۔ اوّل تمام حاضرین کے نام لکھے جاتے، دن اور تاریخ وغیرہ لکھی جاتی، اس پر

Marfat.com

شیخ کے دستخط ہوتے۔

شرائط بیان حدیث

(۱) راوی باوضو ہو (۲) سامع باوضو ہو (۳) راوی عادل وثقہ ہو (۴) راوی اول اپنی سند بیان کرے (۵) راوی اپنے مروی عنہ کے حالات سے موافق شرائط واقف ہو۔ (۶) حدیث کے اصل الفاظ بیان کرے (۷) راویوں کے تمام صاف صاف لے (۸) یہ راوی جواب روایت کرنا چاہتا ہے جس شیخ کی طرف سے روایت کرتا ہے یہ حدیث اس نے اس شیخ سے خود سنی ہو (۹) محدثین نے ابتدا سے آج تک اس امر کو محفوظ رکھا ہے کہ جس حدیث کے بیان کرتے وقت حضور علیہ السلام نے دست مبارک سے یا کسی دوسری طرح کوئی اشارہ فرمایا وہ اشارہ بھی آج تک محفوظ ہے، محدثین اس حدیث کو روایت کرتے وقت اسی طرح اشارہ کرتے ہیں۔ پس حدیث بیان کرنے والے کو چاہیئے کہ اس اشارہ کا بھی لحاظ رکھے۔

الفاظ ادائے حدیث

(۱) سمعت وحدثنی (۲) اخبرنی وقرأت علیہ (۳) قرأ علیہ وانا اسمع (۴) انبانی (۵) ناولنی (۶) شافھنی بالاجازۃ (۷) کتب الی بالاجازۃ (۸) عن وغیرہ۔

سمعت وحدثنی کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے تنہا شیخ سے روایت سنی۔

حدثنا اور سمعنا اگر کہا گیا تو معلوم ہو گا کہ دوسرے لوگ بھی شریک سماعت تھے۔

اخبرنی بمنزلہ قرأت علیہ ہے اس سے سمجھا جائیگا کہ راوی نے تنہا شیخ سے پڑھا۔

اگر اخبرنا اور قرأ علیہ کہا تو معلوم ہو جائے گا کہ ایک شخص نے شیخ کے سامنے پڑھا دوسرے نے سنا۔ انبأ بمنزلہ اخبر ہے۔ یہ اجازت کے لئے آتا ہے۔

عن اس راوی کو کہنا درست ہے جو شیخ کا معاصر ہو اور شیخ سے ملاقات کی ہو اگر یہ نہیں تو روایت مرسل یا منقطع ہو گی۔

شرائط شیخین!

امام بخاری و امام مسلم ان شرطوں سے حدیث لیتے تھے۔

Marfat.com

شرائط امام بخاری (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) طول ملازمت یعنی اپنے شیخ کے پاس راوی سالہاسال رہا ہو (۳) راوی طبقہ اولی کا مشہور ثقہ آدمی ہو۔ (۴) راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔

شرائط امام مسلم (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) تمام رواۃ ثقہ ہوں (۳) رواۃ ہمعصر ہوں (۴) رواۃ مشہور ہوں (۵) شذوذ و علت نہ ہو۔

ضابطہ قبول حدیث

(۱) وہ حدیثیں قبول کی جائیں گی جو بخاری و مسلم دونوں کی متفق علیہ ہیں۔

(۲) جن کی تخریج بخاری نے کی ہے۔

(۳) جن کی تخریج مسلم نے کی ہے۔

(۴) جو شرائط شیخین کے موافق ہیں۔

(۵) جو بخاری کی شرط کے موافق ہیں۔

(۶) جو مسلم کی شرط کے موافق ہیں۔

وجوہ ترجیح حدیث

متعارض حدیثوں میں ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینا دو طرح پر ہے۔

ایک باعتبار متن۔ دوسرے باعتبار سند۔

باعتبار متن

(۱) قوت دلالت۔ محکم کو مفسر پر، مفسر کو نص پر، نص کو ظاہر پر، خفی کو مشکل پر، اجماع کو نص پر عام غیر مخصوص کو عام مخصوص پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۲) اہمیت۔ ایک متن سے جو حکم مستفاد ہوتا ہے، وہ بمقابلہ دوسرے متن کے حکم کے شارع کی نظر میں اہم ہو۔

(۳) اغلبیت۔ تخصیص کو تاویل پر ترجیح ہے انص موافق قیاس کو نص خلاف قیاس پر ترجیح ہے۔

(۴) تعامل۔ دو متعارض حدیثوں میں سے جس حدیث کے موافق خلفاء راشدین کا عمل

Marfat.com

ثابت ہو گا وہ مرجح ہو گی۔

باعتبار سند

(۱) راوی قوی ہو (۲) سند عالی ہو (۳) جس حدیث کا راوی کثیر الروایت ہو اس کو ترجیح ہو گی (۴) جو راوی عربیت میں ماہر ہو (۵) جو راوی قوی الحافظہ ہو حافظہ سے روایت کرنے والے کو لکھنے پڑھنے والی پر ترجیح ہو گی (۶) اکابر صحابہ کی روایت اصاغر صحابہ کی روایت پر مرجح ہو گی (۷) جس راوی نے حدیث کو حالت بلوغ اور اسلام میں سنا اس کی روایت اس راوی پر مرجح ہو گی جس نے حالت طفلی میں سنا یا حالت کفر میں سنا۔

ان کے علاوہ ان دونوں اقسام کے وجوہ ترجیح اور بھی ہیں ان میں جو اہم معلوم ہوئے لکھدیئے گئے۔

ھدایات

(۱) راوی کا نام، اس کی ولدیت، کنیت، لقب، قوم، قبیلہ، سکونت، پیشہ، نسبت ولادت، وفات اور اس کے دیگر حالات اور اس کی متعلق جرح وتعدیل کا جاننا ضروری ہے

(۲) شیخ اور طلبہ کو لازم ہے کہ سماعت و قرات حدیث میں طہارت کاملہ کیساتھ مشغول ہوں۔

(۳) شیخ اور طالب دونوں کی نیت خالص ہو طلب دنیا مقصود نہ ہو۔

(۴) شیخ پر طلبہ کے ساتھ شفقت اور طلبہ پر شیخ کی تعظیم وتکریم لازم ہے۔

(۵) صرف شریک درس ہو کر روایت کرنے کا مجاز نہیں ہوتا بلکہ شیخ سے اجازت روایت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۶) شریک درس نابالغ بھی ہو سکتے ہیں مگر اجازت روایت عاقل، بالغ قابل وثقہ کو دیجائے

(۷) اگر حدیث لکھی جائے تو لکھنے میں حرکات وسکنات وصحت املا کا لحاظ ضروری ہے۔

(۸) اگر کثرت سے طلبہ شریک درس ہوں تو شیخ کو چاہیئے کہ درمیان میں ایک قابل طالب علم کو مستملی مقرر کرے۔

(۹) جو حدیث املا کرائی جائے شیخ کو چاہیئے کہ بعد املا اس کو دیکھ لے۔

(۱۰) حدیث کے شان نزول سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔

اقسام تصانیف اور اُن کی ابجاد

جوامع۔ جن میں ہر قسم کی حدیثیں ہوں یعنی عقائد۔ احکام۔ آداب۔ سیر وغیرہ اس

Marfat.com

قسم کے پہلے مصنف رسول کریم کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص المتوفی ۶۵ھ ہیں اور اس قسم کی پہلی تصنیف ان کی کتاب صادقہ ہے جو عہد رسالت میں باجازت حضور علیہ السلام تالیف ہوئی۔ جوامع کو بترتیب ابواب فقہیہ بشمول اقوال صحابہ مرتب کیا گیا ہے یہ سب سے پہلے امام شعبیؒ المتوفی سنہ ۱۰۶ھ نے کیا۔ جامع میں صحیح حدیثوں کا التزام ہوتا ہے۔ اس کے موجد امام بخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ ہیں۔

مسانید۔ جہاں تک مسانید اور ان کے مصنفین کے متعلق مجھکو معلومات حاصل ہوئی ہیں ہیں۔ اوّل مسند امام موسیٰ کاظم المتوفی سنہ ۱۸۳ھ ہے۔ مُسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو ترتیب صحابہ جمع کیا گیا ہو خواہ باعتبار حروف تہجی یا باعتبار سبقت اسلام۔ خواہ باعتبار شرافت نسبی۔ امام موسیٰ کاظم کے بعد ابو داؤد طیالسی کا مسند ہے یہ مسند اگرچہ مصنف کے بعد مرتب ہوا لیکن مصنف اس کو تالیف کر گیا تھا۔ ان کے بعد ربیع بن صبیح۔ نعیم بن حماد، ہشیم وغیرہ وغیرہ بہت سے ہمعصر و قریب العصر حضرات نے مسانید تالیف کئے۔

معاجم۔ جن میں احادیث کو بترتیب شیوخ جمع کیا گیا ہو۔ اس کے موجد ابن قانع المتوفی سنہ ۳۵۱ھ ہیں۔ معاجم کو باعتبار حروف تہجی مرتب کرنے کی ایجاد طبرانی المتوفی سنہ ۳۶۰ھ کی ہے۔

سُنن۔ جن میں احادیث احکام مذکور ہوں یہ سعید بن منصور المتوفی سنہ ۲۲۹ھ کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔

اجزا۔ جزو کی جمع ہے جس میں ایک شخص خاص کی حدیثیں جمع کی جائیں جزو حدیث ابوبکر۔ یہ ابو بردہ تابعی المتوفی سنہ ۵۰ھ و ابان تابعی المتوفی سنہ ۱۱۵ھ و سلیمان تابعی المتوفی سنہ ۱۰۸ھ اور چند تابعیوں کی ایجاد ہے ان کے بعد اسحاق بن راہویہ المتوفی سنہ ۲۳۸ھ کا جزو معلوم ہوتا ہے،

رسالہ۔ جس میں کسی ایک خاص مقصد کی حدیثیں جمع کی جائیں اُن کے مُوجد حضرت زید بن ثابت صحابی المتوفی سنہ ۴۵ھ ہیں انہوں نے کتاب الفرائض مرتب کی تھی۔

اربعین۔ جس میں چالیس حدیثیں جمع کی جائیں۔ جہاں تک تلاش کیا گیا سب سے پہلا اربعین شیخ عبداللہ بن مبارک المتوفی سنہ ۱۸۱ھ کا معلوم ہوتا ہے اربعین میں کسی ایک ہی شخص خاص کی مرویات کو جمع کو دینا خصوصیت خاکسار کی اربعین اعظم کی ہے کہ اس میں صرف امام اعظم ہی کی مرویات جمع کی گئی ہیں یہ اربعین سنہ ۱۳۵۲ھ ہجری میں طبع ہوا ہے۔

Marfat.com

حدیث کا طرز تصنیف

رسول کریم اور خلفائے راشدین کے عہد میں جو تالیفات ہوئیں ان میں بلالحاظ ترتیب صرف حدیثیں تھیں، جس نے جو سنا لکھ لیا۔ یہ طرز ۹۹ھ تک رہا۔ صرف امام شعبیؒ نے اپنی کتاب کو ابواب و فصول پر مرتب کیا۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں جو تالیفات ہوئیں ان میں بعض کی تقسیم الواب پر تھی اور صحابہ اور تابعین کے فتاوی بھی لکھے تھے اس طرز کے موجد امام زہری تھے امام موسی کاظم نے صرف حدیثوں کو جمع کر کے مسند مرتب کیا پھر ابو داؤد طیالسی نے مسند مرتب کیا یہ مسند اپنے مؤلف کی وفات کے بعد مرتب ہوا، ان کے بعد متعدد ہمعصر یا قریب العصر بزرگوں نے سانید مرتب کئے۔ معمر بن راشد و سعید بن ابی عروبہ نے مکہ میں، سفیانؒ ثوری و محمد بن معین بن عزوان نے کوفہ میں، عبدالرزاق و معمر بن راشد نے یمن میں، ولیدؒ بن مسلم نے شام میں، حمادؒ بن سلمہ و روح ابن عبادہ و ربیع بن صبیح نے بصرہ میں، ہشیمؒ نے واسط میں، جریرؒ بن عبدالحمید نے رے میں عبداللہ بن مبارک نے خراسان میں، عبداللہ بن وہب نے مصر میں، سفیان بن عیینہ و امام مالک نے مدینہ میں کتابیں تصنیف کیں عوام انہیں بزرگوں کو حدیث کا پہلا مصنف سمجھتے ہیں ان بزرگوں کا تذکرہ اس کتاب میں ہے گا۔

امام احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ عثمان بن ابی شیبہ نے اس طرز کو کمال تک پہنچایا اس طرح ہر قسم کے رطب و یابس روایات جمع ہوگئیں ان میں صحیح و ضعیف کا تمیز کرنا اور حدیث کے درجات کو پہچاننا اور علل حدیث کی معرفت سے آگاہ کرنا صرف ان علماء کا کام تھا جو ہر راوی کے حالات سے واقف تھے، عام مسلمان اس سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے، امام بخاری و مسلم نے اس مشکل کو حل کیا اور صحیح اور ضعیف وغیرہ کو ظاہر کر دیا یہ طرز بہت پسندیدہ اور مفید رہا۔ ان کے بعد بعض لوگوں نے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جیسے ابن خزیمہؒ وغیرہ اور بعض نے تمام حدیثوں کے جمع کرنے کی سعی کی جیسے امام سیوطیؒ وغیرہ، بعض نے صرف موضوعات کو جمع کیا جیسے ابن جوزی۔

دستور تصنیف حدیث

(۱) صحابہ کا طریق تو یہ تھا کہ جو حدیث سنی لکھ لی کوئی ترتیب نہ تھی جیسے کتاب صادقہ۔

Marfat.com

(۲) تابعین میں سے بعض نے اپنے اپنے شیوخ کی حدیثیں جمع کیں۔ جیسے صحیفہ بن ہمام ابن منبہ ان کے بعد بعض نے کتابوں کو ابواب و فصول پر تقسیم کیا۔

(۳) اس کے بعد اسانید کا اس طرح رواج ہوا کہ صحابہ کی مرویات علیحدہ علیحدہ جمع کی گئیں۔ بعض کی ترتیب باعتبار قبول اسلام تھی بعض کی ترتیب باعتبار حروف تہجی یہ زیادہ سہل تھی۔

(۴) بعض نے ترتیب الواب فقہیہ پر رکھی اور اس کے ساتھ صحابہ و تابعین کے فتاوی بھی لکھے۔

(۵) بعض نے الواب فقہیہ پر ترتیب رکھ کر صرف حدیثوں کو جمع کیا یعنی ہر ایک باب کو کسی عنوان سے معنون کر کے اس کے تحت میں وہ حدیثیں لکھیں۔ جن کو اس باب کے حکم سے اثباتاً یا نفیاً متعلق تھا۔

(۶) بطریق علل یعنی متن کے ساتھ تمام اسانید کا بیان، رواتیں میں بلحاظ رفع و ارسال و توقف وغیرہ اختلاف کا ذکر۔

طبقات کتب حدیث

پہلی صدی اور دوسری صدی کے ابتدائی حصہ کی تصانیف اپنے بعد کی تصانیف میں مدغم ہوگئیں۔ کیوں کہ بعد والوں نے اپنی کتابوں کو سابقین سے بہتر ترتیب اور اضافہ کے ساتھ جمع کیا اس لیے ان کی ضرورت نہ رہی مطابع اور پریس تو تھے نہیں جو ایک دو نسخہ کہیں باقی رہ جاتا ہر کتاب کی اشاعت بر بنائے ضرورت قلمی ہوتی تھی۔ جب ان سے بہتر کتابیں مدون ہوگئیں تو ان کو کوئی کیوں رکھتا اور لکھتا۔ اب اُن تصانیف سے ہم کو اُن کے بعد کی تصانیف و کتب تاریخ و سیر روشناس کراتی ہیں۔ ایسا معاملہ دیگر فنون کی کتابوں کے ساتھ بھی ہوا ہے، خلیل و ابو عبیدہ وغیرہ ائمہ نحو کی تصانیف متاخرین کی تصانیف کے بعد معدوم ہوگئیں۔ اب جو ذخیرہ ہمارے ہاتھ میں ہے اس کے مراتب کی تقسیم ائمہ نے اس طرح کی ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب رح نے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول عجالہ نافعہ میں نقل کیا ہے (باید دانست کہ کتب حدیث باعتبار صحت و شہرت و قبول بر چند طبقہ می شوند)

صحت کی شاہ صاحب نے یہ تعریف کی ہے کہ اس کے مصنف نے پوری کوشش کر کے صحیح حدیثیں جمع کی ہوں اگر دوسری قسم کی حدیث لایا ہو تو اس کے ضعف و غرابت و شذوذ وغیرہ نقائص کو ظاہر کر دیا ہو۔

Marfat.com

شہرت کی شاہ صاحب نے یہ تعریف کی ہے کہ ہر زمانہ کے ماہرین فن اس کو پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں اور اس کی حدیثوں اور راویوں کی جانچ کرتے رہے ہوں۔

قبول ۔ کی یہ تشریح کی ہے کہ علماء نے ان کتابوں کو معتبر و مستند قرار دیا ہو فقہاء نے اُن سے تمسک کیا ہے۔

طبقۂ اول ۔ موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں لیکن مثل قرآن مجید کے محفوظ نہیں ان کو صحیح باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحیحین کی شان یہ ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفوں تک متواتر ہیں (حجۃ اللہ البالغہ)

ان کتابوں میں قریب دوثلث کے درجہ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں جن کا زیادہ تر تعلق احکام سے ہے اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں مگر درجہ چہارم کے راوی نہیں۔

طبقۂ دوم ۔ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، مسند احمد بن حنبل، جامع الاصول ابن اثیر، موطا امام محمد۔ ان میں سے اول الذکر تینوں کتابوں میں قریب نصف کے درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں باقی نصف میں سے دوثلث میں درجہ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں، باقی کتب میں درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں نصف سے کچھ زیادہ ہیں۔

طبقۂ سوم ۔ سنن ابن ماجہ، مسند شافعی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابوداؤد طیالسی، مسند دارمی، مسند ابویعلی، مسند عبد بن حمید، سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، تصانیف طبرانی، معجم صغیر و کبیر، السنن سعید بن منصور، مسند حارث، السنن مسلم، مسند بزار، معجم ابن قانع، مسند امام اعظم۔ ان میں ایک ثلث سے کم درجۂ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کی، ان میں بعض کتابیں باعتبار روایات ایک دوسرے سے قوی مانی گئی ہیں۔

طبقۂ چہارم ۔ کتاب الضعفاء لابن حبان، کتاب الضعفاء للعقیلی، تصانیف حاکم، کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف لابن شاہین، تفسیر

Marfat.com

ابن جریر، تصانیف فردوس دیلمی، تصانیف ابن نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابو الشیخ۔ تصانیف ابن نجار اور بہت سی کتابیں ہیں جو اسی طبقہ میں شامل ہیں مثلاً طبقات کبریٰ واقدی۔ تاریخ طبری۔ سیرت شامی۔ ابو الفدا۔ مسعودی۔ مواہب لدنیہ، زرقانی شرح مواہب، تاریخ الخمیس۔ خصائص کبریٰ۔ دلائل نبوت، روضۃ الاحباب، مدارج النبوۃ۔ نزہۃ المجالس۔ مسامرۃ الاخبار۔ سیرت حلبیہ، تاریخ کامل۔ شواہد نبوت، معارج نبوت۔ دلائل ابو نعیم۔ ابن خلدون۔ ابن خلکان۔ شرح اربعین۔

ان میں بعض کتابیں ایک دوسرے سے باعتبار روایات قوی مانی گئی ہیں۔

طبقہ سوم کی تمام کتب حدیث کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں " احادیث کہ جماعہ از علماء متقدمین پیش از زمان بخاری و مسلم و معاصرین آنہا یا لواحقین پس آنہا در تصانیف خود روایت کردہ اند و التزام صحت نمودہ و کتب آنہا در شہرت و قبول در مرتبہ طبقہ اولی و ثانیہ نرسیدہ ہر چند مصنفان آن کتب موصوف اند بہ تبحر در علوم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط احادیث صحیح۔ حسن و ضعیف بلکہ متہم بالوضع نیز دران کتب یافتہ می شود و در رجال آن کتب بعضے موصوف بعدالت اند و بعضے مستور و بعضے مجہول و اکثر آن احادیث معمول بہ نزد فقہا، نشدہ اند بلکہ اجماع بخلاف آنہا منعقد گشتہ، و درین کتب ہم تفاضل و تفاوت است بعضہا اقوی من بعض" (عجالہ نافعہ)

طبقہ چہارم کے متعلق فرماتے ہیں " احادیث کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخرین آنہا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہا را اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و دران قدحی و علتی دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک آنہا و علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود و نعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا ؎

وان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ　　　وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

و این قسم احادیث را بیا سے محدثین ندہ است و بکثرت طرق این احادیث کہ دریں قسم کتب موجود اند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودہ و در مقام قطع و یقین بداں تمسک جستہ بہ خلاف احادیث طبقات اولی و ثانیہ و ثالثہ مذہبے برآوردہ اند و درین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند

Marfat.com

وبیشتر مسائلہ در وضع احادیث و اکثر مسائل نادرہ از ہمیں کتب این بر آید و مایہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل دلنوا ور خود ہمیں کتابہا است اشتغال بہ احادیث این کتب و استنباط احکام از انہا لاطایل می نمایند و معہذا اگر کسے را رغبت تحقیق این کتب باشد میزان الضعفاء للذہبی ولسان المیزان ابن حجر عسقلانی برائے احوال رجال این کتب بکار نشی می آید و برائے شرح غریب و توجیہات عبارات آن مجمع البحار شیخ محمد طاہر بوہرہ گجراتی مغنی است (عجالہ نافعہ)

مسلمانوں کے دو گروہوں کی پشت وپناہ یہی کتابیں ہیں۔ ایک گروہ مروجہ بدعات ورسومات پر انہیں سے استدلال کرتا ہے جس کی طرف شاہ صاحبؒ نے اشارہ کیا ہے۔

دوسرا گروہ ائمہ متبوعین پر طعن کرنے کے لئے ان کی آڑ پکڑتا ہے اس گروہ کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب نے الانصاف میں علامہ ابوسلیمان خطابی کا یہ مضمون نقل کیا ہے۔

اہل حدیث فرقہ کی اکثر کوششیں اور ہمتیں روایات اور ان کے طرق جمع کرنے اور اُن غریب اور شاذ حدیثوں کی طلب میں صرف ہوئی ہیں جو موضوع و مقلوب ہیں یہ لوگ نہ متنوں کی پرواہ کرتے ہیں، نہ احادیث کے معنی سمجھتے ہیں نہ ان کے اندرونی بھیدوں کو استنباط کرتے ہیں! نہ اُن کے پوشیدہ سے پوشیدہ اور باریک سے باریک امور کے نکالنے کی فکر کرتے ہیں اور معاملہ برعکس اکثر اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں۔ اور اُن پر طعنہ زنی کرتے ہوئے دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ وہ لوگ سنن کے خلاف کرتے تھے اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم اُن کو دیا گیا تھا ہم اس سے قاصر ہیں"

اس طبقہ کی کتابوں میں قریب ایک ثلث کے درجہ اول و دوم کی اور قریب دو ثلث کے درجہ سوم کی باقی پانچ ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

چوں کہ ہر درجہ کے رُوات باعتبار روایت اعلیٰ و ادنیٰ ہیں لہٰذا ان کتابوں میں درجہ اول و دوم و سوم کے ادنیٰ رواۃ کی روایتیں ہیں۔

اصح الکتب

قرون ثلاثہ کی انتہا سنہ ۲۲۰ھ تک ہے سنہ ۲۶۰ھ تک بھی اس دور کو شمار کیا گیا ہے۔ غرض سنہ ۲۲۰ھ تک تو مسلّم ہے آگے چالیس برس اختلافی ہیں سنہ ۲۲۰ھ تک بخاری و مسلم تصنیف ہوئی ہیں۔ اس زمانہ تک اصح الکتب موطا کو کہتے تھے امام شافعی کا قول ہے۔

Marfat.com

ما علی وجہ ادیم الارض بعد کتاب اللہ اصح من موطا) روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں) شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے موطا کو ام الصحیحین کہا ہے۔ اگر موطا کی تاریخ پر نظر کی جائے تو یہی اصح الکتب کہلانے کی مستحق نظر آئے گی۔

قرن ثالث کے بعد بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنے لگے، صحیح بخاری کی یہ شان! امام بخاری کے مرتبت پر نظر کرتے ہوئے صحیح بخاری کے لئے یہ خطاب نہایت موزوں ہے مجھے یہ تحقیق نہ ہو سکی کہ اس خطاب کی ایجاد کس زمانے سے اور کس بزرگ سے ہے جو کچھ ہوئی ہے قرون ثلاثہ سے باہر ہے۔

علامہ ابو علی نیشاپوری نے صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے (ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم۔ آسمان سے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں) علمائے مغاربہ (افریقہ والے) صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے ہیں۔

صحیح بخاری کی صحت کا مدار جن اوصاف پر ہے وہ صحیح مسلم کی صحت اوصاف سے قوی ہیں اس لئے زیادتی صحت میں صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح ہے مگر باعتبار حسن ترتیب اور مفید ہونے کے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر تفوق حاصل ہے ؎

وہ اُن سے زیادہ ہیں تو وہ ان سے سوا ہیں۔

لیکن اولیت کا شرف جو بخاری کو حاصل ہے وہ مسلم کے حصہ میں نہیں، اور یہ بڑا شرف ہے لیکن اس اعتبار سے موطا سب سے افضل ہے۔

غرض خیر القرون میں بزرگان خیر القرون کی مبارک زبان سے اصح الکتب کا خطاب موطا نے پایا تھا۔ قرون ثلاثہ کے بعد اکثر علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ صحیح بخاری اصح الکتب ہے۔ بعض نے صحیح مسلم کو قرار دیا لیکن زیادہ اجماع صحیح بخاری پر ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔

صحاح ستہ

حدیث کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح یہ چھ کتابیں تسلیم کی گئی ہیں۔

بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

اور ان کا مرتبہ اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے نام لکھے ہیں بعض علماء نے ابن ماجہ کی جگہ سنن دارمی بعض نے موطا امام مالک کا نام لیا ہے مگر اس قول کو قبول عام کی سند نہیں ملی۔ ان

Marfat.com

میں سے ہر ایک کتاب کے حالات علیحدہ علیحدہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

بخاری اور مسلم کے ساتھ صحیح کہا جاتا ہے اور دونوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ترمذی کو جامع کہا جاتا ہے، سنن بھی کہتے ہیں، باقی سب سنن کہلاتے ہیں۔ سنن اربعہ جب کہیں بولا یا لکھا جاتا ہے تو صحیحین کے علاوہ باقی چار دن کتابیں مراد ہوتی ہیں۔

صحاح میں ایک سو پانچ اصحاب کی روائتیں ہیں ان میں چھ کثیر الروایت ہیں علم حدیث میں نصف سے زیادہ ان کی روائتیں ہیں، کتب صحاح ستہ میں صحیح میں حسن وضعیف ہر قسم کی حدیثیں ہیں جن کو محدثین نے ظاہر کر دیا ہے، بوجہ اغلبیت ان کو صحاح کہا جاتا ہے۔

۱۷۹۰ء میں جب شاہ عالم بادشاہ دہلی انگریزوں کا پنشن خوار تھا۔ چند گمراہ امیروں نے بسر پرستی مرتضیٰ خان ومرید خان صحاح ستہ کی کتابوں میں تحریف کر کے خوش خط نسخے لکھا کر سستے داموں فروخت کرائے لیکن یہ چالاکی اسی وقت کھل گئی اور علماء کرام نے اس کا سدباب کر دیا۔

تدوین علم حدیث کے لیے جو علوم ایجاد ہوئے

علم حدیث کی تکمیل وترتیب وحفاظت ونصرت کے لئے کم وبیش سو علوم ایجاد ہوئے، علامہ حازمی نے کتاب العجالہ میں لکھا ہے کہ علم حدیث میں بہت سے انواع ہیں جو سو تک پہنچے ہیں ہر ایک نوع ان میں مستقل فن ہے (تدریب الراوی)

ان تمام علوم کا ذکر اس مختصر میں مشکل ہے صرف خاص خاص فنون کے متعلق مختصر کچھ لکھا جاتا ہے۔

علم اسماء الرجال۔ اس میں راویوں کے حالات سے بحث ہوئی ہے یہ رواۃ حدیث کی سوانح عمریاں یا تاریخ ہے۔

علم الدرایۃ:۔ اس میں نفس حدیث کی جانچ کی جاتی ہے۔

علم تدوین الحدیث:۔ اس میں جمع حدیث پہ بحث کی جاتی ہے۔

علم الناسخ والمنسوخ:۔ اس میں یہ بحث ہوتی ہے کہ کون سی حدیث ناسخ ہے اور کون سی منسوخ ہے۔ اور کیوں منسوخ ہے۔ اس کے لئے حدیث کے علل واسباب اور مصلحت وقت اور شان نزول کا جاننا ضروری ہے۔

علم النظر فی الاسناد:۔ اس میں حدیث کی سند پہ بحث کی جاتی ہے۔

Marfat.com

علم کیفیۃ الروایۃ :- یعنی راوی نے حدیث کو کس طرح روایت کیا ہے اور اس کے درجات کیا ہیں۔

علم الفاظ الحدیث :- یعنی محدثین کی اصطلاحیں کیا ہیں اور جن الفاظ میں حدیث مروی ہے وہ الفاظ رسول کے ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

علم المؤتلف والمختلف :- بعض حدیثوں میں ایک ہی واقعہ ہوتا ہے مگر دو شخصوں کے متعلق دو مختلف احکام ہوتے ہیں یا دو واقعے ہیں مگر دونوں کے لئے ایک ہی طرح کی روایت ہے اس کی بحث ہوتی ہے۔

علم طبقات الحدیث :- کس درجہ کی حدیث ہے اور اس کے راوی کس طبقہ کے ہیں

علم غریب الحدیث :- یعنی نامانوس الفاظ کا کیا مطلب ہے وہ حدیث میں کس مطلب کے لئے آتے ہیں۔ اس زمانے کے محاورہ میں ان کا کیا مفہوم تھا۔

علم الجرح والتعدیل :- راویوں کے اعتبار و بے اعتباری کے وجوہ۔

علم طرق الاحادیث :- بعض حدیثیں کئی کئی طریق سے مروی ہیں اور معنوی مناسبت کے اعتبار سے ان کے ٹکڑے مختلف فصلوں میں لاتے ہیں۔ اس طرح کی حدیثیں صحیح بخاری میں بہت ہیں۔

علم الموضوعات :- موضوع حدیثوں کی شناخت کا علم۔

علم علل حدیث :- یہ علم بہت غامض اور ادق ہے اس میں وفیات، موالید، مساکن، القاب و اسماء و لقائے رواۃ پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر ہر راوی کے الفاظ حدیث اور حدیثوں کا احاطہ ضروری ہے۔ حدیث کی تعلیل میں کم از کم تین مجموعی قوتوں کا کمال درکار ہے حفظ، فہم، معرفت۔

علم تصحیف اسماء :- مشکل ناموں کی تشریح کا علم۔

علم الوحدان :- قلیل الحدیث راویوں کا بیان۔

علم روایۃ الآباء عن الابناء :- باپ کی بیٹوں سے روایت کرنے کا علم۔

علم روایۃ الصحابۃ عن التابعین :- صحابہ کا تابعین سے روایت کرنا۔

علم الموضح لاوھام الجمع والتفریق :- مجہول راویوں کا بیان۔

علم معرفۃ علوم حدیث :- علوم حدیث کی حقیقت کا علم۔

Marfat.com

علم اسباب :- جس میں حدیث کا سبب بیان کیا گیا ہو -
غرض جس قدر علوم علم حدیث کی خدمت کے لئے ایجاد ہوئے ہیں ان کا شمار سو سے زیادہ ہے اور ہر علم پر علماء کی متعدد تصانیف ہیں -

علم اصول حدیث

ابو محمد حسین بن عبد الرحمن رامہرمزی (المتوفی ۳۶۰ھ) نے ایک کتاب المحدث الفاصل لکھی یہ کتاب علوم حدیث پر پہلی کتاب تھی مگر جامع نہ تھی۔ اب یہ فن بعد تہذیب و ترتیب اصول حدیث کے نام سے مشہور رہے، حاکم نے اس عنوان پر ایک کتاب لکھی وہ بھی مکمل نہ تھی، ابو نعیم اصفہانی نے اس کی تکمیل کرنی چاہی مگر نہ کر سکے، خطیب نے کفایہ الجامع لآداب الشیخ والسامع، قاضی عیاض نے الماع، ابو حفص میانجی نے مالا یسع المحدث جہلہ تصنیف کیں، علامہ ابن صلاح (المتوفی ۶۴۳ھ) نے ان سب سے ایک کتاب بنائی جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے پھر بعض علماء نے اس کا تکملہ لکھا، بعض نے اختصار کیا، بعض نے نظم کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا خلاصہ کر کے نخبۃ الفکر نام رکھا، الکفایہ للخطیب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے،

علم غریب الحدیث

اس فن پر سب سے پہلے ابو عبیدہ بن المثنی نے کتاب لکھی اس کے بعد ابو الحسن المازنی واصمعی وغیرہ نے کتابیں تصنیف کیں۔ ابی عبیدہ قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۵ھ) نے چالیس سال محنت کر کے کتاب غریب الحدیث تیار کی۔

ابی عبیدہ احمد بن محمد الہروی نے کتاب الغریبین حروف معجم پر مرتب کی -

اصول درایت

اصول درایت ان قواعد کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سے نفس حدیث کا حال معلوم ہوتا ہے، اصل میں تو یہ ایک خاص ملکہ ہے جو ایک فن میں تبحر اور مہارت کاملہ کے بعد پیدا ہو جاتا ہے جیسے تجربہ کار صراف کی نظر کسوٹی پر لگانے سے پہلے تاڑ جاتی ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہو سکتا ہے۔

ماہرین فن کا ارشاد ہے ان الحدیث ضوءا کضوء النہار تعرفہ وظلمۃ کظلمۃ

Marfat.com

اللیل تنکرہ (حدیث کا نور دن کی طرح ہے تو اس کو پہچان لے گا۔ اور جعلی کی تاریکی رات کی طرح ہے تو اس سے انکار نہیں کر سکتا)

شناسند: گر نیست شوریدہ مغز — نہ بہرہ شناسد زدینار نغز
حدیث از معایب بود گر تہی — درخشندہ می باشد از فرہی
ازو تابد انوار پیغمبری — چو نور از مہ و تابش از مشتری

حقیقت میں فن روایت کی ممارست سے ایک ملکہ یا ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس سے تمیز ہو جاتی ہے کہ یہ قول و فعل رسول ہے یا نہیں، بعض محدثین نے لکھا ہے کہ وہ ایک امر ہے جو محدث کے دل پر وارد ہوتا ہے، اور وہ اس کو رد نہیں کر سکتا، محدث ابو حاتم سے ایک شخص نے کئی حدیثوں کے متعلق دریافت کیا انہوں نے بعض کو صحیح بعض کو غلط بعض کو مدرج بتایا سائل نے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کیا راوی آپ سے کہہ گئے تھے انہوں نے کہا نہیں مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، سائل نے کہا کیا آپ علم غیب کے مدعی ہیں انہوں نے کہا نہیں کسی ماہر فن سے دریافت کرو، سائل نے ابو زرعہ محدث سے جا کر دریافت کیا، انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔ جب سائل کی تسکین ہوئی (فتح المغیث)

اصول روایت سے چوں کہ رواۃ کی جانچ کی جاتی ہے، اس لئے اس سے متن حدیث کی غلطی کا ارتفاع نہیں ہوتا، لہذا حدیث کی جانچ کے لئے اصول درایت قائم کئے گئے۔

درایت کی رو سے جب کسی حدیث کی جانچ کی جاتی ہے تو راوی پر نظر نہیں کی جاتی خارجی عوارض و اسباب پر نظر کی جاتی ہے یہ اصول قرآن حدیث و تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں، ائمہ نے ان کی تشریح و توسیع کی ہے یہ اصول سو سے زیادہ ہیں۔

صحابہ کرام کے عہد میں اصول درایت کے مدارج قائم ہو گئے تھے، کیوں کہ اختلاف مدارج کا جو اثر احکام پر پڑتا ہے وہ ان کی اجتہادی رایوں سے ثابت ہے گو کوئی تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھی اور صحابہ کرام ان اصول کے سختی سے پابند تھے۔

قرآن مجید میں حکم ہے کہ طلاق بائن دینے کے بعد ایام عدت گذرنے تک عورت کو گھر سے نہ نکالو (لا تخرجوھن من بیوتھن) حضرت عمر کے عہد میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعد طلاق کے عورت کو سکنی کا حق ہے یا نہیں، فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دے دی تھی تو رسول کریم نے مجھکو حق سکونت سے محروم کر دیا تھا۔

Marfat.com

چوں کہ یہ امر حضور علیہ السّلام کی حدیث اور آیت قرآن کے خلاف تھا اس لئے حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کو چھوڑینگے خدا جانے بات کو سمجھی یا نہیں یا بھول گئی، حضرت عائشہ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ فاطمہ بنت قیس کو رسول کریم نے اس لئے گھر سے منتقل ہونے کا حکم دیا تھا کہ ان کا گھر سنسان مقام پر تھا وہاں تنہا ان کا رہنا مناسب نہ تھا۔ (ابوداؤد)

اصُول درایت میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

(۱) جو حدیث قرآن کی عبارۃ النص کے خلاف ہو صحیح نہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے، اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (اس پر چلو جو تم پر اترا ہے اس کے سوا اوروں کے پیچھے نہ چلو)

(۲) جو حدیث حدیث متواترہ کے خلاف ہو صحیح نہیں، کیوں کہ حدیث متواترہ کا حکم رسول ہونا صحت سے ثابت ہوتا ہے اور امر رسول کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ (جب خدا اور رسول حکم دے تو کسی صاحب ایمان کو اس کے عدم قبول کا حق نہیں)

(۳) جو حدیث ایسے مشہور تاریخی واقعہ کے خلاف ہو جو متواترہ کا حکم رکھتا ہے قابل قبول نہیں۔ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب۔ یعنی صحیح متواترہ تاریخی واقعہ لائق تسلیم وقابل حجّت ہے)

(۴) جو حدیث مشاہدات کے خلاف ہو قابل حجت نہیں (ھوالذی مدالارض وجعل فیھا رواسی وانھراً ومن کل الثمرات الخ) مشاہدات کو بیان کر کے بتایا ہے کہ مشاہدات کے خلاف یقین نہیں کرنا چاہیئے)

(۵) جو عقل کے خلاف ہو قابل قبول نہیں قرآن مجید میں جابجا تاکید ہے کہ عقل سے کام لو اور یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ (رجس انہیں پر ہے جو عقل نہیں رکھتے)
کذلک نفصل الآیات لقوم یعقلون۔ ہم آیات کو کھول کر عقل والوں کے لئے بیان کرتے ہیں ولقد ترکنا منھا آیۃ بیّنۃ لقوم یعقلون۔ ہم نے نشان چھوڑے ہیں عقل والوں کے لئے حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ عقل میرے دین کی اصل ہے، علم میرا ہتیار ہے (شفاء قاضی عیاض)

Marfat.com

خلاف عقل سے یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کی عقل کے خلاف ہو بلکہ علما اور ماہران فن حدیث اس کو خلاف عقل قرار دیں، بعض حدیثوں کے متعلق بعض ناواقف کہہ دیتے ہیں کہ خلاف عقل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محاورات عرب اور حدیث کے شان نزول وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے مثال کے طور پر ہم ایک حدیث کا ذکر کرتے ہیں جس کو خلاف عقل کہا جاتا ہے۔

ذکر عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجل ما زال نائماً حتے اصبح فما قام الی الصلوٰۃ فقال بال الشیطان فی اذنہ۔ رسول کریم کے حضور میں ایک شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہا اور نماز کو نہیں اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔ علامہ ابن قتیبہ اس کے متعلق لکھتے ہیں (معناہ افسدہ یقال بال فی کذا ای افسدہ والعرب تکنی عن الفساد بالبول) پیشاب کرنے سے مراد خراب کرنا ہے اہل عرب خرابی کے لئے کنایۃً پیشاب کا لفظ بولتے ہیں۔

(۶) جس حدیث کو ایسا راوی بیان کرے کہ جو اس کے مضمون کا مدعی یا طرف دار ہو یعنی دوسرے کے خلاف اپنے خیال و عقائد کے اثبات کے لئے پیش کرے۔

(۷) جو اجماع قطعی کے مخالف ہو قابل حجت نہیں۔ کیونکہ رسول کریم نے فرمایا ہے لا تجتمع امتی علے الضلالۃ (میری امت کا اجماع گمراہی پر نہ ہوگا)

(۸) جو حدیث مختلف فیہ مسئلہ کی ایسی تشریح کرے جو مقتضائے وقت یا قرینہ حالیہ کے خلاف ہو یا اس کی تائید کرے۔

(۹) جس حدیث میں معمولی نیکی پر حج و عمرے اور ایسے ہی بڑے بڑے امور خیر کی بہ ابر ثواب اور معمولی گناہ پر بڑی بھاری سزا کی دھمکی ہو۔

(۱۰) جس حدیث میں ایسا امر عظیم بیان کیا گیا ہو کہ اگر وہ واقع ہوتا یا ہوا تو اس کو عام طور پر لوگ جانتے اور دیکھتے اور بیان کرتے مگر سوائے ان راویوں کے اور کوئی بیان نہیں کرتا لائق حجت نہیں۔

(۱۱) کوئی حدیث کسی ایک واقعہ یا مضمون واحد سے تعلق رکھتی ہے جو متعدد طریقوں سے مروی ہے گو وہ متعدد طرق سے موصول شدہ روایات کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنی کے آپس میں متناقض ہیں کہ جس سے کوئی ایک امر معتد بہ بھی ثابت نہیں ہوتا قابل حجت نہیں ہے۔

Marfat.com

(۱۳) جس حدیث میں رکاکت لفظی ایسی ہو کہ قواعد عربیہ کی رو سے مستحسن نہ ہو اور رکاکت معنے ایسی ہو کہ وقار نبوت کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۱۴) جس حدیث میں کسی امر معقول کو محسوس اور محسوس کو معقول میں بیان کیا گیا ہو اس طرح سے کہ اس کا وقوع اس طرح ہوا ہو بطور تمثیل کے صحیح نہیں۔

(۱۵) جو حدیث کسی ایسے علوم متعارفہ کے مخالف ہو کہ جن کے اصول مشاہدوں اور بے شمار تجربوں کے بعد قائم ہوں اور ان سے ہمیشہ ایک ہی سے نتیجے ایسے برآمد ہوتے ہیں کہ جن میں غلطی نہیں ہوتی، صحیح نہیں۔

(۱۶) جس حدیث کا راوی اس کے موضوع ہونے کا خود اقرار کرے۔

(۱۷) جس حدیث میں دنیا سے اس قدر بے رغبتی بیان کی گئی ہو اور آخرت کا اس قدر خوف بیان کیا گیا ہو کہ اول تو انسان اس پر عمل کرنے سے فطرتاً معذور ہو اور جو کوئی بہ مشکل اس پر کاربند ہو تو خود بخود تمام دنیا اور اس کے اسباب کا درہم برہم ہونا لازم آئے صحیح نہیں۔

(۱۸) تمام اسرائیلیات کا انبار خواہ دلیل منطق کے طور پر ہو خواہ معقولات و مظنونات کے طریق پر قابل حجت نہیں۔

(۱۹) جو حدیث عینیات کے خلاف ہو لائق حجت نہیں۔

مگر تمام اصولوں کے ساتھ یہ شرط ہے کہ ایسی حدیثوں کے لفظوں اور جملوں اور عبارتوں میں قواعد عربیہ متعارفہ یا اس کے معنوں میں دیگر علوم کے ذریعے سے تاویل کر کے تطابق دینا ناممکن ہو تو ناقابل حجت ہیں۔ اور اگر تطابق ممکن ہے تو قابل حجت ہیں۔

اسماء الرجال

علم حدیث کی خدمت کے لئے جو علوم و فنون ایجاد ہوئے ان میں سے خاص خاص کا ذکر مختصراً ہو چکا ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم علم اسماء الرجال ہے اس کے متعلق کسی قدر تفصیل کی جاتی ہے، یہ علم راویان حدیث کی سوانح عمریاں یا تاریخ ہے، اس میں رواۃ کے نام و لقب، حسب نسب، قوم و وطن، ولادت و وفات، علم و فضل، دیانت و تقویٰ، حفظ ذکاوت، صحت و مرض وغیرہ کا بیان ہوتا ہے، بغیر اس علم کے حدیث کی جانچ مشکل ہے، اس کے ذریعہ سے ائمہ حدیث نے مراتب احادیث و رواۃ کا پتہ لگایا اور بہت سے

Marfat.com

نکات و مشکلات کو حل کیا ہے،

محدثین علیہم الرحمۃ نے احادیث اور رواۃ کی جانچ پڑتال کرتے وقت، راویوں کی کثرت عبادت یا قائم اللیل یا صائم الدہر ہونے یا ان کے تبحر علمی، ان کی ولایت و زہد و تقوی و طہارت یا ان کی امارت و ریاست بلکہ ان کی مفاہمت و مجتہدانہ جلال و شکوہ سے نہ مرعوب ہوتے ہوئے اور اکثر نامور مجتہدین کے اجتہاد کا لوہا مانتے ہوئے اور اکثر امور میں ان کی عظمت و شان تسلیم کرنے کے باوجود کچھ اصُول و قواعد اور صداقت کے معیار قائم کئے اور مذہبی دنیا میں آزادی رائے کا سنگ بنیاد رکھا۔ فی الحقیقت نظام شمسی کی مملکت میں یہ ایک ایسا بے نظیر واقعہ ہے کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی، عبد اللہ بن مبارک، عباد بن کثیر کے زہد و تقوی کی تعریف کیا کرتے تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ان سے حدیث روایت نہ کی جائے اس فن کے متعلق مشہور محقق ڈاکٹر اسپرنگر نے کہا ہے " کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری، نہ آج تک موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے[1]۔

اس فن میں صحیح و غیر صحیح روایت کی شناخت میں بڑی مدد ملتی ہے امام عبد اللہ حاکم سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ حاکم نے دریافت کیا یہ حدیث تم نے کس سے سنی اور کب سُنی اس نے کہا عبد بن حمید سے فلاں سن میں سنی۔ امام نے اپنے شاگردوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ان کو دیکھو کہ ان سے یہ حدیث عبد بن حمید نے اپنے مرنے سے سات برس بعد بیان کی۔

ابراہیم طالقانی نے محدث عبد اللہ بن مبارک سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا انہوں نے کہا اس کا راوی کون ہے، اس نے کہا شہاب بن خراش، ابن مبارک نے کہا وہ ثقہ ہے اُس نے کس سے روایت کی۔ اس نے کہا حجاج بن دینار سے، ابن مبارک نے کہا وہ بھی ثقہ ہیں اس نے کس سے روایت کی۔ اُس نے کہا رسول کریم سے ابن مبارک نے کہا حدیث کا مضمون صحیح ہے، مگر یہ حدیث نہیں کیوں کہ ابن دینار کا زمانہ رسول کریم سے بہت بعد کا ہے (مسلم)

خلیفہ کے دربار میں یہودیوں نے ایک دستاویز پیش کی جو رسول کریم کی لکھائی ہوئی تھی اس میں لکھا تھا کہ یہود خیبر کو جزیہ معاف اور بیگار معاف اس دستاویز کو پیش کر کے یہودیوں نے

[1] انگریزی مقدمہ اصابہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء

Marfat.com

جزیہ اور بیگار کی معافی کا مطالبہ کیا۔ عمال حکومت کو بجز تسلیم کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جب یہ دستاویز محدثین کے سامنے پیش ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ یہ جعلی ہے، اور اس کے یہ معقول وجوہ بیان کئے (۱)۔ یہ کہ اس پر حضرت سعد بن معاذ کی گواہی ہے اور سعد بن معاذ غزوۂ خندق کے بعد وفات پا گئے تھے غزوۂ خیبر سے بہت پہلے پھر ان کی اس پر شہادت کیسی (۲) یہ کہ اس دستاویز پر کاتب کا نام معاویہ بن ابی سفیان لکھا ہے، معاویہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے (۳)۔ یہ کہ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نازل نہیں ہوا تھا پھر اس میں جزیہ کا ذکر کیسا۔ (۴) یہ کہ رسول کریم کے عہد مبارک میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا (۵) یہ کہ جزیہ ان کو معاف ہوتا ہے جو اسلام کے دوست ہوتے ہیں خیبر والے اسلام کے سخت دشمن تھے ان کو جزیہ کیوں معاف ہوتا۔ اور اگر بعد میں یہ دوست ہو گئے ہوتے تو اس کے بعد یہ خارج البلاد کیوں کئے جاتے۔

روایت کی اس طرح تحقیق و تنقید بغیر علم اسماء الرجال کے ممکن نہیں۔

اس فن کی بنیاد قرآن مجید نے قائم کی۔ یاایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا (یعنی خبر بیان کرنے والے کو دیکھ لیا کرو کیسا آدمی ہے)

صحابہ کرام برابر جانچ پڑتال کرتے رہے، حضرت عمر اور حضرت عائشہ کے واقعات سے معلوم ہوگا لیکن اس کو فن کی صورت امام شعبہ (المتوفی سنہ ۱۶۰ھ) نے دی انہوں نے اس کے اصول مقرر کئے مگر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اس زمانہ کے بہت سے علما نے اس فن کو غیبت قرار دیا اور امام شعبہ کے مخالف ہو گئے، امام اعظم رح بھی ان اصول کے کچھ زیادہ مؤید نہ تھے۔

صحابہ کے حالات میں متقدمین و متاخرین نے بہت سی تالیفات کیں، تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات میں مفصل تصانیف موجود ہیں۔ اگر کوئی محدث چاہے تو آسانی سے اپنے سلسلہ روایت کو ثقہ راویوں کے ذریعہ سے رسول کریم تک ثابت کر سکتا ہے۔

اس فن میں سب سے پہلے تصنیف شیخ یحیی بن سعید القطان (المتوفی سنہ ۱۹۸ھ) نے کی۔ ابن سعد نے طبقات لکھی جو موجود ہے، امام احمد بن حنبل، شیخ یحیی بن معین (المتوفی سنہ ۲۳۳ھ) شیخ علی بن المدینی (المتوفی سنہ ۲۳۴ھ) نے تصانیف کیں، فن جرح و تعدیل کا مدار انہیں آخر الذکر تینوں حضرات پر ہے،

امام بخاری نے تاریخ لکھی، امام مسلم نے کتاب الاسماء والکنی، وکتاب التاریخ والمجروحین،

Marfat.com

من المحدثین لکھی - ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل تصنیف کی - اس میں جمیع رواۃ کا تذکرہ کیا عجلی اور ابن حبان و ابن شاہین نے صرف ثقات کے ناموں کو جمع کیا، ابن عدی و ابن حبان نے مجروحین کو جمع کیا، عقیلی و امام نسائی و ابن حبان - ان تینوں کی تصانیف کا نام کتاب الضعفاء ہے، امام بخاری کی تاریخ صغیر طبع ہو چکی ہے،

امام احمد بن حنبل کی کتاب العلل والرجال کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں ہے، تاریخ کبیر امام بخاری کا جزو اور کتاب الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم تین جلد اور کتاب الثقات لابن حبان اور کتاب الاسماء والکنی و کتاب التاریخ امام مسلم کتاب الضعفاء عقیلی یہ سب ذخیرہ قلمی کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں موجود ہے۔

اس فن میں سب سے بہتر کتاب ابن عدی (المتوفی ۳۶۵ھ) کی ہے جس کا نام کامل ابن عدی ہے اکثر محدثین نے اسی سے لیا ہے، امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے کوئی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی، دارقطنی کا قول ہے کہ اسماء الرجال میں کامل ابن عدی کافی ہے،

حافظ ابونعیم اصفہانی (المتوفی ۴۳۰ھ) نے تاریخ نیشاپور لکھی، خطیب نے چودہ جلدوں میں تاریخ بغداد لکھی (تاریخ بغداد ایک محدث کی تاریخ کا ذیل تھا) خطیب کے بعد اس پر محدثین نے ذیل لکھے، تاریخ خطیب بغدادی کی چھ جلدیں اور تاریخ اصفہان حافظ ابونعیم کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں موجود ہے۔

الاکمال فی مشتبہ الانساب الرجال، ابن ماکولا (المتوفی ۴۷۵ھ) نے تصنیف کی - یہ کتب خانہ ٹونک میں موجود ہے - ابن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ) نے اسی جلدوں میں تاریخ دمشق لکھی، ان تاریخوں میں رواۃ و محدثین کے متعلق گراں قدر معلومات ہیں اور علم حدیث کے بہت سے متعلقات کا تذکرہ ہے۔

حافظ عبد الغنی مقدسی (المتوفی ۶۰۰ھ) نے کمال فی اسماء الرجال تالیف کی، اس کتاب کو حافظ جمال الدین المزی (المتوفی ۷۴۲ھ) نے ترتیب و اضافہ کے ساتھ تیرہ جلدوں میں مرتب کر کے تہذیب الکمال نام رکھا۔ اس کے متعلق صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ ایسی کتاب نہ پہلے لکھی گئی نہ آئندہ لکھے جانے کی امید ہے ہو

حافظ ذہبی نے اسماء الرجال میں متعدد کتابیں لکھیں ان کی کتاب سیر النبلاء ایسی کتاب ہے جس کو تاریخ دمشق اور تاریخ نیشاپور کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے، تذکرۃ الحفاظ تصنیف کی اور

Marfat.com

تہذیب الکمال مزی کو مختصر کرکے کاراٰمد بنایا اور تہذیب التہذیب نام رکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب الکمال مزی کو آٹھ برس محنت کرکے اضافہ فوائد و حذف زوائد کے بعد تہذیب التہذیب نام رکھا یہ کتاب اصل کتاب سے بقدر ایک ثلث زیادہ ہے پھر اس کا خلاصہ ایک جلد میں کرکے تقریب التہذیب نام رکھا۔

ابونصر کلاباذی نے صرف بخاری کے رجال کو۔ ابوبکر منجویہ نے صرف مسلم کے رجال کو ابوالفضل ابن طاہر نے بخاری و مسلم دونوں کے رجال کو۔ ابوعلی جیانی نے صرف ابوداؤد کے رجال کو علمائے مغاربہ نے ترمذی و نسائی کے رجال کو جمع کیا۔

اسماء الرجال کی بہت سی شاخیں ہیں۔

الموضح لاوھام الجمع والتفریق:۔ یعنی مجہول راویوں کا بیان۔ اس کے متعلق عبدالغنی صوری و خطیب نے کتابیں لکھیں۔

علم الوحدان یعنی قلیل الروایت راویوں کا بیان، مسلم حسن بن سفیان نے کتابیں لکھیں۔ ابواسحٰق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے کتاب معرفۃ الرجال لکھی۔

روایۃ الآباء عن الابناء:۔ اس کے متعلق خطیب نے کتاب لکھی۔

روایۃ الراوی عن ابیہ عن جدہ:۔ اس کے متعلق خطیب نے کتاب لکھی۔

روایۃ الراوی عن ابیہ عن جدہ:۔ کے متعلق حافظ صلاح الدین علائی نے کتاب لکھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تلخیص کی۔

تصحیف اسماء:۔ اس کے متعلق ابواحمد عسکری نے کتاب لکھی۔ دارقطنی رح نے کتاب لکھی، پھر عبدالغنی بن سعید نے کتاب لکھی، خطیب نے دارقطنی کی کتاب کا تکملہ لکھا۔ ابونصر ماکولا نے ان تمام کتابوں کو اپنی کتاب الکمال میں درج کیا، پھر ابوبکر بن نقطہ نے ایک کتاب لکھی منصور بن سلیم اور ابوحامد صابونی نے اس کا تکملہ لکھا، امام ذہبی نے ایک کتاب لکھی، حافظ ابن عسقلانی نے تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ لکھی۔

بعض روایات میں ایسا ہے کہ راوی اور اس کے باپ دادا کا جو نام ہے وہی اس کے شیخ اور اس کے باپ دادا کا نام ہے، اس کے متعلق ابوموسیٰ مدینی نے کتاب لکھی۔

کون راوی کس کا بھائی یا کون راویہ کس کی بہن ہے۔ اس فن کے متعلق علی بن مدینی نے کتاب

ن۔ کتاب تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

Marfat.com

میں ہے۔

کتاب المعجم فی الاسماء مصنفہ ابوبکر احمد بن ابراہیم (المتوفی سنہ ۳۷۱ھ) اللباب فی تہذیب الانساب لابن اثیر۔ اکمال تہذیب الکمال فی معرفۃ الرجال مغلطائی۔ یہ قلمی کتابیں کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں ہیں۔

غرض جو بزرگ حامل روایات ہیں ان کے حالات ہر طرح مکمل و مدون موجود ہیں یہ شرف علم حدیث کے سوا کسی علم کو حاصل نہیں، دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی ابتداء سے علماء اپنے شیوخ کے حالات لکھتے چلے آئے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔

جرح و تعدیل

اس فن میں اجتہاد و ظن و تخمین کا دخل نہیں، یا تو مشاہدات ہیں یا مسموعات۔ اتصال سند توثیق رواۃ، راوی مروی عنہ کی معاصرت، باہم لقاء و سماع یہ امور یا مشاہدات سے ہیں یا مسموعات سے، دو شخصوں کی لقاء و سماع شخص حاضر رویت و مشاہدہ سے اور شخص غائب شخص حاضر کی شہادت سے جان سکتا ہے، راوی کا ثقہ ہونا ضابط القلب جید الحفظ ہونا ملاقات و تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے، رواۃ کے متعلق جس قدر الفاظ جرح و تعدیل ہیں انکی بنا حس و مشاہدہ ہے نہ کہ رائے و قیاس۔

ائمہ فن نے نہایت دلیری سے جس کے متعلق جو معلوم ہوا وہ لکھ دیا ہر شخص کے عیوب ہر شخص کے اوصاف بیان کر دئے، اس صورت میں راہ فیصلہ صاف ہے، دیکھنے والوں نے جرح و تعدیل اور جرح و تعدیل کرنے والوں کے وزن سے اندازہ کر لیا کہ اس شخص کی بات کس لائق رد و قبول ہے، ائمہ فن نے جرح و تعدیل میں خفیف خفیف امور کو بھی نظر انداز نہیں کیا، سوائے انبیاء علیہم السلام کے ایسا کون شخص ہو سکتا ہے جس میں کچھ کمزوری نہ ہو یا جس میں تمام محاسن محاسن ہوں یا جس کی ہر بات ہر شخص کو محبوب ہو، اس طرح جرح سے کوئی بڑے سے بڑا امام بھی نہیں بچ سکا۔ ائمہ پر جرح کرنے والوں کا مقصد توہین و تذلیل کرنا نہ تھا یا یہ کہ وہ اُن کو غیر م[عتبر] نہ سمجھتے تھے، بلکہ ان امور کا اظہار اس لئے ضروری تھا کہ کل کو یہ خیال پیدا ہو جا[ئے] کہ رسول کریم کے سوا اور بھی معصوم ہوئے ہیں یا یہ کہ دانستہ ان لوگوں کی عیب پوشی کی ہے، خدا جانے ان میں کیا کیا عیوب ہوں گے۔ اس لئے کسی بزرگ پر ایسی معمولی جرح دل

Marfat.com

دیکھ کر ماہر فن مضطر نہیں ہوتا۔ اُس کی نظر اُس کی غرض و غایت پر ہوتی ہے، وہ الفاظ جرح اور جرح کرنے والوں اور الفاظ تعدیل اور تعدیل کرنے والوں کا وزن کر کے نتیجہ نکالتا ہے اس طرح جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یقیناً صحیح ہوتا ہے،

جرح و تعدیل میں بھی اختلاف ہے اور اختلاف ہونا بھی چاہئے تھا کیوں کہ ہر امام کا اپنا اپنا اجتہاد اور اپنے اپنے اصول ہیں، ان اصُول کا متفق ہونا ضروری نہیں ایک شخص ایک بات کو کسی قدر معیوب سمجھتا ہے، دوسرے کے نزدیک معیوب نہیں۔

ایک بات دو شخصوں کو ایک ہی ذریعہ سے پہونچی۔ ایک اس ذریعہ کو معتبر سمجھتا ہے دوسرا ضعیف خیال کرتا ہے، بعض نے اس راوی کی تضعیف کی ہے جو کتاب دیکھ کر روایت کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا حافظہ قوی نہ تھا، بعض نے اس کو احتیاط پر محمول کیا ہے۔

امام شعبہ نے ایک شخص کی اس لئے تضعیف کی کہ انہوں نے اس کو خچر دوڑاتے دیکھا تھا یہ امر اُن کے نزدیک معیوب تھا۔ ہر شخص اس کو معیوب نہیں سمجھ سکتا۔

جرح و تعدیل میں اس لئے بھی اختلاف ہوا ہے کہ ایک شخص کسی راوی سے ملا اس وقت وہ تندرست تھا۔ اس نے اس کی توثیق کی، جب اس سے دوسرا ملا تو اس کو ضعف حفظ و نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا لہٰذا اُس نے اس کی تضعیف کی۔

ایک وقت کسی عقلمند سے بھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے، ایک شخص ایک راوی کو خوب جانتا تھا کہ وہ دانش سند ہے، اس نے اس کی توثیق کی، کسی دوسرے کے سامنے اتفاقاً اُس سے کوئی امر کیک سرزد ہو گیا اُس پر اس نے جرح کر دی،

بعض جرحوں کا باعث معاصرانہ نوک جھونک بھی ہے پرانے بزرگوں میں نفسانیت نہ تھی منافست تھی۔ چوں کہ متقدمین میں ہر شخص اجتہاد کی قابلیت رکھتا تھا اور بجائے خود مجتہد تھا۔

اس لئے اختلاف اجتہاد سے بھی جرحیں پیدا ہوئی ہیں اسی وجہ سے یہ اصول قرار دیا گیا ہے کہ ایک محدث کی جرح معاصر محدث پر قابل قبول نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ جرح میں تعدی کبھی خواہش نفسانی سے اور کبھی حسد و عداوت وغیرہ سے بھی کی جاتی ہے، غالباً متقدمین کا کلام اس قسم کی تعدی سے پاک ہے اور کبھی اعتقادی مخالفت سے بھی صادر ہوتی ہے، اس قسم کی جرحیں متقدمین و متاخرین میں بکثرت ہیں مگر اعتقادی مخالفت سے جرح کرنا عموماً ناجائز ہے[1]۔

[1] نخبۃ الفکر

Marfat.com

تمام امور پر نظر کر کے ائمہ نے یہ قرار دیا ہے کہ بعض جگہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، بعض جگہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے، اگر جرح کے الفاظ سخت ہیں اور جو عیب بیان کیا گیا ہے وہ واقعی بڑا عیب ہے، جرح بیان کرنے والا عالم و مقدس ہے، معاصرت و تعصب کا دخل نہیں تو جرح مقدم ہوگی اور اگر اس کے خلاف ہے تو تعدیل مقدم ہوگی۔

جرح اور تعدیل کرنے والوں کی تعداد پر بھی نظر کی جاتی ہے، یہی علامہ سبکی نے طبقات شافعیہ میں لکھا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ امر علاوہ اس کے نقل و انصاف کے خلاف ہے اس کی زد سے کوئی امام بھی نہیں بچ سکتا، نہ امام مالک، نہ امام اعظم نہ امام بخاری۔

امام ابو ایوب سختیانی (المتوفی سنہ ۱۳۱ھ) امام مالک کے استاد تھے انہوں نے اپنے استاد امام حسن بصری اور اعمش پر جرح کی ہے اور مدلس کہا ہے عیسیٰ بن ابان نے امام شافعی کے رد میں کتاب لکھی، یحییٰ قطان نے امام جعفر صادق کی روایتوں پر اعتراض کیا ہے، امام بخاری پر امام مسلم وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں، بعض نے ان کی صرفی غلطیاں نکالی ہیں۔

علما نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ائمہ متبوعین پر جرح نہ کی جائے، انہوں نے یہ فیصلہ ہر پہلو پر نظر کر کے اور ان کی معایب و محاسن بیان کرنے والوں کی تعداد و شان کو دیکھ کر ان امور کو سمجھ کر جو جرح میں بیان کئے گئے ہیں کیا ہے امام شعرانی نے لکھا ہے الائمۃ کلھم علی ھدی من ربھم[1]

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن　　　　که جاہا سپر باید انداختن

یہ فیصلہ قرین عقل و انصاف ہے کیوں کہ ائمہ متبوعین سے کسی ایسے امر کا سرزد ہونا ثابت نہیں جس کو واقعی جرح قرار دیا جا سکے۔

راوی کے مجروح و مطعون ہونے کی دس قسمیں ہیں، پانچ کا تعلق راوی کے ضبط سے ہے اور پانچ کا عدل سے ہے۔

جرح ضبط

(۱) راوی کا حافظہ خراب ہے۔

اس میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جن کا حافظہ ہمیشہ خراب رہا، بعض نے اس قسم کے راویوں کی روایت کو شاذ کہا ہے، ان کی حدیث جب قبول کی جاتی ہے کہ جید الحفظ راویوں کی روایت سے متابعت کرے۔

[1] میزان شعرانی

Marfat.com

دوسرے وہ کہ جس کا حافظہ بعد کو کسی وجہ سے خراب ہو گیا، ان کی وہ احادیث قبول کی جائیں گی جو اس عارضہ سے قبل روایت کی ہیں اور بعد عارضہ جو بیان کی گئی ہیں وہ اگر کسی صحیح حدیث کی موافق ہیں تو قبول کی جائیں گی ورنہ نہیں۔ ایسی روایتوں کو بعض نے حسن بغیرہ اور بعض نے صرف حسن کہا ہے۔

(۲) راوی کو وہم ہو جاتا ہے (۳) راوی اپنے بیان میں فاحش غلطیاں کرتا ہو اور اس کو محسوس نہ کرتا ہو (۴) ضبط حدیث میں غفلت کرتا ہو (۵) مخالفت کرتا ہو، مخالفت کی چھ قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ راوی سیاق اسناد میں تغیر کرتا ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) روایت کئی سندوں سے ہے، راوی نے سب کو ملا کر ایک سند بنالی۔ اور اختلافات اسانید کو بیان نہ کیا (۲) راوی نے روایت بیان کی پہلی مرتبہ ایک لفظ بیان نہ کیا مگر دوبارہ جب روایت کی تو وہ لفظ بیان کیا (۳) راوی کے پاس دو حدیثیں مختلف سندوں سے ہیں اس نے اس میں کتر بیونت کر دیا یعنی ایک حدیث کے الفاظ متن دوسری حدیث کے متن میں ملا کر ایک حدیث بنالی اور ایک سند سے بیان کر دی (۴) شیخ نے حدیث کی اسناد بیان کرتے ہوئے درمیان میں کچھ اپنی طرف سے بطور تشریح کہا، راوی شیخ کے الفاظ کو بھی جزءِ حدیث سمجھ کر بیان کرتا ہے۔

دوم یہ کہ راوی متن حدیث میں اس طرح تغیر و تبدل کرتا ہے کہ صحابی و تابعی و تبع تابعی کے کلام کو حضور کے کلام میں ملا دیتا ہے۔

سوم یہ کہ راوی نے غلط فہمی سے سلسلہ اسناد میں تقدیم و تاخیر کر دی۔

چہارم یہ کہ راوی جب حدیث روایت کرے تو سلسلہ اسناد میں زیادہ راویوں کو بیان کر جائے

پنجم یہ کہ راوی حدیث بیان کرتے وقت جب اسناد بیان کرے تو دو حدیثوں کو اس طرح بیان کرے کہ تمام راویوں میں خلط ملط ہو جائے۔

ششم یہ کہ جس راوی نے بیاض حدیث لکھی سہو اً یا خطاً املا میں غلطی ہو گئی یا الفاظ الٹ پلٹ ہو گئے

جرح عدل

(۱) جہالت بالراوی یعنی کسی راوی کا نام یا لقب یا کنیت اس طرح آئے کہ اس سے پہلے

Marfat.com

دوسرے شخص کا بھی گمان ہوسکے، یا روایت کرنے والا مروی عنہ کے حالات سے واقف نہیں یا روایت کرنے والا راوی اول کا نام ہی نہ لے، یوں کہے اخبرنی شیخ یا رجل: یا ابن فلان اگرچہ مبہم الفاظ سے اس کی تعدیل بھی مذکور ہو جیسے اخبرنی الثقۃ لانہ قد یکون ثقۃ اگر کسی راوی نے کسی ایسے شخص کا نام کسی روایت میں لیا تو اس کو مجہول العین کہیں گے اور اگر دو یا زیادہ نے روایت کیا اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی تو مجہول الحال اور مستور کہیں گے

(۲) ارتکاب کبائر یعنی گناہ کبیرہ کرتا ہو۔

(۳) بدعتی ہو، بدعتی کئی قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ کہ جن کے عقائد اہل اسلام کے خلاف ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کی روایت مردود ہے، دوسرے وہ جو عقائد میں تو اسلام کی موافق ہے مگر آیات متشابہات اور اسی قسم کی روایات میں قسم قسم کی تاویلیں کرتا ہے اگر وہ جھوٹ بولنا جائز نہیں سمجھتا تو اس کی روایت قبول کی جاسکتی ہے جیسے معتزلہ اور اگر جھوٹ بولنا جائز سمجھتا ہے تو اس کی روایت مردود ہے جیسے خارجی۔

(۴) عجیب عجیب روایات وقصص وحکایات خلاف روایات صحیحہ بیان کرنے والا اس کی روایت مردود ہے۔

(۵) وضاع۔ یعنی حدیثیں بنانے والا، اس کی روایت مردود ہے۔

راویوں کے درجات

(۱) وہ لوگ جو نہایت متقی، متشرع، قوی الحافظہ، ماہر علوم، ذکی وفہیم، عادل وضابط تھے بدعتی نہ تھے۔

(۲) وہ لوگ جو تمام اوصاف میں مثل نمبر ایک کے تھے مگر حافظہ میں اُن سے کم تھے۔ اس میں دو قسم کے آدمی تھے ایک وہ جو حدیثوں کو لکھ لیتے تھے، دوسرے وہ جو لکھتے نہ تھے اگر کسی مقام پر بھول گئے تو اس کے مفہوم کے موافق مرادف لفظ لگا دیتے تھے۔

(۳) وہ لوگ جو متدین، متشرع، متقی تھے مگر فہم اور فراست میں درجہ نمبر ۲ کی برابر نہ تھے جو یاد رہا جو بھول گئے بھول گئے، اگر اپنی بھول چوک کا خیال آیا تو حاطب اللیل کی طرح جو سمجھ میں آیا لکھ دیا۔

(۴) وہ لوگ جو متدین و متشرع تھے مگر کمی فہم وفراست کی وجہ سے مناقب ومثالب وترغیب

وتہذیب میں حدیثوں میں کمی بیشی تغیر وتبدل کرنا، نئی حدیث بنانا جائز سمجھتے تھے، اس میں چار قسم کے آدمی تھے۔

ایک وہ جو دنیوی عزّ وجاہ کے لئے حدیثوں میں تغیر کرتے اور نئی نئی حدیثیں بناتے، تاکہ لوگ اُن کی طرف رجوع ہوں۔

دوسرے وہ جو اپنے فروعی مسائل کی تائید کے لئے اپنے اساتذہ کے الفاظ کو شامل حدیث کر لیتے تھے۔

تیسرے وہ جو کمی عقل وفہم کی وجہ سے شیخ کے الفاظ کو روایت بالمعنی سمجھ لیتے تھے۔

چوتھے وہ دشمنان اسلام جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے حدیثیں گھڑتے تھے۔

ان تمام اقسام میں ہر قسم کے راویوں میں بھی تفاوت ہے کیوں کہ سب لوگ تمام صفات میں یکساں نہیں ہوتے، راویوں میں کوئی کسی سے اتقاء میں کم ہے کوئی کسی سے فہم وفراست میں زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح تسلسل وہم میں اسی تفاوت سے حدیث کے مختلف اقسام قرار دیئے گئے ہیں۔ جیسے حدیث صحیح کے اقسام صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ، ان میں راوی تو ثقہ اور ۲ کے ہوں گے مگر ایک دوسرے سے مدارج میں کم وبیش ہوں گے۔

راویوں کے اظہار اوصاف کے لئے الفاظ مقرر ہیں جو اس کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس درجہ کا راوی ہے اس کے چھ درجے تعدیل میں مقرر کئے گئے ہیں چھ جرح میں اور ان الفاظ میں تین درجے ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اشد۔ اوسط۔ اضعف، جس راوی میں اوصاف بدرجہ کمال ہیں اس کے لئے جو لفظ ہوگا اس میں مبالغہ اور شدت ہوگی جو اس سے کم ہوگا اس کے الفاظ میں توسط ہوگا جو اس سے کم ہوگا اس کے الفاظ میں ضعف ہوگا۔

الفاظ تعدیل

(۱) متقی۔ فہیم، قوی الحفظ ماہر علوم صحیح العقیدہ کے لئے۔

اوثق الناس۔ اضبط الناس۔ لا اعرف له نظیراً۔ امام الدنیا۔ جبل الاتقان الیه المنتهی فی التثبت وغیرها۔

(۲) جن میں پہلے مرتبہ کے اوصاف اس مرتبہ والوں سے کم پائے جائیں لا یسأل عنه وغیرہ

(۳) مرتبہ دوم سے کم والوں کے لئے ثقۃ ثقۃ، حجۃ حجۃ، حافظ عالم، فقیہ فاضل وغیرہ

Marfat.com

(۴) مرتبہ سوم سے کم والوں کے لئے، ثقہ۔ ثبت۔ عدل وغیرہ۔

(۵) نمبر ۴ سے کم والوں کے لئے۔ صدوق۔ لا باس بہ۔ صدوق لہ اوہام یخطئ لغیرہ باخرہ۔ لیس بہ باس وغیرہ۔

(۶) پانچویں سے کم والوں کے لئے، صدوق ان شاء اللہ۔ ارجو لا باس۔ صالح، صالح الحدیث، متقارب الحدیث، حسن الحدیث، روی عنہ الناس۔

الفاظ جرح

(۷) چھٹے مرتبہ سے کم والوں کے لئے، ما ینکرہ فیہ۔ فیہ مقال۔ فیہ ضعف یعرف وینکر۔ ھو لیس بذلک، لیس بقوی۔ سیئ الحفظ مستور مجہول الحال لیس بالحافظ۔ لیس بثقۃ۔ لیس بحجۃ وغیرہ۔

(۸) ساتویں سے کم والوں کے لئے۔ لا یحتج بہ مضطرب، منکر الحدیث وغیرہ۔

(۹) آٹھویں سے کم والوں کے لئے۔ رد حدیثہ۔ مردود الحدیث۔ لا یکتب حدیثہ وغیرہ

(۱۰) نویں سے کم والوں کے لئے۔ یسرق الحدیث، متہم بالکذب، ساقط، متروک ذاہب الحدیث وغیرہ۔

(۱۱) دسویں سے کم والوں کے لئے۔ کذاب۔ دجال۔ وضاع وغیرہ

(۱۲) گیارہویں سے کم والوں کے لئے۔ اکذب الناس۔ رکن من ارکان الکذب معدن الکذب وغیرہ۔

موضوعات

جب حدیثیں وضع ہونے لگیں تو ائمہ نے اصول روایت ودرایت کو وسعت دی۔ اور اس سختی کے ساتھ جانچ کی کہ سب کی قلعی کھل گئی نتیجہ یہ ہوا کہ وضاعوں کے نام بھی ظاہر کر دیئے ان کے قائم کردہ اصولوں نے خود وضاعوں کو اقرار وضع پر مجبور کیا۔ موضوع حدیثوں کو بھی قلم بند کر دیا جن کتابوں میں موضوع حدیثیں ہیں ان کے نام بھی بتا دیئے۔

عبدالکریم وضاع نے خود اقرار کیا کہ اس نے چالیس ہزار حدیثیں وضع کیں[1]

خلیفہ کے دربار میں ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے ایک ہزار حدیثیں وضع کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب)

---

[1] فتح المغیث [2] تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب

Marfat.com

فرقہ زنادقہ نے چودہ ہزار حدیثیں وضع کیں[1]

مہلب ابن ابی صفرہ مشہور سپہ سالار دولت امویہ نہایت متقی پرہیزگار تھے مگر خوارج کے خلاف حدیثیں وضع کرتے تھے[2]۔ ابن یحییٰ مدنی ۔ واقدی ۔ مقاتل بن سلیمان خراسانی محمد بن سعید شامی ۔ ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے[3]۔

احمد جوئباری ۔ ابن عکاشہ کرمانی ۔ ابن تمیم فریابی یہ حدیثیں وضع کرتے تھے ان کے متعلق سہل بن السری نے بیان کیا کہ ان لوگوں نے دس ہزار حدیثیں وضع کیں[4]

سلیمان بن عمرو النخعی ۔ وہب ابن وہب القاضی، حسین بن علوان، ابوالبختری ۔ اسحٰق ابن نجیح ۔ ابوداؤد نخعی ۔ ابو بشیر احمد بن محمد الفقیہ المروزی ۔ وہب بن حفص ۔ محمد بن سعید ابو سعید مدائنی ۔ محمد بن قاسم الطالقانی یہ لوگ حدیثیں بناتے تھے[5]۔

فرقہ کرامیہ (محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہے) کے لوگ ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں بناتے تھے ۔

میسرہ ابن عبد ربہ نے کہا ۔ میں نے حدیثیں اس لئے وضع کیں کہ لوگ ڈر کر زہد اختیار کریں[6] ۔

گمراہ فرقے اپنے عقائد کی تقویت کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے ان کا تفصیل کے ساتھ کتابوں میں ذکر ہے ۔

مسند انس البصری ۔ اربعون ودعائیہ ۔ کتاب القضاعی ۔ علویات ۔ کتاب العروس یہ کتابیں موضوعات سے پر ہیں ۔ (تذکرۃ الموضوعات)

وضاعوں اور مدلسوں کے نام ظاہر کرنے اور موضوعات کی کتابوں کے نام بتانے کے علاوہ محدثین نے بھی موضوعات کو جمع کر دیا ہے ۔ جیسے کتاب الموضوعات ابن جوزی ؛ موضوعات ابن عبد البر ۔ موضوعات علی قاری ۔ موضوعات شوکانی ۔

موضوعات کی شناخت کے اصول مقرر کر دیئے ہیں ۔

(۱) جو قرآن مجید کے خلاف ہو (۲) جو حدیث صحیح کے خلاف ہو ۔ (۳) جو عقل کے خلاف ہو (۴) جو مشاہدہ کے خلاف ہو (۵) جس میں رکاکت لفظی ہو اور اسی قسم کے قواعد ہیں ان کا ذکر دوسری جگہ کیا ہے ۔

موضوعات کا اثر مستحبات و اکل و شرب اور بعض معاشرتی امور طب اور مناقب و مثالب

۱ فتح المغیث ۲ تذکرہ الحفاظ تہذیب التہذیب ۳ فتح المغیث ۴ ابن خلکان ۵ تجدید المسلمین ۶ تدریب الراوی

Marfat.com

واقعات گزشتہ، واقعات آئندہ میں سے۔ ارکان و احکام میں ان کا دخل معلوم نہیں ہوتا۔

ایسے ایسے ائمۂ حدیث ہوئے ہیں کہ جن کی بصیرت کی شہرت تھی۔ اور جو اصلی و مصنوعی کی شناخت میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ موضوعات کبیر ملا علی قاری میں ہے کہ خلیفہ کے سامنے ایک وضاع پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اُس نے کہا امیر المومنین مجھے تو آپ قتل کر دیں گے مگر اُن ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے جو میں نے وضع کر کے رائج کر دی ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو عبداللہ ابن مبارک اور ابواسحاق فزاری کو بھی جانتا ہے وہ موضوعات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔

امام محمد اسحاق بن خزیمہ کا قول تھا کہ جب تک ابوحامد ابن الشرقی (المتوفی ۳۲۵ھ) زندہ ہے کوئی جھوٹی روایت نہیں کر سکتا[1]

رسول اور اطاعت

قرآن مجید میں بیس جگہ اطاعت رسول کریم کا حکم ہے، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو) اس آیت میں دونوں اطاعتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے، اگر دوسری اطاعت ضروری نہ ہوتی تو علیحدہ بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور بارہ جگہ دیگر انبیاء کی اطاعت کا ذکر ہے اور سورہ نساء میں کل انبیاء کی اطاعت کے متعلق ایک جگہ حکم ہے۔

سلاطین ہر شخص کو مخاطب نہیں کرتے نہ ہر شخص اس کا اہل ہوتا ہے کہ سلطان اس کو مخاطب کرے نہ براہ راست بادشاہ کی اطاعت ہو سکتی ہے اس لئے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ سلاطین اپنی طرف سے وزراء و عمال کو مامور کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے سلطان کی اطاعت ہوتی ہے ان کی اطاعت عین بادشاہ کی اطاعت ہے، بادشاہ فروعی معاملات کے متعلق کوئی حکم نہیں دیتا ہے اُس کے فرامین اصولی ہوتے ہیں باقی فروعات کا بار وزراء و عمال کی صوابدید پر ہوتا ہے وہی فرامین سلطانی کی تشریح کرتے ہیں۔ دنیا کا یہ نظام خدائی نظام کی نقل ہے۔ یہی صورت خدا اور رسول کی اطاعت کی ہے۔ خداوند ذوالجلال نے قرآن میں بارہا یہی فرمایا ہے کہ رسول کی اطاعت کرو کہیں رسول کی زبان سے کہلایا ہے کہ میری اطاعت کرو۔

(۱) تقوا اللہ و اطیعون اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (ہمنے رسول اسی لئے بھیجے ہیں کہ ہمارے حکم سے اُن کی اطاعت کی جائے۔ خدا کے احکام اصول ہیں رسول کے احکام اُن کی شرح ہیں۔ اسی وجہ سے حکم ہے، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں) یعنی جس طرح رسول عمل کرے اسی طرح تم عمل کرو، اور رسول کے اقوال و افعال پر نظر رکھو، انہیں کو مشعل راہ بناؤ ہمارے احکامات کی جو تفصیل باقی ہے وہ نمونے میں دیکھ لو۔

ایک فرقہ منکر حدیث ہے جو اہل القرآن مشہور ہے ان آیات کے متعلق وہ کہتا ہے کہ رسول سے مراد آیات الٰہیہ یعنی خود قرآن ہے پیغمبر مراد نہیں۔ اطاعت سے مراد موافقت ہے کیوں کہ قرآن مجید میں خدا کے سوا دوسرے کی اطاعت کو شرک قرار دیا ہے، لایشرک فی حکمہ احدا (اس کے حکم میں کسی کو شریک نہ کرو۔) امر سے مراد طرز عمل ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا واو بیانی واؤ تفسیری ہے۔

ہر مذہب کا بہترین زمانہ وہ ہوتا ہے۔ جو صاحب مذہب سے قریب ہو جیسا اُس زمانہ کے لوگ صاحب مذہب کے مقصد کو سمجھ سکتے ہیں، زمانہ بعید کے آدمی نہیں سمجھ سکتے۔ اور صاحب مذہب کے اقوال کی تشریح جو اُس کے اصحاب یا قریب زمانہ کے لوگ کرتے ہیں وہی صحیح ہوتی ہے ہندوؤں سے پوچھو بہترین زمانہ وہ تھا جو بیاس اور اُس کے شاگردوں کا تھا۔ بیاس کے اقوال کو جیسے اسکے شاگرد سمجھتے تھے دوسرا نہیں سمجھا اصحاب موسیٰ کا عمل بالکل توریت کے مطابق تھا۔ عیسائی حواریین مسیح کو انجیل کا صحیح سمجھنے والے اور مسیح کی صحیح پیروی کرنے والے بتائیں گے۔ ایک یورپین فاضل نے صحیح لکھا ہے کہ ہر مذہب کا بہترین زمانہ اس کا ابتدائی زمانہ ہے[1]

اس لئے قرآن وحدیث کا جو ترجمہ جو مطلب سلف صالحین بتا گئے ہیں وہی صحیح ہے۔ یہ کیوں کر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ تیرہ سو برس تک ان آیات کا مطلب کوئی صحیح نہ سمجھ سکا۔

آج تک سارے بزرگان دین اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا ایک ہی مطلب سمجھتے رہے کیا تیرہ صدی تک اُمت مرحومہ غلطی میں مبتلا رہی۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کو کوئی قبول نہیں کر سکتا۔

اب اگر اہل قرآن کے طریقہ پر اس کے معنی کئے جائیں تو اس چار الفاظ کی آیت میں رسول سے

[1] الواہ القرآن صفحہ ۲۷

مراد قرآن، اطاعت سے مراد موافقت، کے معنی میں مراد لی جائے گی کیا یہی شان فصاحت و بلاغت ہے کہ یہ چار لفظ تقتیس جگہ قرآن میں آئے اور کہیں اصل حقیقت نہ بیان کی جا سکی۔

اطاعت کے معنی اگر موافقت ہیں تو آیت میں دونوں جگہ ایک ہی معنے لینے چاہئیں۔ ایک ہی آیت میں ایک ہی لفظ کے دو معنی بیک وقت نہیں قبول کئے جا سکتے۔

واؤ تفسیری سے یہ مطلب ہے کہ اطیعوا اللہ کی تفسیر اطیعوا الرسول سے کی جاتی ہے یہ خیال چند وجوہ سے باطل ہے۔

واؤ تفسیری :۔ دو مرادف یا ہم مصداق لفظوں یا فقروں کے بیچ میں آتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ واضح کی تفسیر نہیں کی جاتی۔ مبہم کی تفسیر کی حاجت ہوتی ہے (اطیعوا اللہ) اللہ کی اطاعت کرو) یہ ایک صاف بات ہے اس کے سمجھنے میں کسی جاہل احمق گنوار کو بھی دقت نہیں ہو سکتی پھر اس کی تفسیر کی کیا حاجت پیش آئی۔

مبہم کی تفسیر واضح سے کی جاتی ہے (اللہ) واضح ہے سب جانتے ہیں کہ یہ خدا کا نام ہے اس کے کوئی دوسرے معنی ہی نہیں اس لئے یہ واضح ہے اس کو مبہم نہیں کہہ سکتے (رسول کے معنی کئی ہیں اس لئے یہ مبہم ہے کیا عجیب بات ہے کہ واضح کی تفسیر مبہم سے کی جاتی ہے، ایسا تو کوئی نالائق نثار اور شاعر بھی نہ کرے گا۔

اگر مبہم ہی سمجھا جائے اور تفسیر کی ضرورت ہی خیال کی جائے تو ایک دو جگہ تفسیر کرنا کافی تھا ۲۲ جگہ تفسیر کرنا یہ تو کوئی معمولی مصنف بھی نہیں کر سکتا۔

امر کے معنی طرز عمل کے صحیح نہیں سب جانتے ہیں کہ امر حکم کو کہتے ہیں اگر طرز عمل کے معنی لئے جائیں تو یہاں بھی وہی دقت پیش آتی ہے (فاتبعونی واطیعوا امری۔ میرا اتباع کرو میرا حکم مانو) فاتبعونی میں کوئی اختلاف و ابہام نہیں امری میں اختلاف و ابہام ہے لہذا واضح کی تفسیر مبہم سے ہوئی جو سراسر قواعد فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے۔

رسول سے مراد پیغمبر ہی ہے قرآن نہیں، قرآن میں کہیں رسول کا لفظ کتاب کے لئے نہیں آیا جہاں کہیں آیا ہے پیغمبر یا فرشتے کے لئے آیا ہے (یا قوم لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العلمین) حضرت نوح اپنی قوم سے کہتے ہیں۔ اے میری قوم میں گمراہ نہیں ہوں میں خدا کا پیغمبر ہوں) حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا (انی رسول من رب العلمین۔ (میں خدا کا پیغمبر ہوں۔) لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق۔ اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دیا

Marfat.com

خواب انسان دیکھتا ہے کتاب نہیں دیکھتی۔ (یاایھاالرسول بلغ ما انزل الیک اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے) کتاب پر کچھ نازل نہیں کیا جاتا۔
(کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم آیاتنا۔ ہم نے تمہیں میں سے اپنا رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے) یہاں آیت اور رسول دونوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو چیزیں ہیں۔ رسول پڑھ کر سناتا ہے، کتاب پڑھ کر نہیں سناتی (ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم، ہم نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا۔)

غرض قرآن مجید میں جہاں کہیں رسول کا لفظ آیا ہے اس سے انسان یا فرشتہ مراد ہے کتاب و آیات کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اطاعت رسول کا حکم صرف ان کی حیات تک تھا اگر یہ صحیح مانا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسالت صرف اتنے ہی عرصہ کے لئے تھی یہ جو کچھ دنیا میں انقلاب کیا گیا یہ صرف ۲۳ برس کیلئے تھا حالانکہ قرآن مجید کے احکام قیامت تک کے لئے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول۔ اگر تم میں کوئی نزاع ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔) جب رسول موجود نہیں تو خیال مذکور کے موافق یہ آیت بیکار ہو گئی یہ حکم جب ہی کارآمد ہو سکتا ہے کہ رسول سے مراد اقوال رسول ہو اگر آثار رسالت کو نہ مانا جائے یا محو کر دیا جائے تو کتاب و رسالت دونوں بیکار ہیں۔

تاریخ اور حدیث

تاریخ کا مبدء اول تو وہ قصص و حکایات ہیں جو نامعلوم زمانے سے زبانی بیان ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ ہر جگہ ہر زبان میں ان کے واقعات جداگانہ ہیں، پیدائش عالم کے بارے میں ہندوستان میں اور ہی حکایتیں ہیں، ایران میں ان کے خلاف ہیں، چین والے ان دونوں سے علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر سینولبس صاحب، تاریخ ملل قدیم میں قصداً وسہواً بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ ان قصص و حکایات کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ راوی اول کون ہے۔ اور راویوں کے کیا حالات ہیں وہ نیک لوگ تھے یا بد تھے، راست گو تھے یا دروغگو قوی الحافظہ تھے یا ضعیف الحفظ۔ ان قصص کے بیان کرنے میں اُن کی کوئی ذاتی غرض تو نہ تھی مروی عنہ کی راوی

سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں ۔ مروی عنہ نے راوی کے الفاظ یا مفہوم کو محفوظ رکھا یا نہیں ۔

مبداء ثانی آثار ہیں ۔ یعنی کہیں سے پرانے برتن ملے ۔ کہیں سے ٹوٹے ہوئے ہتھیار دستیاب ہوئے، کہیں کھنڈرات نکلے، کہیں کوئی کتبہ ملا کہیں سے زیور وغیرہ ہاتھ لگا ۔ ان تمام چیزوں پر نظر کر کے قرائن وقیاس سے رائے قائم کی گئی کہ یہ سامان فلاں قوم کا ہوگا اور اس کے ایسے ایسے حالات ہوں گے ۔

چوں کہ سرتاپا زبانی گپوں اور دور دراز قیاسات پر مدار ہے اس لئے مورخین کے بیانات متزلزل ہوتے ہیں اور ان کے نظریے بدلتے رہتے ہیں ۔

حدیث کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ اس کا موضوع ذات پاک سرور کائنات ہے ۔ آپ کے حالات قبل از ولادت سے بعد وفات تک کلی وجزوی طور پر ہزاروں مجلدات میں مذکور ہیں جن کو ثقہ وعادل راوی روایت کرتے چلے آئے ہیں اور ان کی جانچ اس سختی سے کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ سختی قدرت انسانی سے باہر ہے، حضور کے افعال واقوال کو بیان کرنے والے راست گو صالح الاعمال لوگ تھے ۔ راوی و مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہے ، ان تمام راویوں کے تمام حالات کتابوں میں مذکور ہیں ۔ جن کو محتاط مصنفین نے تجسس وتلاش اور تحقیق وتفتیش کے بعد لکھا ہے ۔

علم حدیث کی تدوین وترتیب وتحفظ کے لئے سو کے قریب فنون ایجاد ہوئے اور ہر فن پر کثیر التعداد مستقل تصانیف ہیں اور ان تصانیف کا سلسلہ چودہ صدیوں سے برابر قائم ہے حدیث کی روایت بجز راست گو، صحیح العقیدہ، صالح، ذی علم، ذی الحافظہ، صحیح الدماغ شخص کے قبول نہیں کی جاتی ۔

اگر کسی شخص نے عمر بھر ایک دفعہ جھوٹ بولا اور اس نے توبہ کر لی تو مطابق قانون شریعت اس کی شہادت قبول کی جائے گی لیکن مطابق ضوابط علم حدیث اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی دروغگو کیا متہم بالکذب کی روایت بھی مقبول نہیں ۔

جب تک راوی اول سے آخر راوی تک کے حالات مع نام ونسب واخلاق وعادات معلوم نہ ہوں اس وقت تک روایت نہیں لی جاتی ۔ اس لئے اس وقت تک جو لوگ حدیث بیان کرتے آئے ہیں ان میں سب اپنے شیوخ کے حالات وسند بیان کرتے چلے آئے ہیں ۔ اور شیوخ کے حالات بعد تحقیق منضبط تحریر میں آتے رہے ہیں ۔

Marfat.com

کتاب مفصل

قرآن مجید میں قرآن کے متعلق ارشاد ہے۔ تفصیلاً لکل شیٔ (اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے) تبیاناً لکل شیٔ (اس میں ہر چیز کا بیان ہے) ان آیات سے اہل القرآن کو یہ شبہ ہو گیا ہے کہ جب قرآن کتاب مفصل ہے۔ تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے، ضرورت حدیث کے متعلق ایک علیحدہ مضمون شامل کتاب ہے، تفصیل کل شیٔ اور تبیان کل شیٔ کا یہ مطلب ہے کہ حصہ ایمانیات، توحید رسالت سزا، جزا، حشر و نشر کا مفصل حال مذکور ہے باقی معاملات وغیرہ کے متعلق ہر قسم کے اصول ہیں، یہی مطلب بزرگان سلف سے منقول ہے اور اسی کو عقل قبول کرتی رہی۔

الواح موسیٰ کے متعلق بھی جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی، تفصیلاً لکل شیٔ آیا ہے، کیا کوئی کہہ سکتا اور باور کر سکتا ہے کہ دس تختیوں میں تمام دنیا کے جزئیات و فروعات کا بیان ہوگا۔ وکتبنا له فی الالواح من کل شیٔ موعظة وتفصیلاً لکل شیٔ (ہم نے لوحوں میں ہر قسم کی نصیحتیں اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی) یہ تختیاں سات یا دس تھیں[1] ان لوحوں کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ ان میں احکام عشرہ تھے[2] کیا ان دس احکام میں دنیا کی تمام ضروریات اور جزئیات مذکور تھیں۔ یا سما سکتی تھیں! پھر تفصیلاً لکل شیٔ سے سوائے اس کے کیا مطلب ہے کہ حصہ ایمانیات مکمل مذکور تھا۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی کہ اس میں تمام جزئیات محصور ہوں۔ جزئیات لا محدود ہیں انسان کو نئی نئی حاجتیں پیش آتی ہیں ایسی بہت سی جزئیات ہوں گی جو وجود میں نہیں آئیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ قرآن موجود، حدیث کی سینکڑوں جلدیں موجود تفسیر و فقہ کی صدہا جلدیں موجود۔ لیکن ان سب میں مل کر بھی جزئیات محصور نہیں۔ ان چودہ صدیوں میں اگر صرف ان مسائل کو جمع کیا جائے جو وضو غسل و طہارت کے لئے پیش آئے ہیں تو قرآن مجید سے کم ضخیم جلد تیار نہ ہو۔

کوئی نہیں بتا سکتا نہیں دکھا سکتا کہ کتے بلی بھنگ کی حرمت قرآن مجید کی کس آیت میں ہے زکوٰۃ کی تفصیل کہاں ہے حج کے تفصیلی احکام، نماز کی تعداد رکعات و اوقات وغیرہ کہاں ہیں بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کہاں مذکور ہے قاتل کا مقتول کے مال سے محروم ہونا کس آیت میں ہے۔

فرقہ اہل قرآن کے امام الطریقہ شیخ عبد اللہ چکڑالوی نے لکھا ہے کہ قرآن میں ہر بات مفصل مذکور ہے

[1] جلالین شریف در بیان آیت مذکورہ [2] استثنا باب ۲۵

Marfat.com

اور نماز کتاب اللہ کی تعلیم سے مشرح ہے[۱] لیکن اپنی نماز کی جس کو وہ صلوٰۃ القرآن کہتے ہیں جو ترکیب لکھی ہے اس کو قرآن سے ثابت نہ کر سکے اُن کی نماز میں بجائے تسبیحات کے آیات قرانیہ ہیں تکبیر اولی کی جگہ وان اللہ ھو العلی الکبیر، ثنا یعنی سبحانک کی جگہ انی وجہت وجھی للذی الخ پڑھتے ہیں اسی طرح ہر موقع پہ آیات کا تعین کس آیت کے حکم سے ہے ۔ شیخ چکڑالوی اذان کے منکر تھے اس کو کفر و شرک سمجھتے تھے ۔ لیکن اُن کے خلیفہ شیخ حشمت علی نے چند آیات قرآنی ربنا اننا سمعنا منادیا وغیرہ جمع کر کے ایک اذان بنالی ۔ لیکن نہیں بتا سکتے کہ یہ تعین کس آیت کے حکم سے ہوتی ہے باوجودیکہ اُن کے نزدیک قرآن میں سب چیزوں کی تفصیل کی ہے لیکن پھر ان میں تعجب خیز اختلاف ہے ۔ شیخ چکڑالوی کو قرآن سے پانچ وقت کی نماز ثابت ہوئی اُن کے شاگردوں کو دو وقت کی نظر آئی ، شیخ کو تعداد رکعات دو تین چار ثابت ہوئیں مریدوں کو صرف دو ثابت ہوئیں یہ کیسی کتاب مفصل ہے کہ پیر و مرشد میں فیصلہ نہ کر سکی باوجود اس دعوے کے کہ قرآن مفصل ہے شیخ چکڑالوی جب خود ترجمہ کرنے بیٹھے تو صرف فقرہ اقیموا الصلوٰۃ کی تشریح کے لئے اُن کو چار سو صفحات کی ایک کتاب لکھنی پڑی ۔ ایک فقرہ کے سمجھانے کے لئے مجلد کتاب برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن کی ضرورت ہوئی اگر ان احادیث کو جمع کیا جائے جو نماز کے متعلق ہیں تو اس سے نصف ضخامت کی کتاب بھی مرتب نہ ہو ۔ غرض تفصیل و تبیان کا یہ مطلب ہے کہ ایمانیات کا حصہ مکمل اصول ہیں ۔ چودہ صدیوں سے اُمت نے یہی مطلب سمجھا ہے ۔

منکرین حدیث کے اعتراضات اور اُن کے جوابات

جہاں تک غور کیا گیا ہے منکرین حدیث کے خاص خاص اعتراضات یہ ہیں (بارہ) ۔

(۱) حدیث کی روایات عہد خلفائے راشدین میں ممنوع تھی ، عہد عباسیہ سے سلسلہ روایت شروع ہوا ۔ ان میں اکثر بادشاہوں کی سیاسی اغراض کا دخل ہے ۔

(۲) حدیث کا لکھنا اور اس پر تالیفات کرنا دوسری صدی کے بعد شروع ہوا ۔

(۳) بعض حدیثوں سے رسول کریم اور اسلام پر اعتراضات قائم ہوتے ہیں ۔

(۴) بعض حدیثوں سے نزول وحی حسب خواہش رسول ثابت ہوتا ہے ۔

(۵) بعض حدیثوں سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے ۔

(۶) اگر حدیثیں خدا اور رسول کے نزدیک واجب العمل ہوتیں تو ان کی حفاظت کا سامان بھی

[۱] برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن

مثل قرآن کے ہوتا۔

(۷) بعض مسائل کے متعلق مختلف حدیثیں ہیں۔

(۸) قرآن مجید کے متعلق خود قرآن میں ارشاد ہے (تفصیلاً لکل شئ وتبیاناً لکل شئ) پھر حدیثوں کی کیا ضرورت ہے۔

(۹) حدیث کو زیادہ سے زیادہ مثل علم تاریخ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱۰) بجز متواتر روایات کے جو بہت قلیل ہیں اکثر احادیث اخبار آحاد ہیں۔ اخبار آحاد سے علم ویقین حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے، ظن پر مذہب کا مدار رکھنا عقل ودانش کے خلاف ہے۔

(۱۱) رسول کریم سے بعض امور میں سہو ونسیان ثابت ہے، وحی الٰہی میں سہو ونسیان کا دخل نہیں مانا جاسکتا۔

(۱۲) قرآن کریم کامل کتاب ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں حدیث کو ماننا گویا قرآن کو محتاج قرار دینا ہے

جوابات

(۱) گذشتہ مضامین میں ثابت ہو چکا ہے کہ روایت حدیث عہد رسالت سے جاری تھی۔ حضور نے اور خلیفہ اوّل ودوم نے کثرت روایت کو منع کیا ہے اور غیر احکامی حدیثوں پر روک ٹوک کی یہ دونوں خلفاء خود حدیث کے بڑے راویوں میں سے ہیں۔

اگر یہ مانا جائے کہ حدیث کی روایت اور حدیث پر عمل عہد عباسیہ سے شروع ہوا اور اس سے پہلے حدیث کوئی چیز نہ تھی تو لازم آتا ہے کہ رسول کریم کے بعد تمام اُمت مرحومہ گمراہ ہوگئی تھی اور دنیا میں ایک بھی مسلمان نہ رہا تھا، ایسی ناکامیاب نبوت تو انبیا ء سابقین میں سے بھی کسی کی نہیں ہوئی۔ ختم المرسلین کی نبوت ختم ہوگئی اور ختم المرسلین سے زیادہ کامیاب وہی شخص رہا جس نے اُمت مرحومہ کو حکم خدا ورسول کے خلاف اتباع حدیث پر قائم کر دیا اس کامیابی کی دلیل دنیا کے کسی ملک، کسی قوم، کسی مذہب میں نہیں مل سکتی کہ عرب سے چین تک سب ایک خیال پر قائم ہوگئے، نہ اس کامیاب لیڈر کا کسی کو نام معلوم، نہ صفحات تاریخ میں اس انقلاب عظیم کا ذکر کہ ایک بوند بھی خون کی نہ گری اور ساری دنیا کے مسلمان ایک امر پر متفق ہوگئے ایک بھی صراط مستقیم پر قائم نہ رہا۔ ہر مذہب میں ہر ملک میں ہر قوم میں جو جو تغیرات ہوئے ہیں، بالخصوص اسلام میں اُن کا ذرا ذرا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے، مگر اس انقلاب عظیم کا ذکر نہیں

Marfat.com

وہ کون سی عظیم الشان ہستی تھی۔ جس نے اصل مذہب کو اس طرح مٹا دیا کہ اس کا نشان صفحات تاریخ پر بھی نہ چھوڑا، اور یہ انقلاب کس زمانے میں ہوا، خلفائے عباسیہ نے مسئلہ خلق قرآن رائج کرنا چاہا۔ ہر قسم کے جبر و ظلم کئے مگر یہ عقیدہ تسلیم نہ کرا سکے۔ بنی امیہ نے سب کچھ کیا مگر یزید کے گلے سے طوق لعنت نہ نکال سکے۔ نادر شاہ نے کوشش کی کہ صرف حنفی شافعی حنبلی مالکی مذاہب کے لوگوں کو ایک امر پر متفق کر دے مگر نہ کر سکا یہ ایسا انقلاب کہ جس کا نشان بطور آثار قدیمہ بھی باقی نہ رہا۔ کتابوں میں بھی تذکرہ نہ رہا۔ کس نے کرایا، کب کرایا، کیوں کرایا، اگر درحقیقت یہ انقلاب کرایا گیا ہے تو یہ معجزہ ہے اور تمام انبیاء کے معجزوں سے بڑھ کر ہے خاتم النبیین سے بلند مرتبہ کون ہے جس نے ان کے کام کو ایک معجزے کے طور پر لوٹ دیا اُن سے بڑا ہستی تو جناب باری سبحانہ کی ہے، پس یہ انقلاب انہوں نے ہی کرایا ہے اُن کے سوا اور کسی سے اس طرح ممکن ہی نہیں اور جب انہوں نے کرایا ہے تو حق ہے اس اعتراض کے باقی حصہ کے متعلق علیحدہ مضمون شامل ہے۔

(۲) اس اعتراض کا جواب سابقہ مضامین میں آگیا ہے۔

(۳) کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں جس سے حضور علیہ السلام یا اسلام پر کوئی معقول اعتراض ہو سکتا ہو، اگر کوئی غیر صحیح حدیث ایسی ہے تو اس کی ذمہ داری اہل حدیث و محدثین پر نہیں کیونکہ جو چیز اُن کے اصول روایت و درایت کے اعتبار سے درجہ سے گر گئی وہ اُن پر حجت نہیں۔ باقی معترض اور اعتراضات کا روکنا کسی کے بس کی بات نہیں بد دیانت نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جیسے متبرک و صاف جملے پر بھی اعتراضات کئے ہیں ایسے معترضوں اور اعتراضوں کی طرف متوجہ ہونا اہل حق و اہل علم کا کام نہیں قرآن مجید میں قصہ افک ہے، ام المؤمنین حضرت زینب کے نکاح کا ذکر ہے، مخالفین حق نے ان واقعات پر کثرت سے اعتراض کئے ہیں۔ منکرین حدیث جو جواب ان آیات کے لئے تجویز کریں وہی حدیث کے لئے سمجھ لیں۔

(۴) اگر وحی کا نزول موافق منشاء حضور ہوا تو اس میں کیا حرج ہے اور کیا اعتراض ہے خود قرآن مجید کی بعض آیات سے نزول وحی حسب خواہش رسول اکرم ثابت ہے حضور دل سے چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، آپ کی یہ آرزو پوری کی گئی۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْ

Marfat.com

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (کہ ہم دیکھتے ہیں پھرجانا تیرا منہ آسمان میں سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد حرام کی۱؎)

رسول کریم کے مکان میں صحابہ کھانا کھانے آئے کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے آپ کو یہ امر گراں تھا لیکن آپ کہتے ہوئے شرماتے تھے اس پر وحی نازل ہوئی۔ ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق (تمہاری اس بات سے نبی کو تکلیف تھی اور وہ تم سے شرماتا تھا۔ اللہ حق کی بات بتانے میں شرم نہیں کرتا)

حضرت زید صحابی نے اپنی بیوی حضرت زینب کو طلاق دے دی۔ رسول کریم کا ارادہ ہوا کہ وہ زینب سے نکاح کرلیں لیکن یہ دستور عرب کے خلاف تھا۔ اس لئے آپ اس خیال کو ظاہر نہ کرتے تھے مگر چاہتے تھے اس پر وحی نازل ہوئی وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس (تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جس کو ظاہر کرنا چاہتا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا) غرض مامور کے منشا کے موافق احکام کو نافذ ہونا کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔ رسول اللہ تو مامور من اللہ تھے قرآن مجید کی بعض آیتیں صحابہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں، علوم قرآن کے متعلق موافقات صحابہ ایک مستقل فن ہے اور اس پر بہت سی تصانیف ہیں ع اسے باغبان بسنت کی تجھ کو خبر بھی ہے۔

(۵) حدیثیں ہر قسم کی ہیں موضوع بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں، صحیح بھی ہیں ان کے رد و قبول کا مدار ان کے درجہ پر ہے، کانٹوں کے خوف سے پھولوں کو نہیں چھوڑا جاسکتا، صحیح حدیث کوئی ایسی نہیں جس سے قرآن پاک کے خلاف کوئی اعتراض ثابت ہو۔

(۶) اصل شریعت قرآن مجید ہے جب وہ محفوظ ہے تو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اس کی شرح کا اسی طرح محفوظ رکھنا ضروری نہیں، عالم الغیب جانتا تھا کہ اس کے ایسے بھی بندے ہوں گے جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرکے دکھا دیں گے، علم الحدیث کی تاریخ پر نظر کرنے سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے، قرآن ایک مشخص ومعین کتاب ہے اس کے ہر لفظ کی حفاظت ہوسکتی ہے اور ہوئی بھی ہے، حدیث حضرت کے خواب وخور، سفر وحضر، خلوت وجلوت کے حالات کا مجموعہ ہے اس کی وسعت لفظ لفظ کو محفوظ رکھنے میں مزاحم ہوتی ہے، قرآن کلام الٰہی ہے جس کا لفظ لفظ حکمت ہے، ایک حرف کے بدلنے سے کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے، کسی کے امکان میں نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ ہٹا کر اس موقع کے لحاظ سے اس مفہوم کے موافق دوسرا لفظ رکھ دے حدیث

۱؎ سورہ بقرہ پ۲ رکوع پہلا

Marfat.com

میں ہم معنی لفظ آنے سے بہت کم مفہوم بدلتا ہے، قرآن کی طرح حفاظت حدیث کا سوال کوئی قرآن پر ایمان رکھنے والا کوئی اہل کتاب نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ وحی متلو توریت زبور انجیل کی حفاظت بھی خدا نے مثل قرآن کے نہیں کرائی - پھر وحی غیر متلو کے لئے اس قسم کا اہتمام کیوں کیا جاتا۔

خدا اور رسول کے کلام کا فرق بھی اس حفاظت کے سوال کو حل کرتا ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو حدیث کی حفاظت اگرچہ قرآن کی طرح نہیں ہوئی مگر ایسے بےنظیر طریق پر ہوئی ہے جو ایک معجزہ ہے۔

رسول کریم کے عہد میں قرآن کے حفاظ تھے، سارا قرآن سب کو یاد نہ تھا، بعض ایک ایک دو دو سورتوں کے حافظ تھے، حدیث کے حفاظ بھی تھے، ابوہریرہ ایک ثلث شب حفظ حدیث میں صرف کرتے تھے۔ اُن سے (۵۳۷۴) حدیثیں مروی ہیں، تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے ان میں سے نصف ان کی روایات ہیں۔

سمرہ بن جندب حدیثیں حفظ کرتے تھے، جس طرح تھوڑا بہت قرآن بہت سے صحابہ کو حفظ تھا اسی طرح تھوڑی بہت حدیثیں بھی سبھی کو یاد تھیں۔

اُن اصحاب کی تعداد گیارہ ہزار ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اقوال و احوال رسول کریم کو اُمت تک پہونچایا ہے، ہاں تمام حدیثوں کا کوئی ایک حافظ نہ تھا۔

جس طرح قرآن کی مختلف سورتیں مختلف اصحاب کے پاس لکھی ہوئی تھیں اسی طرح حدیثیں بھی اصحاب کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ جس طرح ابوبکر و عمر نے قرآنی آیتوں کو شہادت سے کر قبول کیا اسی طرح حدیثوں کو قبول کیا۔

جس جرأت و ہمت و صداقت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے حدیثوں کو آنے والی نسلوں تک پہونچایا ہے۔ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ حدیث کی حفاظت و تدوین کے لئے سو کے قریب فنون ایجاد ہوئے، لق و دق میدان بحر و بر، کوہ و صحرا چھان مارے ایک ایک حدیث کے لئے بے آب و گیاہ میدانوں میں مہینوں کا سفر کیا، حدیث کی جانچ کے لئے ایسے سخت اور معقول شرائط قائم کئے کہ جس سے زیادہ عقول بشری تجویز نہیں کر سکیں، راویوں کے اقسام اور حدیث کی کتابوں کے طبقات سب قائم کر دیئے موضوعات اور وضاعوں کو نام بنام گنا دیا اگر کسی شخص کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے اور وہ توبہ کر لے تو اس کی شہادت تو قبول ہے لیکن حدیث قبول نہیں

Marfat.com

جھوٹ بولنا تو ایک طرف متہم بالکذب کی حدیث بھی قبول نہیں کی جاتی۔ امام بخاری نے ایک ادنیٰ شبہ پر ایک شخص سے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔ راویوں کے حالات کو اس طرح کھول دیا ہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی جس روایت میں علی بن مدینی یحییٰ بن معین، عبداللہ بن مبارک ہوں گے وہ اعلیٰ درجہ کی ہوگی جس روایت میں محمد بن اسحٰق ہوں گے وہ ضعیف ہوگی جس روایت میں ابن عکاشہ کرمانی ہوگا وہ موضوع ہوگی۔

سب سے بہتر بخاری کی حدیثیں ہیں پھر مسلم کی، اس کے بعد دیگر کتب صحاح کی' ان کے بعد اور حدیث کی کتابوں کی درجہ بدرجہ' اس کی تفصیل گذر چکی ہے' اسی طرح موضوعات کی تفصیل لکھی جا چکی ہے۔

حدیث کے حفاظ بھی کثیر تعداد میں ہوئے ہیں' تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں اُن کا مفصل ذکر ہے۔

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ، حافظ ابوزرعہ کو سات لاکھ، یحییٰ بن معین کو دس لاکھ امام مسلم کو تین لاکھ' امام داؤد کو پانچ لاکھ، حافظ ابوبکر کو ایک لاکھ، حافظ ابوالعباس کو تین' لاکھ سے زائد، اسحاق ابن راہویہ کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں یہ ہم نے دو چار حضرات کی تفصیل لکھدی ہے' باقی اور بہت سے حفاظ حدیث کا اس کتاب میں ذکر ہوگا۔

(۷) یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات وعبادات وسنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور نہ یہ پابندی ممکن تھی۔ ائمہ نے انہیں زمانہ کے اقوال وافعال کو حجت گردانا ہے ایک مسئلہ پر متعدد روایات کا ہونا مضر نہیں مفید ہے' کہ ایک حکم پر عمل کرنے کی چند صورتیں پیدا ہوگئیں اگر یہ روایتیں نہ ہوتیں تو تکلیف کا باعث ہوتا۔

(۸) اس کے متعلق علیحدہ مضمون شامل ہے۔

(۹) حدیث وتاریخ کے متعلق علیحدہ مضمون شامل ہے' حدیث وتاریخ میں یہ فرق ہے کہ علم حدیث ایک صحیح علم ہے، علم تاریخ مشتبہ علم ہے ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

(۱۰) بعض سے معاملات عدالتوں میں اخبار آحاد سے پیش ہوتے ہیں اور تسلیم کئے جاتے ہیں، اگر جج ہر شاہد کو جھوٹا سمجھے اور ہر شہادت کی تلاش حد تواتر تک کرے تو دنیا کے کام درہم برہم ہو جائیں۔ ہر شخص صرف خبر واحد یعنی اپنی ماں کے بیان سے اس امر پر یقین کرتا ہے کہ وہ فلاں شخص کی اولاد

Marfat.com

اکثر خبر واحد کو قوی قرینہ کی بنا پر ترجیح دینی پڑتی ہے، قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ہم کو صرف خبر واحد سے معلوم ہوا، رسول کریم کی صدق و راست بازی پر نظر کر کے تصدیق کو تکذیب پر ترجیح دی گئی، یہی حالت احادیث میں ہے۔

وہ شہادتیں جن کی بنا پر قرآن ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے، اُن پر یقین ظن ہی سے حاصل ہوتا ہے، مشاہدہ عینی و تجربہ حسی کے سوا دنیا میں کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جو مفید تیقن ہو سکتا ہے، تواتر کو بھی محض اس قیاس کی بنا پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمیوں کا جھوٹ پر متفق ہو جانا مستبعد ہے۔

یہ خیال بھی غلط ہے کہ متواتر حدیثیں کم ہیں، کتب احادیث جو علمائے عصر میں متداول ہیں اُن کا انتساب جس مصنف کی طرف کیا جاتا ہے وہ ایک یقینی امر ہے پس یہ مصنفین اگر انہیں کتابوں میں متفق ہوں کہ ایک حدیث کو اس قدر رواۃ سے روایت کریں کہ عادتاً اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا یا اتفاقاً اُن سے جھوٹ کا سرزد ہونا ممکن نہ ہو تو لاریب وہ حدیث متواتر ہوگی اور ضرور اس کا انتساب قائل کی طرف بطور علم یقینی کے ہوگا۔ ایسی حدیثیں کتب حدیث میں کثرت سے ہیں۔

(۱۱) وحی متلو اور وحی غیر متلو دونوں کا تعلق مسائل سے ہے نہ تمام دنیوی امور سے رسول کریم سے کسی مسئلہ کے تعلیم یا بیان میں سہو و نسیان کا ہونا ثابت نہیں بعض معمولی دنیوی امور میں دو ایک دفعہ ایسا ہوا ہے جیسے ایک خواب کی تعبیر میں آپ کو غلطی لگی مسائل میں کوئی غلطی نہیں ہوئی وحی کی دونوں قسموں کا تعلق زیادہ تر مسائل و تعلیم سے ہے،

(۱۲) یہ ایک مبالغہ ہے قرآن مجید مکمل کتاب ہے، اس کو کسی چیز کی احتیاج نہیں، لیکن ہم کو اس کے سمجھنے کے لئے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً زبان عرب، لغت، صرف نحو وغیرہ وغیرہ بغیر ان علوم میں دستگاہ پیدا کئے قرآن کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے اسی طرح اس کے اصل منشا کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں اس مقدس ذات کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے جس نے منجانب اللہ اس کلام پاک کو پیش کیا ہے کیوں کہ اس سے بہتر کوئی منشا کا سمجھنے والا نہیں ہوسکتا۔ اور ہمارا علم و فہم و فراست باہم متفاوت ہے اس لئے ہم کو درمیان میں ایک حکم کی ضرورت ہے۔

اس اعتراض کی بنا پر کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خدا قادر مطلق نہیں کیونکہ گروہ قادر ہوتا تو ان

ہیں سے ہر ایک کو اپنے احکام سے آگاہ کر دیتا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف سے جو کچھ انسان کو عطا ہوا ہے وہ ایک ضابطہ اور قانون کے تحت ہی ہے، خدا نے جبریل کے واسطے سے قرآن رسول تک پہونچایا۔ رسول نے بندوں کو پہونچایا چونکہ بندوں کی تعداد بہت تھی اور فہم و فراست میں متفاوت تھے اس لئے ان اصول کی تشریح کر کے سمجھا دیا۔

باوجود تفصیلاً لکل شیٔ پر اصرار کرکے شیخ عبداللہ چکڑالوی نے قرآن مجید میں مجاز و کنایہ بہت ہی تسلیم کیا ہے، اس صورت میں اور زیادہ حدیث کی ضرورت ہے کہ مجاز و کنایہ کی تشریح وہی شخص کرے جو اس کا لانے والا ہے، قرآن مجید میں کئی جگہ ارشاد ہے هو الذی انزل علیك الكتب منه ايت محكمت هن ام الكتب واخر متشابهت اللہ نے کتاب اتاری جس میں کچھ آیات محکم ہیں اور کچھ متشابہات ہیں) محکم یعنی واضح المعنی، صریح الدلالۃ، متشابہات جن کے معنی واضح نہیں اس لئے ان کے تفصیل و تشریح کی ضرورت ہے واضح المعنی آیات کے متعلق فرما دیا ہے کہ وہ اصول ہیں ام الکتاب ہیں یعنی اصول کو واضح کر کے بیان کر دیا، متشابہات یعنی فروع کی توضیح نہیں کی، اس کی توضیح اس شخص پر چھوڑ دی جو کتاب کو پیش کر رہا ہے، فروع کی توضیح کی صورت میں کتاب حد تحمل بشری سے بڑھ جاتی۔

خلفاء و حکام نے وضع و تدلیس کو روکا

خلیفہ مہدی عباسی (المتوفی ۱۶۹ھ) کو کبوتر اڑانے کا شوق تھا۔ ایک دن خلیفہ کبوتر اڑا رہا تھا، غیاث بن ابراہیم آیا۔ اس نے کہا ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے (لا سبق الا فی نصل او خف او حافر او جناح (گھوڑوں اونٹوں کبوتروں کے سوا اور کسی چیز میں دوڑ جائز نہیں) حدیث میں کبوتر کا نام نہ تھا۔ یہ اس نے خلیفہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی طرف سے بڑھایا، خلیفہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ اس نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے اور حکم دیا کہ تمام کبوتر ذبح کر دیئے جائیں[1]

مقاتل بن سلیمان نے خلیفہ مہدی سے کہا میں تمہارے لئے حدیثیں وضع کروں خلیفہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں[2]

خلیفہ ہارون رشید المتوفی ۱۹۳ھ کے حضور میں ایک شخص پیش کیا گیا کہ یہ حدیثیں وضع

[1] تاریخ الخلفاء [2] تدریب الراوی

کرتا ہے خلیفہ نے اُس کو قتل کا حکم دیا اس نے کہا امیر المومنین مجھ کو آپ قتل کر دیں گے مگر ان چار ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے جو میں نے رسول کریم کی طرف منسوب کر کے مشہور کر دی ہیں خلیفہ نے کہا تو عبداللہ بن مبارک اور ابو اسحٰق فزاری کو بھی جانتا ہے وہ موضوعات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے[1]

ایک شخص نے مکہ میں ایک موضوع حدیث بیان کی، ابن حبان محدث نے اس کو ٹوکا اور کہا بادشاہ کو اطلاع کی جائے گی۔ اُس نے فوراً توبہ کی[2]

ابن ابی العوجاء عبدالکریم ظاہراً ایک متقی شخص تھا اور بڑا دولت مند تھا، محمد بن سلیمان ابن علی گورنر کوفہ کو معلوم ہوا کہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے اس لئے اس کو گرفتار کر لیا اس کی ظاہری پرہیزگاری اور دولت مندی کی وجہ سے لوگوں نے اُس کی سفارش کی لیکن گورنر نے ایک نہ سُنی پھر گورنر کو ایک لاکھ رشوت دینی چاہی اس نے اس کو بھی رد کر دیا اس کے بعد عبدالکریم نے بعض عہدیداروں سے ساز باز کر کے خلیفہ سے حکم التواء جاری کرایا مگر گورنر نے کچھ پرواہ نہ کی اور اُس کو قتل کرا دیا اس نے بوقت قتل اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں[3]

سلطنت کا اثر علم حدیث پر

خلفائے راشدین کی طرف تو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے حدیثیں وضع کرائی ہوں گی یا وضع حدیث سے خوش ہوئے ہوں گے پہلے دو حضرات   تو روایت کے معاملہ میں سخت تھے آخر کے دونوں حضرات نے بربنائے ضرورت و مصلحت اس روک ٹوک کو اٹھا یا تھا، امیر معاویہ بھی اس معاملہ میں سخت تھے انہوں نے حکم دیا تھا کہ حضرت عمر کے عہد کی حدیثوں کو لکھا جائے[4]

یزید علیہ ما علیہ خیر و صلاح سے بے بہرہ تھا اس کا اس طرف کسی طرح بھی توجہ کرنا کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا، مروان نے حضرت زید بن ثابت کی حدیثیں لکھائیں۔ (مسند دارمی)

بنی امیہ حضرت علی کے مخالف تھے اگر محدثین نے بنی امیہ کے سیاسی اغراض کا لحاظ کیا ہوتا تو حدیث کی کتابوں میں حضرت علی کے مثالب اور امیر معاویہ کے مناقب بھرے ہوئے تھے، اور خلفائے عباسیہ بنی امیہ کے مثالب اور حضرت عباس کے مناقب میں ہزاروں حدیثیں وضع کرا دیتے۔

حدیث کا ذخیرہ اس قسم کی روایات سے خالی ہے اگر شاذ و نادر کوئی روایت ہے تو اس کو محدثین نے موضوعات و ضعاف وغیرہ میں شامل کیا ہے۔

اسی طرح سادات، فاطمیین و علویین کے مناقب و استحقاق میں حدیثیں ہوتیں بعض خلفائے

[1] موضوعات کبیر ملا علی قاری [2] میزان الاعتدال [3] طبری جلد نہم وابن الاثیر [4] مسلم

Marfat.com

درپردہ ضرور اس قسم کی خواہش کی مگر محدثین نے سختی سے ان کی خواہش کو رد کر دیا واقعہ افک کے متعلق قرآن مجید میں ہے (والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم) جس نے اس الزام میں بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے دردناک عذاب ہے) بعض خلفائے بنی امیہ کا منشا تھا کہ اس میں حضرت علی کو شامل کریں، ایک مرتبہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے امام زہری سے سوال کیا کہ آپ کو یہ روایت پہونچی ہے کہ واقعہ افک میں علی بھی شریک تھے؟ انہوں نے کہا نہیں، تمہاری ہی قوم کے دو آدمیوں یعنی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن و ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے مجھ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے اُن سے فرمایا کہ علی اس الزام سے بری تھے[۱]

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے سلیمان بن یسار سے کہا (والذی تولی کبرہ) کون ہے انہوں نے کہا عبداللہ بن اُبی۔ خلیفہ نے کہا جھوٹ کہتے ہو علی ہیں پھر امام زہری آئے اُن سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ خلیفہ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو امام نے اس پر خلیفہ کو سخت جواب دیا، خلیفہ نے ہنس کر کہا ہم نے اس بڈھے کو غصہ دلا دیا[۲]

اگر رواۃ حدیث خلفاء کے تقرب وخوشنودی کے طالب ہوتے تو اہل بیت سے روایت نہ کرتے حالاں کہ سلسلہ اسناد میں امام نسائی کے نزدیک جو چار سلسلے سب سے اعلیٰ ہیں، ان میں ایک سلسلہ وہ ہے جس میں اہل بیت کے سوا کوئی نہیں (الزھری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ[۳])

امام زین العابدین کی روایت جو امام حسین یا حضرت علی سے ہو اصح الاسانید کہلاتی ہے امام اعمش کو خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے خط لکھا کہ آپ حضرت عثمان کے مناقب اور حضرت علی کے معایب لکھکر بھیج دیں امام نے وہ خط بکری کے آگے ڈال دیا، بکری چبا گئی اور قاصد سے کہا خلیفہ سے کہہ دینا کہ یہی تمہارا جواب ہے قاصد نے عاجزی سے کہا عاجزی سے کہا کہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ اگر تو اس کا جواب نہ لایا تو قتل کر دوں گا، جب اس نے بہت کچھ کہا تو امام نے جواب میں لکھا کہ اگر عثمان میں تمام دنیا کی خوبیاں ہوں تو وہ تیرے لئے مفید نہیں علی میں تمام دنیا کی برائیاں ہوں تو تیرے لئے مضر نہیں حرف اپنی ذات کا خیال رکھ[۴]

مشہور ظالم وخونخوار حجاج بن یوسف نے کہا کہ امام حسین رسول کریم کی ذریت میں شامل نہ تھے یحیی بن معمر محدث موجود تھے، انہوں نے کہا اے امیر تو جھوٹ کہتا ہے حجاج نے کہا قرآن سے ثابت

[۱] بخاری شریف [۲] تہذیب التہذیب [۳] تہذیب [۴] ابن خلکان

Marfat.com

کرو ورنہ قتل کر دوں گا انہوں نے یہ آیت پڑھی (ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب و یوسف وموسیٰ وہارون وکذلک نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس اسی کی نسل سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون ہیں ان سب کو ہم نے راہ راست دکھائی ہے، ہم اہل اخلاص کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ والیاس کو) کہا ارشاد الٰہی کی بموجب حضرت عیسیٰ ماں کے ذریعہ سے نسل آدم میں شامل ہیں، اسی طرح ماں کے ذریعہ سے حسنین نسل رسول میں ہیں، حجاج شرمندہ ہوا اور کہا کہ یہ صحیح ہے مگر تم نے مجھے سر دربار جھٹلایا یہ جرم قائم کر کے ان کو خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا[۱]

عبداللہ بن علی (عباسی خلیفہ سفاح کا چچا) جب بنی امیہ کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا تو امام اوزاعی کو بلا کر دریافت کیا کہ بنی امیہ کو جو ہم نے قتل کیا ہے تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے امام نے کہا ان کا خون تم پر حرام ہے یہ سن کر خلیفہ بہت برہم ہوا اور ان کو نکلوا دیا[۲]۔

خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک کو حکم دیا کہ طلاق جبری کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کیونکہ اس نظیر سے خلیفہ کی جبری بیعت ناجائز ہوتی ہے امام مالک رح نے اس حکم پر عمل نہ کیا . . . . . .

دیگر محدثین نے مسئلہ خلق القرآن میں خلفاء کی مخالفت کی امام صاحب قید کئے گئے بہت سے محدثین قتل کئے گئے۔ خلیفہ مامون رشید اور اس کے جانشین باوجود شدید مظالم کے مسئلہ خلق القرآن کو محدثین سے تسلیم نہ کرا سکے۔

محدثین اور ائمہ اکثر سلاطین کی صحبت سے نفرت کرتے تھے اور ان کے عہدوں اور انعامات کو رد کرتے تھے۔ امام اعظم رح کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر انہوں نے عہدہ قبول نہ کیا۔

سعید بن مسیب کو خلیفہ نے تیس ہزار درہم بھیجے انہوں نے انکار کر دیا[۳]

خلیفہ سفاح نے محدث ربیعہ رائی کو مال بھیجا انہوں نے واپس کر دیا[۴]

خلیفہ مامون رشید اور جعفر بن یحییٰ برمکی وزیر نے دس ہزار اور ایک لاکھ کی رقم عیسیٰ بن یونس کو بھیجی انہوں نے واپس کر دی[۵]

خلیفہ مکتفی باللہ نے امام محمد بن جریر طبری کو ایک کتاب پر انعام دینا چاہا انہوں نے انکار کر دیا[۶]

امیر یمن نے طاؤس بن کیسان محدث کو پانچ سو دینار بھیجے انہوں نے قبول نہ کئے[۷]

حضرت سالم بن عبداللہ تابعی کو خانہ کعبہ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک ملا اور کہا اپنی حاجت مجھ سے طلب کیجئے انہوں نے کہا کہ ہیں خدا کے گھر میں خدا کے سوا کسی سے نہیں مانگتا[۸]

[۱] سنن کبریٰ البیہقی [۲] تذکرۃ الحفاظ [۳] ابن خلکان [۴] تذکرۃ الحفاظ [۵، ۶، ۷، ۸] تذکرۃ الحفاظ

Marfat.com

قاضی معاذ بن معاذ نے محدث عثمان بن مسلم کو دس ہزار اشرفیاں اس لیئے دینی چاہیں کہ وہ فلاں شخص پر جرح نہ کریں انہوں نے انکار کر دیا اور کہا میں حق کو باطل نہ کروں گا[1]

غرض محدثین نہ کسی سے مرعوب ہوتے تھے نہ طامع تھے نہ جاہ طلب تھے، جب یہ باتیں نہ تھیں تو وہ کیوں حدیثیں وضع کرتے۔

ہاں بعض جاہ طلب ایسے ضرور تھے کہ انہوں نے امراء کی خوشنودی کے لئے حدیثیں گھڑی ہیں مگر محدثین نے اسی وقت ان کی قلعی کھول دی اور ان کو متروک الحدیث قرار دیا، خلیفہ ہارون الرشید جب مدینہ آیا تو اس کا جی چاہا کہ قبا و کمر بند پہن کر منبر رسول پر کھڑا ہو کر خطبہ دے لیکن ہمت نہ ہوئی، اس پر ابوالبختری نے روایت سنائی کہ حضرت جبریل رسول کریم کی خدمت میں قبا و خنجر لگائے ہوتے آئے لیکن اس وقت ایک شاعر نے جس کا نام تمیمی تھا چند اشعار میں اس کی تکذیب کی۔ جب ابوالبختری نے ایک درس میں اس کو بیان کیا تو یحییٰ بن معین محدث نے کہا او دشمن خدا کیوں رسول کریم پر جھوٹ بولتا ہے، اس پر پولیس نے ان کو گرفتار کر لیا مگر پھر چھوڑ دیا[2] ابوالبختری کو محدثین نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

غیر مسلموں کے اعتراضات حدیث پر

سر ولیم میور نے حدیث کی بحث میں لکھا ہے محمدؐ کی وفات کے بعد ان کے پیروں کا سب سے بڑا مشغلہ جنگ تھا، لمبی تھکا دینے والی مہمات جنگی کی ثقالت اور ایک جنگ سے دوسری جنگ تک بے کاری کا وقفہ ایک سادہ اور نیم وحشی قوم کے لئے غفلت شعاری کا موجب تھا، اس ثقالت کو دور کرنے کا علاج اور ان وقتوں کا شغل بے تکلف بات چیت یا باقاعدہ گفتگو میں گذشتہ واقعات کی یاد تھی ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کے لیئے سب سے زیادہ پرجوش گفتگو کا مضمون سوائے اس شخص کے اقوال و افعال کے اور کیا ہو سکتا تھا جو اس فاتح قوم کے وجود میں آنے کا باعث ہوا اور جس نے ان کے ہاتھ میں دنیا اور بہشت دونوں کی کنجیاں دے دی تھیں اس طرح پر محمدؐ کے پیروں کی گفتگو زیادہ تر انہی کے متعلق ہوتی تھیں یہ وہ مواد تھا جس سے حدیث نے خوب ترقی کی[3]

مسٹر میور نے اسلام پر بہت سے اعتراضات کیئے ہیں، ان کے جوابات مسلمانوں کی طرف سے لکھے جا چکے ہیں، مسلمان نیم وحشی تھے یا کیا؟ اس کے جواب کا یہ موقع نہیں اور اس کا

[1] تذکرۃ الحفاظ [2] ابن خلکان [3] لائف آف محمد

جواب ہو بھی چکا ہے، اس کا فیصلہ تاریخ پر ہے کہ اس خطاب کے مستحق وہ مسلمان ہیں کہ جنہوں نے عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیا، علوم وفنون کی بنیاد قائم کی، یا وہ عیسائی حکمراں ہیں کہ جن کے ممالک چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں بداخلاقیوں اور جرائم اور ظلم وستم کے مرکز بنے ہوئے تھے جن کا تذکرہ خود عیسائی مورخین نے کیا ہے۔

میرے نزدیک اس بیان میں کوئی امر قابل جواب نہیں، اصحاب رسول کا آپ کے واقعات کو بار بار یاد کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے اقوال وافعال صحت کے ساتھ محفوظ کر لئے گئے، اور آپ کے اقوال وافعال کو یاد رکھنے کی ضرورت بھی تھی، کیوں کہ ہدایت وقوانین کا یہی سرچشمہ تھے جنگجو اصحاب کا روایت حدیث میں مشغول ہونا بھی کوئی امر معیوب نہ تھا اس سے تو ان کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ حق کی علمی وعملی دونوں طرح خدمت انجام دیتے تھے اگرچہ یہ غلط ہے اور تاریخ کے خلاف ہے کیوں کہ جنگ کرنے والے اصحاب کی روایتیں بہت ہی کم ہیں حدیث روایت کرنے والے اصحاب کی روائتیں بہت ہی کم ہیں، حدیث روایت کرنے والے اصحاب کے چار طبقہ ہیں، مکثرین، متوسطین، مقلین، اقلین۔

اقلین وہ ہیں جن کی روائتیں چالیس سے کم ہیں، مشہور اسلامی جنرل خالد بن ولید اور زید بن حارثہ اقلین ہیں، ابو عبیدہ۔ ضرار بن الازور۔ عکرمہ۔ ابو سفیان، یزید بن ابی سفیان یہ صاحبان کسی درجہ میں بھی نہیں، ابوسفیان کی صرف ایک حدیث بخاری میں ہے۔

حدیث بیان کرنے والے حدیث لکھنے والے وہ اصحاب تھے جو میدان جنگ کے مشاہیر میں نہ تھے، ابوہریرہ، ابن عباس، عائشہ، ابن عمر، جابر، انس، ابوسعید خدری اول درجہ کے راوی ہیں۔

بخاری میں ابوہریرہ کی (۴۴۶) ابن عمر کی (۲۷۰) انس کی (۲۶۸) عائشہ کی (۲۴۲) ابن عباس کی (۲۱۷) عمر فاروق کی (۶۰) علی مرتضیٰ کی (۲۹) ابوبکر صدیق کی (۲۲) عثمان غنی کی (۹) دیگر صحابیات کی (۲۴۲) ابوسفیان کی (۱) روائتیں ہیں۔

علی مرتضیٰ اور عمر فاروق متوسطین یعنی اوسط درجہ کے راویوں میں سے ہیں، رسول کریم کے بعد یہ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے، ابوبکر اور عثمان غنی مقلین یعنی درجہ سوم کے راویوں میں سے ہیں یہ بھی حضور کے بعد کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے لہذا یہ خیال غلط ہے کہ جنگجو لوگ جنگ سے فارغ ہو کر روایت حدیث کرتے تھے اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ

Marfat.com

اس میں کیا ہرج ہے جب وہ رسول کریم کے صحابی تھے تو ان کے اقوال و افعال کو یاد رکھنا، ان کی اشاعت کرنا ان پر فرض تھا رسول کے اقوال ہی تو بیان کرتے تھے دل سے تو نہ گھڑتے تھے یہ تو معترض کو بھی یقین ہے، دوسری جگہ اسی کتاب میں اسی معترض نے لکھا ہے کہ رسول کریم کے زمانے میں اور اس کے بعد کے لوگ ان کے حادثات کو شوق سے یاد رکھتے، یہ تو خوبی کی بات تھی، مسٹر میور اس کو عیب سمجھے۔ دوسری جگہ مسٹر میور نے ڈاکٹر اسپرنگر کی رائے کی نقل کی ہے:۔

(جن اصول و قواعد کی پابندی اس نے (امام بخاری نے) کی اُن پر تنقید کا نام چسپاں نہیں ہو سکتا وہ صرف یہ دیکھتا تھا کہ راویوں کا سلسلہ پورا ہے یعنی منقطع نہیں ہو جاتا اور ان راویوں کے چال چلن کو دیکھ لیتا تھا اور چوں کہ ایک قاعدہ اس نے یہ بھی مقرر کیا ہوا تھا کہ جو حدیث اُس کے اپنے متعصبانہ خیالات کے مطابق نہ ہو اُسے رد کر دیتا تھا اس لئے اس کے کسی حدیث کو رد کر دینے سے یہ نتیجہ کسی صورت میں نہیں نکل سکتا کہ وہ حدیث واقعی ناقابل وثوق ہے مگر اس کی جامع دوسری مسندوں میں یہ امتیاز ضرور رکھتی ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا پیرو نہ تھا بلکہ صرف حدیثوں کی فرضی صحت اور راویوں کی راستبازی وغیرہ پر ہی سہارا دار و مدار رکھتا تھا۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے صرف شرائط بخاری کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی ہے اصول حدیث سے ان کو واقفیت نہیں اس لئے یہ لکھ دیا کہ امام بخاری صرف روایت کے پابند تھے اصول درایت سے کام نہ لیتے تھے۔

حدیث کی تنقید کے دو طریقے تھے، ایک درایت، دوسرے روایت، درایت کے اصول قرآن و حدیث و تعامل صحابہ میں موجود ہیں اُن سے تو سبھی محدث اور امام کام لیتے تھے اُن کے گھڑنے کی کسی کو ضرورت نہیں، اصول روایت ہر محدث کو اپنے مقرر کرنے پڑتے ہیں کہ وہ کن قواعد و ضوابط کے تحت میں اپنی ذات تک پہنچنے والے سلسلے کو قابل یقین تصور کرتا ہے ان اصولوں میں ائمہ کا اختلاف ہے امام بخاری کی اصول اور ہیں امام مسلم کے اور ہیں دوسرے ائمہ کے اور ہیں، ان کا مدار تو محدث کے اطمینان پر ہے کہ وہ کس کس قوم کے اشخاص کی اور کس کس طرح روایت کو صحیح تسلیم کر سکتا ہے اس لئے ہر امام اور محدث کو اپنی ذات تک پہنچنے والے سلسلے کی درستی کی فکر ہوتی ہے اور ان کو وہ ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو رائے

Marfat.com

قائم کرنے کا موقع ملے، اصول درایت تو قطعی اور پختہ ہیں اُن کو دیکھنا ہی پڑتا ہے ان کا کیا ذکر وہ تو پہلے ہی سے مقرر شدہ اور ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب میں صحیح حدیثوں کے لینے کا التزام کیا تھا۔ تمام صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا تھا اس کو انہوں نے خود ظاہر کر دیا ہے کہ میں نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔

امام بخاری شافعی المذہب تھے مسٹر اسپرنگر کو لائف لکھنے سے پہلے اصول حدیث اور حالات محدثین سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے تھی اور اگر بالفرض وہ کسی کے مقلد نہ تھے تو اس سے ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات کو کیا تقویت ہوتی ہے بہت سے محدث خود مجتہد و صاحب مذہب ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ امام بخاری نے راویوں کی راست بازی کی جانچ کی، راست بازوں کے بیان کو فرضی قرار دینا ڈاکٹر صاحب ہی کا کام ہے روایت کی جانچ میں سختی کرنا اس کو تعصب پر محمول کرنا دانش مندی کے خلاف ہے۔

ہر مصنف اپنی کتاب کے ابواب و فصول تجویز کرتا ہے اسی کے موافق مواد لیتا ہے اُس کی ضرورت سے جو زائد ہوتا ہے اس کو وہ زیادہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے، ناکارہ نہیں سمجھتا۔

(مسٹر میور لکھتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ محدثین کس قسم کی تنقید کو کام میں لاتے تھے اور وہ بھی ایسی سختی سے کہ بحساب اوسط انہوں نے فی صدی ننانوے کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا لیکن یورپین ناظرین سخت دھوکہ کھائیں گے اگر وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ تنقید باوجود اس قدر سختی کے صحیح معنوں میں ایک کامل اور صحیح تحقیقات حدیث کے متعلق تھی محدثین کے نزدیک کسی حدیث کے قابل اعتبار ہونے کے لئے اس حدیث کے نفس مضمون کو نہ دیکھا جاتا تھا بلکہ صرف ان ناموں کو دیکھا جاتا تھا جو اس حدیث کے بیان کرنے والے ہوتے تھے ان کے نزدیک صحیح حدیث کی سند پہلے کسی صحابی سے ملنی چاہیئے اور پھر راویوں کے ایک لمبے سلسلے میں ہر ایک راوی کی صداقت پر اس کی بنا ہوتی تھی اگر ان راویوں کی صداقت پر کوئی الزام عائد نہ ہوسکے تو حدیث قبول کرنی چاہئے نفس مضمون میں کوئی بات خواہ کیسی ہی بعید از قیاس کیوں نہ پائی جاتی ہو وہ ایسی حدیث کے اعتبار کو نہیں گرا سکتی، محدثین بحر تنقید میں کھلی کھلی شناوری نہ کرتے تھے بلکہ اسی ایک ہی قاعدے کے غلام ہو گئے تھے، اندرونی شہادت پر جرح کرنے کی ان کو قطعاً جرأت نہ تھی [1])

[1] لائف آف محمد

مسٹر میور نے محدثین کی سخت جانچ کو بھی قبول کیا ہے، راویوں کی راست بازی کا بھی اقرار کیا ہے باقی اعتراض اُن کا اصول درایت سے ناواقفیت کے باعث ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صرف علم الرواۃ کی خبر ہے، علم الدرایۃ کا انہوں نے نام بھی نہیں سُنا ورنہ ایسا نہ کہتے درایت کے سو سے زیادہ قاعدے ہیں کیا کوئی قوم، کوئی علم ان سے بہتر قواعد پیش کر سکتا ہے درایت کے اصول تو قطعی تھے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور تعامل صحابہ سے ثابت تھے اُن کے ذکر کی کسی کو ضرورت ہی نہ تھی، پہلے تو انہیں سے حدیث کی جانچ ہوتی ہے چوں کہ اپنے سلسلہ روایت کی ہر محدث کو فکر ہوتی ہے اور وہ اس کو درست کرتا ہے اور اس کا بار بار ذکر کرتا ہے اس لئے مسٹر میور سمجھ گئے کہ بس یہی ایک طریقہ حدیث کی جانچ کا ہے!

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ علم حدیث کی تاریخ اور اس کے علوم سے ناواقفیت کے باوجود مسٹر میور نے اعتراض کرنے کی جرأت کی اور اگر وہ واقف تھے تو یہ دانستہ خلاف بیانی ایک محقق و مصنف کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔

ننانوے فی صدی حدیثوں کے چھوڑنے کا مطلب بھی میور نہیں سمجھ سکے اول تو ایسی کوئی نظیر میرے سامنے نہیں، اگر ہو بھی تو چھوڑی ہوئی تمام حدیثوں کو کسی محدث نے غلط نہیں کہا، امام بخاری نے صاف کہا ہے کہ میں نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں ہر مصنف نے اپنی تصنیف کی ضرورت کے موافق حدیثیں لی ہیں، ایک صورت ننانوے فی صدی چھوڑنے کی یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک حدیث اگر دس راویوں کے ذریعے سے ہے تو وہ دس حدیثیں شمار ہوں گی، سند کے بدلنے سے سند میں ایک راوی کے بدلنے سے حدیث بدل جاتی ہے، اب ان اسناد میں سے محدث جس سند کو قوی سمجھتا ہے قبول کرتا ہے باقی کو چھوڑ دیتا ہے مثلاً حدیث **انما الاعمال بالنیات** اگر کسی کو دس راویوں سے پہونچی ان میں دو قوی اور آٹھ ضعیف تھے اس نے یہ دو سندیں اختیار کر لیں باقی کو ترک کر دیا تو کہا جائے گا کہ دس حدیثوں میں سے دو قبول کیں، حدیثوں کا شمار باعتبار روایت ہے، متن پر نہیں، امام بخاری کی تین لاکھ حدیثوں میں نہیں کہا جا سکتا کہ اصل متن کی کیا تعداد ہو گی،

باقی حدیثیں سب قسم کی ہیں، صحیح، ضعیف، موضوع وغیرہ ان میں سے کچھ کا اختیار کرنا اور کچھ کا چھوڑ دینا نہ تعصب ہے نہ خلاف انصاف،

امام بخاری رح کی بے تعصبی تو اس سے ثابت ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے لیکن شافعی مذہب

کے خلاف ان کی کتاب میں حدیثیں موجود ہیں،

مسٹر میور کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ محدثین کو ایک دوسرے کی تحقیق پر اعتماد نہ تھا کیوں کہ ہر محدث نے اپنے طریق سے تخریج احادیث کی ہے۔

یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو علم حدیث سے قطعاً ناواقف ہو اگر ائمہ کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ ہوتا تو احادیث کی سند کیوں کرچلتی مسٹر میور اختلاف اجتہاد کو عدم اعتماد سمجھ گئے محدثین میں کئی قسم کے مصنف ہوئے ہیں۔

ایک وہ کہ جنہوں نے کسی خاص مقام یا خاص طبقہ کی احادیث جمع کی ہیں، مثلاً امام مالک رح کہ انہوں نے صرف اہل حجاز کی حدیثیں جمع کی ہیں اور یہ انہوں نے کہیں نہیں لکھا کہ اس کے سوا تمام حدیثیں جھوٹی ہیں،

امام بخاری نے ہر مقام اور ہر قسم کی حدیثیں لی ہیں، بعض نے کسی خاص عنوان کے تحت حدیثوں کو جمع کیا ہے، اسی وجہ سے تصانیف حدیث کے علیحدہ علیحدہ اقسام مقرر ہوئے ہیں معاجم مسانید، جوامع، رسالہ، اجزاء وغیرہ، محدثین نے ایک دوسرے کو جھوٹا نہیں سمجھا بلکہ وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ان کو پیشوا اور مقتدا جانتے تھے، امام مالک رح سے امام ابوحنیفہ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا، امام ابوداؤد نے امام ابو حنیفہ کی مدح کی ہے، اسی کتاب سے معلوم ہوگا کہ محدثین ایک دوسرے کے مداح رہے ہیں ہاں اُن میں اختلاف رائے ضرور ہوا ہے جس کا ہونا بھی ضروری تھا۔

امام مالک کی تمام مرفوع حدیثیں امام بخاری اور امام مسلم نے لی ہیں اگر ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھتے تو کیوں لیتے،

محدثین میں اختلاف محض اصول اجتہاد و اختلاف رائے سے تھا نفسانیت کو دخل نہ تھا کسی نے حدیث لینے کے شرائط مقرر کئے، دوسرے نے اس کو سخت سمجھا اُس نے اس میں نرمی کی کسی نے نرم شرائط رکھے دوسرے نے ان کو سخت کیا، امام بخاری نے راوی و مروی عنہ کے لقا کو ضروری قرار دیا ہے، امام مسلم نے معاصرت کو کافی سمجھا ہے، بخاری نے صرف اُن رُوات کو لیا ہے جن کی ثقاہت پر اتفاق سمجھا ہے، النسائی نے ان کو بھی لیا ہے جن کی عدم ثقاہت پر اتفاق نہیں، امام بخاری و مسلم روایت لینے میں عمر کی قید نہیں لگاتے، امام مالک رح بوڑھوں سے حدیث نہیں لیتے۔

Marfat.com

امام مالک کے دادا مالک بن عامر ثقات رواۃ میں تھے، ان کی وفات کے وقت امام صاحب کی عمر ۱۳ سال کی تھی، سالم بن عبد اللہ و سلیمان بن لیسار دونوں فقہائے سبعہ مدینہ میں سے ہیں اور مسلم الثبوت ثقہ ہیں، ان دونوں کی وفات کے وقت امام مالک کی عمر ۱۶، ۱۷ سال کی تھی مگر ان تینوں سے امام مالکؒ نے روایت نہیں لی اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ سو اور اس سے زیادہ عمر کو پہنچ گئے تھے، ایسے بوڑھوں کی روایت لینی نہیں چاہیئے، امام مسلم کو امام بخاری کے اصول روایت سے اختلاف تھا اس سے یہ مطلب نکالنا کہ ان پر اعتماد نہ تھا علم اصول الروایۃ اور مراتب اجتہاد کو نہ سمجھنے پر دلالت کرتا ہے، امام مسلم نے امام بخاریؒ پر اعتراض کئے ہیں مگر انہیں سید المحدثین کہا کرتے تھے، مسٹر پرویز اختلاف رائے واجتہاد کو عدم اعتماد سمجھے، واہ رے سمجھ بس تو کیا سمجھے جانا بھی تو کیا جانا۔

یہ تحقیق اور معلومات ہے اُن مصنفین کی جن کی تحقیق پر آج ہمارے بہت سے بھائیوں کو اعتقاد ہے

حدیث غیروں کی نظر میں

مسلمان ماہرین ادب، الٰہیّین علماء و فضلاء نے تو احادیث کی جامعیت، فصاحت، بلاغت ہمہ گیری، محاسن تعلیم کو تسلیم ہی کیا ہے اور بہت کچھ تعریفیں لکھی ہیں، لیکن احادیث ختم المرسلین کے غیر مسلم علماء و محققین بھی مداح ہیں۔

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن رقمطراز ہے، ہر ایک بانی کی سیرت سے اس کے تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے چنانچہ حضرت محمد کی حدیثیں امر حق کی جامع نصیحتیں اور اُن کے افعال مجسم نیکی کے نمونے ہیں [1]

مشہور روسی فیلسوف ٹالسٹائی نے اپنے ملک وقوم کی اصلاح کے لئے احادیث کا انتخاب کر کے ترجمہ شائع کیا۔

مسلمان جب قرآن و حدیث پر عمل کریں گے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے [2]

ہانیکمر نے ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور حدیث کے رائج ہیں ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہو سکتا [3]

[1] تاریخ زوال روم جلد پنجم باب ۵۰ [2] اخبار وطن مصر ایک مسیحی نامہ نگار منقول از تاریخ فقہ ناظم [3] تمدن عرب مصنفہ ڈاکٹر موسیولیبان

Marfat.com

تصدیق حدیث

حدیث میں بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جو عہد رسالت سے صدیوں کے بعد پوری ہوئیں لیکن میں یہاں صرف اُن پیشین گوئیاں کا ذکر کروں گا جو تیسری صدی ہجری کے بعد پوری ہوئیں تاکہ کسی مخالف کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مصنفین کتب نے سابقہ واقعات کی حدیثیں بنا کر شامل کر دی ہیں۔

لیکن پیشین گوئیوں کے بیان سے پہلے یہ ایک نہایت ضروری امر قابل اظہار ہے کہ تمام کتب حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم نے مہر طیار کرائی تھی اس میں محمد رسول اللہ اس طرح کندہ تھا کہ اللہ اوپر، وسط میں رسول نیچے محمد، یہ مہر آپ نے اُن خطوط پر ثبت فرمائی جو امراء اور سلاطین کے نام بھیجے، اُن خطوط کی عبارتیں بھی محدثین نے نقل کی ہیں، ان خطوط میں ایک خط مقوقس شاہ مصر کے نام بھی تھا وہ خط بجنسہ ایک عیسائی خانقاہ مصر میں محفوظ تھا ۱۸۵۸ء میں یعنی تقریباً تیرہ صدی بعد یہ خط ایک فرانسیسی سیاح کے ہاتھ لگا اس کے فوٹو جا بجا ممالک میں فروخت ہوئے، اب یہ اصل خط قسطنطنیہ میں محفوظ ہے، اس پر اسی طرح مہر ثبت ہے جو کتب احادیث میں مذکور ہے اس خط کی وہی عبارت ہے جو محدثین نے نقل کی ہے، اس امر کے منکشف ہونے کے بعد کوئی بڑا ہی ہٹ دھرم ہوگا جو حدیث کی صحت و صداقت اور محدثین کی دیانت پر شبہ کرے گا۔

حدیث کی پیشین گوئیاں ایسی صاف وصریح ہیں اور اس صفائی سے پوری ہوئی ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہر منصف مزاج کہہ اُٹھے گا کہ بیشک یہ باتیں کسی مامور من اللہ کی زبان سے نکلی ہیں اور اس وقت سے اب تک پہونچانے والوں نے ان کو راستی کے ساتھ پہونچایا ہے۔

(۱) کتب حدیث میں ہے کہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے گا۔ یہ بھی ہے کہ وہ ایک زمانے میں اُن کے قبضہ سے نکل جائیگا جس وقت حدیث کی موجودہ کتابیں تصنیف ہوئیں قسطنطنیہ میں زور دار نصرانی سلطنت قائم تھی ۸۵۵ھ میں ترکی سلطان محمد فاتح نے اس کو فتح کیا تصنیف کتب سے پانچ سو برس کے بعد پہلا حصہ پیشین گوئی کا صحیح ثابت ہوا، دوسرا حصہ تصنیف کتب سے تقریباً گیارہ سو برس بعد جنگ عظیم میں صحیح ثابت ہوا۔

(۲) حدیث میں ہے کہ ارض حجاز میں ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی بصرہ تک پہونچے گی۔

Marfat.com

کتب تواریخ میں مفصل مذکور ہے کہ ۳ر جمادی الثانی ۶۵۴ھ کو یہ آگ نکلی، شیخ صفی الدین صدر مدرس بصری نے اس آگ کو دیکھا۔ اس واقعہ کے متعلق متعدد تصانیف ہیں تدوین کتب حدیث سے سوا چار سو برس بعد یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

(۳) حدیث میں ہے کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر تباہی آئے گی، امیر معاویہ کے زمانہ میں اُن کے ایک گورنر نے اطلاع دی کہ میری ترکوں سے جنگ ہوئی میں نے ان کو شکست دی تو امیر نے اس کو لکھا (رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر تباہی آئے گی) لہذا میں ترکوں سے لڑنا پسند نہیں کرتا، یہ پیش گوئی تدوین کتب حدیث سے پانچ صدی بعد چنگیز خاں کے ہاتھ سے پوری ہوئی اس فتنہ میں چوبیس ہزار عالم شہید ہوئے۔

(۴) فتح مکہ کے دن ۸ھ ہجری میں رسول کریم نے شیبہ بن عثمان بن طلحہ کو بیت اللہ کی چابیاں دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہمیشہ تمہارے یہاں رہیں گی مگر یہ کنجیاں تم سے ایک ظالم چھینے گا آج ۱۳۶۲ھ برس سے یہ کنجیاں اسی گھر میں ہیں یزید عنید نے چھینی تھیں۔

(۵) حدیث میں ہے تفترق اُمتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ الخ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، تدوین کتب حدیث کے وقت چار پانچ فرقے تھے، باقی سب بعد کی پیداوار ہیں تاریخ شاہد ہے۔

(۶) وانہ سیکون فی اُمتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (میری اُمت میں تیس جھوٹے ہوں گے جو کہیں گے کہ ہم نبی ہیں میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی تدوین تک تین چار مدعیان ہوئے تھے اب ۲۵۶ھ کے بعد تاریخ دیکھ کر شمار کر لو، کتنے ہو گئے نبوت کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جو قرآن و حدیث و سیر سے واقف ہو اس لئے یہ صداقت بھی قابل غور ہے کہ سب کچھ جانتے پہچانتے ہوئے بھی مدعیوں کے منہ سے نکل ہی گیا کہ انہ نبی۔ ہم نبی ہیں)

(۷) یوشک الرجل متکئا علی اریکتہ یحدث بحدیث من حدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب اللہ فما وجدنا فیہ من حلال احللناہ وما وجدنا فیہ من حرام حرمناہ الا وان ما حرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ (وہ زمانہ قریب ہے کہ جب ایک آدمی تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اس سے میری حدیث بیان کی جائے گی وہ کہے گا کتاب اللہ موجود ہے

Marfat.com

اس میں جو حلال ہے اس کو ہم حلال سمجھیں گے جو حرام ہے اس کو ہم حرام سمجھیں گے (آگاہ رہو جن چیزوں کو رسول نے حرام کیا ہے وہ بھی اسی طرح حرام ہیں جن کو اللہ نے حرام کیا ہے)

اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منکرین حدیث کیلئے ہے اس طرح یہ حدیث تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں پوری ہوئی۔

عبداللہ چکڑالوی بانی فرقہ اہل القرآن منکرین حدیث چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھا رہتا تھا اور احادیث کو رد کیا کرتا تھا[1]

(۸) صحیح مسلم میں المستورد قریشی صحابی نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں عیسائیوں کا دنیا میں زور ہوگا۔ یہ پیشن گوئی تدوین کتب حدیث سے گیارہ صدیوں کے بعد پوری ہوئی۔

---

[1] رسالہ حزن شوکت میرٹھیؒ صفحہ ۲

Marfat.com

الباب الرابع

فی الرجال

محدثین قرن اوّل

صحابہ

حفاظ حدیث کے تذکرہ میں بہت سی کتابیں ہیں، تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ نے خاص خاص، کا ذکر کیا ہے جب پانچ جلدیں مرتب ہوئی ہیں، ان سب کا تذکرہ کیا فہرست بھی اس کتاب میں نقل نہیں کی جا سکتی، اس لئے ہر قرن میں کچھ خاص الخاص حضرات کا ذکر بقدر ضرورت کیا جائے گا۔

سلف صالحین نے باعتبار تعداد روایت صحابہ کے چار طبقے قرار دیئے ہیں۔

مکثرین - جن کی مرویات کی تعداد ہزار یا اس سے زیادہ ہے یہ سات اصحاب ہیں۔

متوسطین - جن کی روایات پانسو یا اس سے زیادہ ہیں یہ چار ہیں۔

مقلین - جن کی روایات پانسو سے کم ہیں۔ یہ ۵۹ ہیں۔

اقلین - جن کی روایات ۴۰ سے کم ہیں یہ ۴۰ ہیں۔

چار طبقوں میں (۱۱۰) اصحاب ہیں یہ وہ ہیں جن کی روایات شمار کی گئی ہیں باقی ایسے بہت سے اصحاب ہیں جن کی روایتیں شمار نہیں کی گئیں۔ اس کتاب میں طبقات مکثرین و متوسطین کے تمام اصحاب کا تذکرہ لکھا جائے گا، مقلین و اقلین میں سے چند چند کا ذکر ہوگا۔

ان چاروں طبقوں کے علاوہ بعض اور اصحاب کا بھی تذکرہ ہوگا، جن کی روایات کا شمار خاکسار مصنف نے کیا ہے اور وہ جن کا ذکر اکثر اس کتاب میں آیا ہے۔

Marfat.com

مکثرین

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۱)	ابوہریرہ	۵۳۷۴	۵	جابر بن عبداللہ	۱۵۴۰
(۲)	عبداللہ بن عباس	۲۶۶۰	۶	انس بن مالک	۱۲۸۶
(۳)	عائشہ صدیقہ	۲۲۱۰	۷	ابوسعید خدری	۱۱۷۰
(۴)	عبداللہ بن عمر فاروق	۱۶۳۰			

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام، ابوعمر کنیت۔ ابوہریرہ لقب ۷ھ ہجری میں غزوہ خیبر کے بعد رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آخر تک رہے یہ اصحاب صفہ میں سے تھے حضرت عمر کے عہد میں بحرین کے گورنر اور حضرت عثمان کے عہد میں مدینہ کے قاضی رہے، امیر معاویہ کے عہد میں بھی حاکم رہے ان سے (۵۳۷۴) حدیثیں مروی ہیں تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے ان میں سے پندرہ سو ان کی ہیں حضرت شہر کوفہ میں ان کے آٹھ سو شاگرد تھے، ان کے شاگردوں میں ان کے داماد سعید بن المسیب اور اعرج زیادہ مشہور رہیں، انہوں نے رسول کریم کے علاوہ امام حسن امام حسین حسان بن ثابت، سلمان فارسی، فضل بن عباس اصحاب اور بعض امہات المومنین سے بھی روائیتں کی ہیں (۷۸) سال کی عمر میں ۵۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچا زاد بھائی تھے ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل (اے اللہ اس کو دین میں فہم عطا فرما اور تفسیر سکھا) ترجمان القرآن، سلطان المفسرین حبر الامۃ ان کے لقب تھے حضرت عمر کے عہد میں اگرچہ یہ کم عمر تھے مگر وہ ان سے مشورہ لیتے تھے، یہ ایک دن حدیث ایک دن فقہ، ایک دن تفسیر، ایک دن سیر و مغازی، ایک دن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے حضرت عثمان کے عہد میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اس کے رکن اعظم تھے

Marfat.com

حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے جنگ صفین میں سپہ سالار تھے آخر عمر میں عبادت جاتی رہی تھی (۱۷) سال کی عمر میں وفات پائی ان کی مرویات کی تعداد (۲۶۶۰) ہے بوقت وفات رسول کریم ان کی عمر ۱۳ سال تھی، حضور سے براہ راست انہوں نے (۲۵) روایتیں کی ہیں، باقی صحابہ سے، ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں شایع کیا ہے۔

۱۱ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

عائشہ نام، ام عبداللہ کنیت، (یہ کنیت انہوں نے اپنے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر کے نام کی نسبت سے اختیار کی تھی) ماہ شوال میں بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ ان کی نسبت اول جبیر بن مطعم کے بیٹے سے ہوئی تھی اُس نے اس نسبت کو اس لئے فسخ کر دیا کہ ابوبکر اور ان کا گھرانا سب مسلمان ہے اسلام کا قدم میرے گھر میں نہ آئے، اس کے بعد خولہ بنت حکیم کی تحریک پر شوال ۱۰ھ ہجری میں پانسو درہم مہر پر آنحضرت سے ان کا نکاح ہوا، حضرت ابوبکر نے خود نکاح پڑھایا، اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۶ سال تھی چوں کہ کسی زمانے میں عرب میں شوال کے مہینے میں طاعون ہوا تھا اس لئے اہل عرب شوال میں خوشی کی تقریب کو نامنحوس سمجھتے تھے، حضرت عائشہ کا نکاح بھی شوال میں ہوا۔ رخصتی بھی تین سال بعد شوال میں ہوئی اس وقت سے یہ وہم دور ہوا، رخصتی کے وقت یہ ۹ برس کی تھیں، رسول کریم کی وفات کے وقت ان کی عمر (۱۸) سال کی تھی (۴۸) سال بیوگی میں بسر کیئے۔ جنگ اُحد میں یہ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، ان کو کل قرآن حفظ تھا، یہ عورتوں کی امامت کر کے نماز بھی پڑھاتی تھیں[1] علم فرائض میں ان کو ایسا کمال حاصل تھا کہ صحابہ ان سے دریافت کیا کرتے تھے[2] مسروق تابعی نے بیان کیا کہ میں نے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے متعلق حضرت عائشہ سے دریافت کرتے دیکھا ہے[3] حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا ہے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم عائشہ کے پاس نہ ہو[4] (یعنی ہر مسئلہ کے متعلق ان کو حدیثیں معلوم تھیں) امام زہری کا قول ہے کہ عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تھیں اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عروہ ابن زبیر کا قول ہے کہ قرآن حدیث فقہ و فرائض حلال و حرام شاعری طب، تاریخ ادب، علم الانساب ان علوم میں میں نے عائشہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، موسیٰ ابن طلحہ کا قول ہے ما رأیت افصح من عائشۃ میں نے عائشہ سے زیادہ فصیح

[1] کتاب الام للشافعی [2] طبقات ابن سعد [3] زرقانی [4] ترمذی

کسی کو نہیں دیکھا[۱]۔ احنف بن قیس کا قول ہے کہ میں نے ابوبکر، عمر، عثمان غنی، علی کے خطبے سنے ہیں لیکن عائشہ سے زیادہ موثر و بلیغ خطبہ میں نے کسی مخلوق کا اپنی عمر میں نہیں سنا، حضرت عائشہ نے اپنی زندگی میں ۶۷ غلام آزاد کیے[۲] امیر معاویہ نے ایک مرتبہ ان کو ایک لاکھ درہم بھیجے غروب آفتاب سے پہلے پہلے سب خیرات کر دیئے لونڈی نے کہا روزہ افطار کرنے کو کچھ نہیں فرمایا پہلے کیوں نہ بتایا[۳]

روز جمعہ رمضان ۵۸ھ میں بعہد حکومت امیر معاویہ بعمر (۶۷) سال وفات پائی حضرت ابوہریرہ اس زمانے میں حاکم مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں ان میں سے (۱۷۴) متفق علیہ (۵۴) افراد بخاری ہیں (۶۸) افراد مسلم ہیں۔ اس لئے بخاری میں ان کی کل روایات (۲۲۸) اور مسلم میں (۲۴۲) ہیں بعض کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں ¼ ان سے منقول ہے۔

ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو بیان کی گئی ہے، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، مسروق، عمرہ، صفیہ بنت شیبہ، عائشہ بنت طلحہ وغیرہ ان کے مشہور تلامذہ ہیں اکابر صحابہ نے بھی ان سے روایت کی ہے، تفسیر میں ان کو کمال حاصل تھا صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا کسی قدر حصہ منقول ہے، حضرت عائشہ جو حدیث بیان کرتی تھیں اکثر اس کے اسباب و علل بھی بیان کر دیتی تھیں مثلاً رسول کریم ہر سال خیبر کو ایک آدمی بھیجتے تھے کہ وہاں کی پیداوار کا تخمینہ کرے تمام رواۃ نے اسی قدر روایت کی ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ تخمینہ کا حکم اس لئے دیتے تھے کہ پھل کھانے اور تقسیم ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا اندازہ کر لیا جائے[۴] اپنی روایات کو تسامحات سے پاک رکھتی تھیں اور دوسروں کی روایات کی تصحیح کر دیتی تھیں اپنے معاصرین کے تسامحات پر سختی سے دار و گیر کرتی تھیں اور ان کی اصلاح کر دیتی تھیں اصطلاح محدثین میں اس کو استدراک کہتے ہیں کئی ائمہ حدیث نے ان کے استدراکات کو جمع کیا ہے، سب سے زیادہ مشہور امام سیوطی کا رسالہ عین الاصابہ فیما استدرکہ عائشہ علی الصحابہ کو جمع ہے، حضرت عمر و حضرت عباس نے روایت کی (ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے) حضرت عائشہ نے جب سنا انکار کیا اور کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ رسول کریم ایک یہودیہ کے جنازے پر گذرے اس کے عزیز و اقارب رو رہے تھے آپ نے فرمایا یہ روتے ہیں اس پر عذاب ہو رہا ہے یعنی یہ رو رہے ہیں وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہی ہے اس کے بعد

۱؎ ترمذی شرح بلوغ المرام ۲؎ شرح بلوغ المرام ۳؎ مستدرک ۴؎ مسند احمد

Marfat.com

فرمایا کہ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ کوئی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا[1] حضرت عائشہ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں میں ہے ، عورت ، گھوڑا ، گھر انہوں نے فرمایا کہ ابوہریرہ نے آدھی بات سنی رسول کریم پہلا فقرہ فرما چکے تھے تب ابوہریرہ آئے وہ یہ کہ یہود کہتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت، گھوڑا اور گھر[2]

حضرت ابوسعید خدری کا انتقال ہونے لگا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا رسول کریم نے فرمایا ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا، حضرت عائشہ نے سن کر فرمایا کہ خدا ابوسعید پر رحم کرے رسول کریم کی لباس سے مراد اعمال تھے[3]

حضرت عائشہ نہایت بے نفس اور صاف دل تھیں، معاویہ ابن خدیج نے ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کیا تھا، مگر یہ معاویہ بن خدیج کے اس حسن سلوک کی تعریف کیا کرتی تھیں جو وہ لوگوں کے ساتھ کرتا تھا۔ قاسم تابعی جو مدینہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ عائشہ ابوبکر کے عہد میں خلافت ہی سے مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں وہ آخر زندگی تک برابر فتوے دیتی رہیں، حضرت عمر و عثمان ان سے حدیثیں دریافت کیا کرتے تھے[4]

حج کے موقع پر ان کا خیمہ دامن کوہ ثبیر میں نصب ہوتا تھا سائلوں اور مستفیدوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی[5] کبھی مسجد حرام میں زمزم کی چھت کے نیچے بیٹھ جاتیں تو تشنگان علوم کے پرے جم جاتے تھے[6] حضرات ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری ان سے مسائل دریافت کرتے اور اختلاف کے موقع پر ان کو حکم بناتے تھے[7] حضرت عائشہ نے ام المومنین زینب بنت جحش، ام المومنین ام سلمہ، عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق، حسان بن ثابت، ابوحذیفہ، امام حسن وغیرہ سے اصحاب سے بھی روایت کی ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اپنے باپ کے ساتھ مسلمان ہوئے یہ غزوہ خندق میں شریک تھے زہد و اتقاء میں مشہور تھے بوقت وفات رسول کریم ان کی عمر ۲۰ سال تھی اسّی سال کی عمر میں ۷۳ھ میں وفات پائی ان سے (۱۶۳۰) حدیثیں مروی ہیں ان کے بیٹے سالم اور انکے مولیٰ نافع ان کے خاص راوی ہیں انہوں نے ام المومنین جویریہ عمرو بن العاص، معاذ بن جبل ابوہریرہ وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے ،

[1] بخاری ومسلم [2] ابوداؤد طیالسی [3] ابوداؤد [4] طبقات ابن سعد [5] مسند حنبل [6] بخاری [7] بخاری نسائی موطا احمد

Marfat.com

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

جابر نام، ابو عبد اللہ کنیت، مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھے بعمر ۱۸ سال بعیت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے علاوہ بدر واحد کے اکثر غزوات میں شریک رہے بعیت الرضوان میں شامل تھے ان کی مرویات کی تعداد (۱۵۴۰) ہے حجاج ابن یوسف نے ان پہ ظلم کیا، بعمر ۹۴ سال ۷۸ھ میں وفات پائی، امام باقر، محمد بن منکدر، عاصم بن عمرو بن قتادہ انصاری ان کے خاص راوی ہیں ان کے دو بیٹوں عبد الرحمن و محمد کا شمار حدیث کے ضعیف راویوں میں ہے انہوں نے ام المومنین جویریہ، ابو ہریرہ، ہلال ابن امیہ وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

انس نام، ابو حمزہ کنیت، مدینہ کے معزز قبیلہ بنو نجار سے تھے، رسول کریم کے رشتے کے خالہ زاد بھائی اور خادم خاص تھے، ہجرت سے دس سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ ام سلیم بعیت عقبہ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں۔ یہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی اس پہ ان کا باپ ناراض ہو کر شام چلا گیا اور وہیں مر گیا یہ تقریباً تمام غزوات میں رسول کریم کے ساتھ رہے حضرت ابو بکر نے اپنے عہد میں ان کو وصول صدقات کا افسر بنایا حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں معلم حدیث بنا کر بصرہ بھیجا۔ حجاج بن یوسف نے ان پہ ظلم کیا انہوں نے خلیفہ عبد الملک کو اس کی شکایت لکھی خلیفہ نے حجاج کو لکھا کہ فوراً جا کر معافی چاہو حجاج نے آکر معافی چاہی انہوں نے معاف کر دیا ۹۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۱۲۸۶) حدیثیں مروی ہیں (۸۰) بخاری میں (۷۰) مسلم میں ہیں متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے انہوں نے تمیم الداری، سعید بن ربیع سلمان فارسی، ابو سعید خدری، معاویہ بن ابی سفیان، ام حرام بنت ملحان اور بعض اصحاب سے روایت کی ہے، ان سے امام حسن بصری، زہری، یحییٰ بن سعید انصاری شیخ ربیعہ رائی سعید بن جبیر، حماد بن ابی سلیمان، امام ابو حنیفہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

سعد بن مالک بن سنان نام، ابو سعید کنیت، خاندان خدرہ سے تھے ہجرت سے دس سال

Marfat.com

قبل پیدا ہوئے، بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مسلمان ہوئے، بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے، ان کی مرویات کی تعداد (۱۱۷۰) ہے (۹۴) سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۷۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی عطا بن ابی رباح وغیرہ ان کے شاگرد تھے۔

متوسطین

نمبر شمار	نام	تعداد مرویات	نمبر شمار	نام	تعداد مرویات
(۱)	عبداللہ بن مسعود	۸۴۸	(۳)	علی ابن ابی طالب	۵۸۶
(۲)	عبداللہ بن عمرو بن العاص	۷۰۰	(۴)	عمر فاروق	۵۳۹

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

جب یہ مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد پانچ تھی یہ خلوت وجلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے صحابہ میں یہ بڑے زیرک اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہیں، رسول کریم نے فرمایا ہے (ما حدثکم ابن مسعود فخذوہ) ابن مسعود سے حدیث سیکھو[۱] اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری اُمت کے لئے جو مسائل تجویز کرے گا میں اس پر رضا مند ہوں[۲] (کنز العمال) اور حضور نے فرمایا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو، ابن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، معاذ بن جبل۔ ابی ابن کعب[۳] حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز روش میں قریب تر عبداللہ بن مسعود ہیں، حضرت معاذ بن جبل نے وفات کے وقت فرمایا کہ علم چار آدمیوں سے حاصل کرو ابی الدرداء، سلمان فارسی، ابن مسعود، عبداللہ بن سلام[۴] حضرت ابوہریرہ کے پاس کوفہ سے ایک شخص آیا اور کہا علم حاصل کرنے آیا ہوں ابو ہریرہ نے کہا کیا تمہارے یہاں سعد بن مالک، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، عمار، سلمان نہیں ہیں[۵] صحیح حاکم میں امام شعبی سے روایت ہے کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے، تین مدینے میں تین کوفے میں، مدینہ میں عمر، ابی، زید اور کوفہ میں، علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے رسول کریم کے اصحاب کو دیکھا تو تمام کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی، ابن مسعود، عمر، زید، ابو الدرداء، ابی اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا علی، ابن مسعود (اعلام الموقعین) حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا معلم و قاضی مقرر کیا تھا، حضرت عثمان کے عہد میں بھی اس عہدے

[۱] ترمذی [۲] کنز العمال [۳] بخاری [۴] ترمذی [۵] ترمذی

Marfat.com

پر رہے اور بیت المال کے خازن بھی رہے جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاوی اور مذہب فقہ کو لکھا ہے اس طرح کسی اور صحابی کے فتاوے اور مذہب نہیں لکھے گئے[1] ان سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں (۶۰) سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

قریش کے قبیلہ بنو سہیم سے تھے ان کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں کے بعد رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے عام الفیل سے ستائیسویں سال پیدا ہوئے یہ اپنے باپ سے ۲۰ برس چھوٹے تھے[2] اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے ، رسول کریم نے فرمایا ہے عبد اللہ کا گھرانا اچھا ہے وہ اچھا اس کا باپ اچھا ، اس کی ماں اچھی ، حضرت ابو ہریرہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ حدیثیں کسی کو یاد نہیں مگر عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے[3] انہوں نے حضور سے اجازت سے کر حدیثیں لکھی تھیں ، اور ایک مجموعہ مرتب کر کے صادقہ نام رکھا تھا اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں[4] یہ اسلام میں سب سے پہلے مصنف ہیں انہوں نے ایک مجموعہ حدیث مرتب کیا یہ مجموعہ آخر میں ان کے پر پوتے عمرو بن شعیب کے قبضہ میں تھا (بعض محدثین نے لکھا ہے کہ عمرو بن شعیب کے پاس جو مجموعہ تھا وہ صادقہ نہ تھا بلکہ کوئی دوسرا مجموعہ تھا) یہ شام اور مصر کی فتوحات میں شریک تھے ، امیر معاویہ نے ان کو اول کوفہ میں پھر مصر کا گورنر مقرر کیا جنگ یرموک (مصر) میں یہ سخت زخمی ہوئے تو ان کے باپ نے حال دریافت کرنے بھیجا ، انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم نوجوان دینے آئے ہیں ان زخموں کا کیا ذکر ہے حضرت عمرو بن العاص نے یہ سن کر فرمایا میرا سچا بیٹا ہے ۶۵ھ ہجری بصرہ میں وفات پائی ، ان کی سات سو حدیثیں شمار میں آئی ہیں اس لئے ان کا شمار متوسطین میں کیا گیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ان کو مکثرین میں شمار کیا ہے اس کا سبب غالباً یہ ہوگا کہ ان کی کتاب صادقہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس میں ہزار حدیثیں تھیں ، انہوں نے زید بن الخطاب ، رافع بن خدیج ، ابو العاص بن ربیع وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام ، ابو تراب و ابو الحسن کنیت ، حیدر لقب ، رسول کریم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے یعنی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے ، عشرہ مبشرہ ، اصحاب بدر و

[1] اعلام الموقعین [2] ابن یونس [3] اصابہ [4] طبقات ابن سعد

Marfat.com

وبیعت الرضوان میں سے ہیں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ایمان لائے اس وقت ان کی عمر دس سال کی تھی۔ کیونکہ بعثت سے دس سال قبل ان کی ولادت ہوئی تھی۔ انہوں نے بھی حدیثیں لکھیں تھیں ۳۵ھ میں حضرت عثمان غنی کے بعد خلیفہ ہوئے سنہ ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے، ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں۔ یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے انہوں نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب و حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت حذیفہ، حضرت ام ہانی حضرت بی بی فاطمہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں کی ہیں۔ ان کے حالات بہت مشہور ہیں اور بہت سی سوانح عمریاں لکھی جاچکی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے ہجرت سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے ۶ھ میں مسلمان ہوئے یہ چالیسویں مسلمان تھے، عشرہ مبشرہ اصحاب احد و بدر و بیعت الرضوان میں سے ہیں، رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین حضرت حفصہ رضی کے باپ ہیں حضور کے ہم زلف بھی ہیں کیوں کہ ام المومنین ام سلمہ کی بہن قریبہ سے انہوں نے نکاح کیا تھا، چوں کہ وہ مسلمان نہ ہوئیں اس لئے صلح حدیبیہ کے بعد سنہ ۶ھ میں ان کو طلاق دے دی، حضرت علی کے داماد ہیں یعنی حضرت ام کلثوم بنت علی (الطن حضرت فاطمہ زہرا) سے ان کا نکاح ہوا تھا سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے یکم محرم سنہ ۲۴ھ میں شہید ہوئے، ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں ان میں سے (۶۰) بخاری میں ہیں[1] بخاری کی سب سے پہلی روایت انہی کی روایت سے ہے، یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حسان بن ثابت، ہشام بن حکم وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے ان کے حالات بہت مشہور ہیں، بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئیں،

حضرت عمر جب بارش کے لئے دعا کرتے تو یوں فرماتے یا اللہ پہلے ہم رسول کریم کو وسیلہ بناتے تھے اب اُن کے چچا عباس کو وسیلہ بناتے ہیں اُن کے طفیل پانی برسا[2]

حضرت عمر نے شفا بنت عبد اللہ العدویہ کو بلایا، اُن سے پہلے عاتکہ ابن اسید آگئیں حضرت عمر نے دونوں کو ایک ایک چادر دی عاتکہ کی چادر قیمتی تھی، شفا نے کہا یہ قیمتی چادر مجھ کو دیجئے، میں قدیم اسلام ہوں اور مجھے آپ نے بلایا ہے اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں حضرت عمر نے کہا

[1] تاریخ الخلفاء [2] بخاری

Marfat.com

مجھ کو رسول کریم کی قرابت کا زیادہ لحاظ ہے۔

مقلین

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۱)	ام المومنین ام سلمہ	۳۷۸	(۲۲)	ثوبان مولی النبی	۱۲۷
(۲)	ابوموسی اشعری	۳۶۰	(۲۳)	نعمان بن بشیر	۱۲۴
(۳)	براء بن عازب	۳۰۵	(۲۴)	سمرہ بن جندب	۱۲۳
(۴)	ابوذر غفاری	۲۸۱	(۲۵)	ابومسعود عقبہ بن عامر	۱۰۲
(۵)	سعد بن وقاص	۲۱۵	(۲۶)	جریر بن عبداللہ بجلی	۱۰۰
(۶)	سہل انصاری	۱۸۸	(۲۷)	عبداللہ بن ابی اوفی	۹۵
(۷)	عبادہ بن صامت	۱۸۱	(۲۸)	زید بن ثابت	۹۲
(۸)	ابوالدرداء	۱۷۹	(۲۹)	ابوطلحہ زید بن سہل	۹۰
(۹)	ابوقتادہ انصاری	۱۷۰	(۳۰)	زید بن ارقم	۹۰
(۱۰)	ابی بن کعب	۱۶۴	(۳۱)	زید بن خالد الجہنی	۸۱
(۱۱)	بریدہ بن حصیب اسلمی	۱۶۴	(۳۲)	کعب بن مالک اسلمی	۸۰
(۱۲)	معاذ بن جبل	۱۵۷	(۳۳)	رافع بن خدیج	۷۸
(۱۳)	ابوایوب انصاری	۱۵۰	(۳۴)	سلمہ ابن اکوع	۷۷
(۱۴)	عثمان غنی	۱۴۶	(۳۵)	ابورافع قبطی	۶۸
(۱۵)	جابر بن سمرہ	۱۴۶	(۳۶)	عوف بن مالک اشجعی	۶۷
(۱۶)	ابوبکر صدیق	۱۴۲	(۳۷)	عدی بن حاتم طائی	۶۶
(۱۷)	مغیرہ بن شعبہ	۱۳۶	(۳۸)	عبدالرحمن ابن ابی اوفی	۶۵
(۱۸)	ابوبکرہ	۱۳۰	(۳۹)	ام المومنین ام حبیبہ	۶۵
(۱۹)	عمران بن حصین	۱۳۰	(۴۰)	سلمان فارسی	۶۴
(۲۰)	امیر معاویہ	۱۳۰	(۴۱)	عمار بن یاسر	۶۲
(۲۱)	اسامہ ابن زید	۱۲۸	(۴۲)	ام المومنین حفصہ	۶۰

Marfat.com

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۴۳)	جبیر بن مطعم قرشی	۶۰	(۵۲)	ام ہانی	۴۶
(۴۴)	اسماء بنت ابی بکر	۵۶	(۵۳)	ابو جحیفہ بن وہب سوائی	۴۵
(۴۵)	واثلہ ابن اسقع	۵۶	(۵۴)	بلال	۴۴
(۴۶)	عقبہ بن عامر جہنی	۵۵	(۵۵)	عبداللہ بن مغفل	۴۳
(۴۷)	فضالہ بن عبید انصاری	۵۰	(۵۶)	مقداد بن اسود کوفی	۴۳
(۴۸)	عمر بن عتبہ	۴۸	(۵۷)	ام عطیہ انصاریہ	۴۱
(۴۹)	کعب بن عمر انصاری	۴۷	(۵۸)	حکیم بن حزام اسدی	۴۰
(۵۰)	فضالہ بن عبید الاسلمی	۴۶	(۵۹)	سہل بن حنیف انصاری	۴۰
(۵۱)	ام المومنین میمونہ	۴۶			

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند نام، ام سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی امیہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے ابی امیہ مشہور سخی تھے یہ جب قافلے کے ساتھ ہوتے تھے تمام قافلہ کی کفالت کرتے تھے اس لئے اُن کا لقب زاد الراکب ہو گیا تھا۔

حضرت ام سلمہ کا نکاح ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا تھا یہ ام سلمہ کے چچا زاد بھائی اور رسول کریم کے رضاعی بھائی تھے، عمار بن یاسر ام سلمہ کی رضاعی بھائی تھے ام سلمہ ابتدائے اسلام میں شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی یہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے مدینہ کو ہجرت کی۔ ان کے شوہر غزوات بدر و احد میں شریک ہوئے غزوہ احد کے بعد ان کو رسول کریم نے ڈیڑھ سو اصحاب پر افسر مقرر کر کے طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد کے مقابلے کے لئے بھیجا وہاں سے واپسی کے بعد ۲۷ رجمادی الاخری کو ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا، ام سلمہ سے سنہ ۴ھ میں رسول کریم نے دس درہم مہر پر عقد کر لیا ۹ھ میں جب واقعہ ایلا پیش آیا یعنی رسول کریم ناخوش ہو کے ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے علیحدہ رہے تو حضرت عمر نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ کو تنبیہ کی حضرت عمر ان کے بھی رشتہ دار تھے ان سے بھی کہا انہوں نے کہا عمر تم ہر معاملہ میں دخیل ہو گئے یہاں تک کہ رسول کریم کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دینے لگے، حضرت عمر خاموش چلے آئے سنہ ۶۳ھ میں ۸۴ سال

Marfat.com

کی عمر میں وفات پائی، حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی ان کے پہلے شوہر کے دو لڑکے تھے سلمہ و عمر، سلمہ کا نکاح رسول کریم نے حضرت حمزہ کی لڑکی سے کر دیا عمر حضرت علی کے عہد خلافت میں گورنر بحرین وفارس تھے، دو لڑکیاں تھیں ایک کا نام درہ، دوسری کا برہ عرف زینب تھا حضرت ام سلمہ کامل العقل صائب الرائے عورت تھیں[1] خلفائے راشدین کے عہد میں یہ فتوے دیتی تھیں اگر ان کے فتاوی کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے[2]

ان کے فتاوی کی خصوصیت یہ ہے کہ عموماً متفق علیہ ہیں، یہ علم الاسرار کی ماہر تھیں قرآن شریف خوب پڑھتی تھیں اور آنحضرت کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں[3] ان کو سارا قرآن حفظ تھا آیت تطہیر انہیں کے حجرے میں نازل ہوئی تھی۔

آنحضرت کے موئے مبارک انہوں نے تبرکاً رکھ چھوڑے تھے لوگوں کو ان کی زیارت کراتی تھیں[4] حضرت محمد بن لبید کا قول ہے کہ رسول کریم کی بیویاں حدیث کا مخزن تھیں مگر حضرت عائشہ وام سلمہ کا ان میں کوئی حریف نہ تھا[5] ان سے (۳۷۸) روایتیں ہیں ان میں سے تیرہ متفق علیہ ہیں تین افراد بخاری تیرہ افراد مسلم ہیں، ان سے صحابہ میں ابو سعید خدری، عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ اور ان کے بیٹے عمر (شوہر سابق کی اولاد) اور ان کی بیٹی زینب اور ان کے غلام نبہان اور ان کے بھائی عامر بن ابی امیہ نے بھی روایت کی ہے اور تابعین کی جماعت کثیر مثل نافع شعبہ سلیمان بن لیسار، سعید بن مسیّب، شعبی، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذویب وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن قیس نام، ہجرت حبشہ سے پہلے مسلمان ہو کر اپنے وطن کو چلے گئے بعد فتح خیبر رسول کریم کے پاس آگئے، حضور نے ان کو یمن وغیرہ میں مسلمان بنا کے بھیجا اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے عہد میں کوفہ میں حاکم رہے حضرت عمر نے وصیت کی تھی کہ کوئی گورنر ایک جگہ ایک سال سے زیادہ نہ رہے مگر ابوموسیٰ چار سال رہے یہ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے حکم (پنچ) تھے ۵۲ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی ان سے (۳۶۰) حدیثیں مروی ہیں سعید بن مسیب وغیرہ ان کے شاگرد تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

ابو عمر یا ابو عمارہ کنیت تھی، لشکر غزوہ بدر میں ان کو رسول کریم نے بوجہ کم سنی علیحدہ کر دیا تھا یہ

[1] اصابہ [2] اعلام الموقعین ۳۵۴ [3] مسند احمد [4] [5] طبقات ابن سعد

Marfat.com

یہ سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے اور چودہ غزوات میں شامل رہے ملک رے انہوں نے ہی فتح کیا جنگ جمل و جنگ صفین و نہروان میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے آخر کوفہ میں سکونت اختیار کی اور بزمانہ مصعب بن زبیر وفات پائی ان سے (۳۰۵) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُبیّ بن کعبؓ رضی اللہ عنہ

اُبی نام۔ ابو المنذر وابو الطفیل کنیت، لقب اقراء القوم، حضرت عمر ان کو سیّد المسلمین کہا کرتے تھے، مدینہ کے قبیلہ بنو نجار کے خاندان معاویہ (جو بنی جدیلہ میں مشہور تھا) سے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے، بدر سے لے کر طائف تک کے تمام غزوات میں شریک رہے رسول کریم کے کاتب تھے حضور نے ان کو عامل صدقہ بھی مقرر کیا تھا حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے حضرت عثمان نے ان کو ترتیب قرآن پر مامور کیا تھا ان سے (۱۶۴) حدیثیں مروی ہیں جمعہ کے دن ۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام۔ ابو عبد اللہ وابو عمر کنیت، ذوالنورین و غنی لقب، ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے، ۳۴ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے یہ سینتیسویں مسلمان تھے، عشرہ مبشرہ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان سے بیاہی گئیں، یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے ۴ محرم یوم دوشنبہ ۲۴ھ میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے ۳۵ھ میں شہید ہوئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا تو لوگوں نے ان کو جنگ کا مشورہ دیا انہوں نے کہا مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ رسول کریم کا خلیفہ بنوں اور آپ کی اُمت کا خون بہاؤں[1] ان کے عہد میں فتوحات فاروقی کی تکمیل ہوئی مسلمانوں کے ساتھ وہ نرمی غیروں کے ساتھ یہ سختی، حضرت عثمان کا یہ قول و فعل آیہ کریمہ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ) محمد اللہ کے رسول ہیں اُن کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں) کی صحیح تفسیر ہے۔

ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب نے روایت کی ہے ان سے ۱۴۶ حدیثیں مروی ہیں۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبد اللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق و عتیق لقب، ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت پر رسول کریم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۷) سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے رسول کریم کے یار غار تھے عشرہ مبشرہ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے تھے حضور کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ تھے، حضور کی وفات کے بعد ۱۲ ربیع الاول یوم شنبہ ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور ۲۲ جمادی الثانی شب سہ شنبہ ۱۳ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی ابوبکر ابتدائے اسلام ہی سے رسول کریم کے ساتھ رہتے وعظ کہتے، خطبہ دیتے اور مسائل بتاتے تھے شیخ منصور بن عبد الجبار سمعانی مروزی شافعی نے اپنی کتاب تقدیم الادلہ میں ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ عالم تھے کیوں کہ ابوبکر شروع ہی سے رسول کریم کے ساتھ خطبہ دیتے، فتوے دیتے تھے اور امر و نہی کرتے تھے، جس جگہ جاتے تھے وہیں لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے ان سے (۱۴۲) حدیثیں مروی ہیں (۲۲) بخاری میں، صحاح کی باقی کتابوں میں اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں باقی روایات ہیں ان سے جلیل القدر اصحاب عمر، عثمان، علی، عبد الرحمن بن عوف و حضرت عائشہ و اسماء بنت ابی بکر صحابیات نے تابعین میں سے اسلم مولی بن الخطاب اور واسط وغیرہ نے روایت کی ہے، انھوں نے خود حضرت عمر و عبد اللہ ابن مسعود وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے، یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے۔

حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ رسول کریم کی قرابت کا خیال مجھ کو اپنے حقوق قرابت سے زیادہ ہے (بخاری)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

کنیت ابوسعید یا ابوعبد اللہ یا ابوعبد الرحمن، اصل باشندے بصرہ کے تھے جب ان کے والد کا انتقال ہوگیا تو ان کی والدہ ان کو لے کر مدینہ آگئیں اور مری بن شیبان بن ثعلبہ انصاری سے نکاح کر لیا، رسول کریم جہاد کے لئے لشکر مرتب فرمارہے تھے یہ بھی پیش ہوئے حضور نے بوجہ کم سنی ان کو منع کر دیا، انھوں نے کہا فلاں لڑکے کو حضور نے شامل فرمایا ہے میری اس کی کشتی کرائی جائے اگر میں اس کو پچھاڑ لوں تو مجھ کو شامل کر لیا جائے حضور نے اجازت دے دی کشتی ہوئی انھوں نے

Marfat.com

پچھاڑ دیا حضور نے ان کو شامل افواج کر لیا انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں رسول کریم کے عہد میں لڑکا تھا میں حضور سے حدیثیں یاد کیا کرتا تھا اور مجھکو بیان کرنے سے کوئی چیز منع نہ کرتی تھی۔

یہ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے آخر بصرہ میں سکونت اختیار کی امام ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں بہت کچھ علم ہے انہوں نے حدیثیں جمع کیں تھیں اور لکھی تھیں ان سے (۱۲۳) حدیثیں مروی ہیں ۵۹ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

رملہ نام۔ ام حبیبہ کنیت، ابوسفیان کی بیٹی، امیر معاویہ کی بہن تھیں۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابوالعاص حضرت عثمان کی پھوپھی تھیں، بعثت نبوی سے سترہ سال قبل پیدا ہوئیں، اول عبداللہ ابن جحش اسدی سے نکاح ہوا، شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کر حبشہ کو ہجرت کی وہاں جا کر عبداللہ عیسائی ہو گیا یہ اسلام میں قائم رہیں، عبداللہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی عبداللہ ایک دن شراب پی کر عالم مستی میں مر گیا[1] بعد ختم عدت رسول کریم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس ان کے نکاح کا پیغام دیکر بھیجا، نجاشی نے اپنی کنیز ابرہہ نام کی معرفت ان سے دریافت کیا انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا نجاشی نے شام کے وقت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو جو وہاں موجود تھے جمع کر کے چار سو دینار مہر پر نکاح پڑھ دیا اور مہر حضور کی طرف سے خود ادا کر دیا بعد نکاح یہ جہاز میں سوار ہو کر آئیں، مدینہ کی بندرگاہ میں اتریں آنحضرت اس وقت خیبر میں تھے یہ ۶ھ کا واقعہ ہے اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی ۷۳ سال کی عمر میں ۴۴ھ میں اپنے بھائی امیر معاویہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ مدینہ میں حضرت علی کے مکان ہی میں دفن ہوئیں[2] ان سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں ان میں دو متفق علیہ ہیں ایک افراد مسلم سے ہے انکے راوی ان کی دختر حبیبہ (شوہر سابق کی اولاد) اور ان کے بھائی معاویہ، عتبہ، بنان ابوسفیان، وعروہ ابن زبیر ہیں، ان کے فتوی کی تعداد بقدر ایک رسالہ کے ہے۔

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی تھیں بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں ان کی والدہ زینب بنت مظعون تھیں ان کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں شوہر

[1] زرقانی [2] استیعاب

کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی جنگ بدر سے ان کے شوہر زخمی ہو کر آئے پھر جانبر نہ ہو سکے۔
بعد عدت ۳ھ میں رسول کریم سے نکاح ہوا شعبان ۴۵ھ ہجری میں بعہد حکومت امیر معاویہ (۶۳)
سال کی عمر میں وفات پائی، بوقت وفات اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر کو بلا کر وصیت کی کہ
غابہ (مقام کا نام قریب مدینہ) کی جائداد (جس کو حضرت عمران کی نگرانی میں دے گئے تھے) وقف
ہے بعض نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۲۷ھ میں بعہد خلافت حضرت عثمان ہوئی لیکن یہ صحیح
نہیں ہے، یہ روایت اس طرح پیدا ہوئی کہ وہب بن مالک سے روایت ہے کہ جس سال
افریقہ فتح ہوا اسی سال حضرت حفصہ کی وفات ہوئی، افریقہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۲۷ھ
میں فتح ہوا اس لئے یہی ان کا سال وفات سمجھا گیا لیکن افریقہ دو مرتبہ فتح ہوا ہے، دوبارہ اس کو
معاویہ بن خدیج نے بعہد امیر معاویہ فتح کیا یہ عالمہ الدہر و قائم اللیل تھیں ان سے (۶۰) روائتیں
ہیں ان میں چار متفق علیہ ہیں اس کے راوی عبداللہ بن عمر اور بعض اصحاب اور تابعین ہیں
ان کو سارا قرآن حفظ تھا لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، ان کے فتاوٰی کی تعداد ایک رسالہ کے قریب ہے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

اسماء نام۔ ذات النطاقین لقب، ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں ہجرت سے (۲۷) سال قبل مکہ میں
پیدا ہوئیں حضرت زبیر سے ان کا نکاح ہوا اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں۔ ان کے مسلمان ہونے
سے مسلمانوں کی تعداد اٹھارہ ہو گئی، جب رسول کریم اور حضرت ابوبکر ہجرت کو روانہ ہوئے تو
انہوں نے ناشتہ تیار کیا اور اپنا نطاق پھاڑ کر ناشتہ دان کو باندھا اسلئے ان کا لقب ذات
النطاقین ہوا جب یہ مدینہ ہجرت کر کے آئیں تو قبا میں عبداللہ پیدا ہوئے اور رسول کریم
کے حضور میں پیش کئے گئے، حضور نے عبداللہ کو گود میں لیا اور اپنا لعاب دہن چوسا یا اور
دعا فرمائی جب عبداللہ بن زبیر مکہ پر قابض تھے اور عبدالملک مروان خلیفہ تھا تو خلیفہ کی
فوج نے مکہ کا محاصرہ کیا، عبداللہ ماں کے پاس گئے یہ بیمار تھیں، ماں بیٹوں میں اس طرح گفتگو
ہوئی عبداللہ کیا حال ہے۔

اسماء ۔ بیمار ہوں۔

عبداللہ، آدمی کو موت کے بعد ہی آرام ملتا ہے،

اسماء ۔ شاید تمہیں میرے مرنے کی تمنا ہے میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی، میری آرزو یہ ہے کہ یا تو

لے نزد ثانی

تم لڑ کر میرے سامنے شہید ہو جاؤ میں صبر کروں یا تم کامیاب ہو تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں عبد اللہ یہ سن کر ہنس کر چلے گئے جب شہادت کا وقت قریب آیا تو عبد اللہ پھر ماں کے پاس آئے یہ مسجد میں بیٹھی تھیں، عبد اللہ نے صلح کے متعلق رائے دریافت کی، انہوں نے کہا بیٹا قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں عبد اللہ یہ سن کر چلے گئے اور مردانہ وار لڑ کر شہید ہو گئے، حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا، تین دن بعد اسماء اس طرف گئیں بیٹے کی لاش کو الٹا لٹکا دیکھ کر بولیں، اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا[۱]

حجاج نے ان کو بلانے کو آدمی بھیجا انہوں نے انکار کیا، اس نے کہلا بھیجا سیدھی طرح چلی آؤ ورنہ آدمی بھیجوں گا جو بال گھسیٹ کر لائے گا، انہوں نے پھر بھی انکار کیا حجاج غصہ میں بھرا ہوا خود چلا آیا اور کہا میں نے دشمن خدا (عبد اللہ بن زبیر) کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

اسماء نے کہا تو نے ان کی دنیا بگاڑی انہوں نے تیری عقبیٰ خراب کی، تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہا کرتا تھا واللہ میں ذات النطاقین ہوں میں نے نطاق پھاڑ کر آنحضرت اور ابوبکر کا کھانا باندھا تھا اور دوسرے سے اپنی کمر لپیٹی تھی، میں نے آنحضرت کو یہ کہتے سنا ہے ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا، چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی اور ظالم تو ہے حجاج یہ سن کر خاموش چلا گیا[۲]

چھ دن کے بعد خلیفہ کا حکم پہونچا تو حجاج نے حضرت ابن زبیر کی لاش یہود کے قبرستان میں پھکوا دی اسماء نے ان کی لاش منگوا کر غسل دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کی ایک ہفتہ بعد خود بھی وفات پائی یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کا ہے اس وقت ان کی عمر سو برس کی تھی ان کے چار بیٹے تین بیٹیاں تھیں[۳]

ان سے ۵۶ حدیثیں مروی ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں ان کے راوی عبد اللہ بن عباس ان کے بیٹے عبد اللہ و عروہ اور پوتے عباد بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عروہ، فاطمہ بنت المنذر بن زبیر عباد بن حمزہ عبد اللہ بن زبیر وغیرہ ہیں محمد بن منکدر اور وہب بن کیسان نے بھی ان سے روایت کی ہے، آنحضرت کا جبہ حضرت عائشہ نے ان کے سپرد کیا تھا یہ اس کو دھو کر بیماروں کو پلاتیں وہ اس سے شفا پاتے[۴]

ایک دن حجاج منبر پر بیٹھا تھا، حضرت اسماء اپنی کنیز کے ساتھ پہونچیں دریافت کیا امیر کہاں ہے لوگوں نے بتایا یہ ہے اس کے پاس گئیں حجاج نے کہا تمہارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلا رکھا تھا اس لئے خدا نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا انہوں نے کہا تو جھوٹا ہے وہ ملحد نہ تھا صائم اور

---

[۱] اسد الغابہ و استیعاب [۲] مسلم [۳] تاریخ طبری الیافعی، الفضہ [۴] مسند احمد

Marfat.com

قائم اللیل تھا[1] اسماء نہایت سخی، بہادر، صاف گو، حق پسند، خوددار، عابدہ، زاہدہ صابرہ شاکرہ تھیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

اصحاب صفہ میں سے تھے بعض غزوات میں شریک رہے حضور کے بعد شام چلے گئے (۹۸) سال کی عمر میں ۸۵ھ میں بیت المقدس میں وفات پائی ان سے ۵۶ حدیثیں مروی ہیں۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

برہ نام تھا، رسول کریم نے میمونہ رکھا، ان کے باپ حارث بن حزن قبیلہ قریش سے تھے، اور ان کی ماں ہند بنت عوف قبیلہ حمیر سے تھیں، ان کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا اس نے طلاق دے دی تو ابو رہم بن عبد العزیٰ سے نکاح ہوا۔ ابو رہم کا ۷ھ میں انتقال ہو گیا ذی قعدہ ۷ھ میں رسول کریم سے نکاح ہوا، حضرت عباس متولی نکاح تھے، مقام سرف میں (مکہ سے دس میل پر ایک موضع ہے) رسم عروسی ادا ہوئی۔ یہ آنحضرت کا آخری نکاح تھا ۵۱ھ میں مقام سرف ہی میں ان کی وفات ہوئی جس مقام پہ ان کا انتقال ہوا تھا وہ مقام میمونہ کر کے مشہور ہے حضرت عبد اللہ بن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت عائشہ نے ان کے اتقا اور اخلاق کی تعریف کی ہے ان سے (۴۶) حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے سات متفق علیہ ہیں ایک انفراد بخاری ایک انفراد مسلم، ان کے راوی عبد اللہ بن عباس وغیرہ صحابہ میں سے عطا اور سلیمان بن یسار تابعین میں سے ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

فاختہ نام، ام ہانی کنیت، رسول کریم کی چچا زاد بہن اور حضرت علی کی حقیقی بہن تھیں، ان کا نکاح ہبیرہ بن عمرو مخزومی سے ہوا تھا ۸ھ میں بعد فتح مکہ مسلمان ہوئیں۔ امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی (مسند احمد) ان سے (۴۶) حدیثیں مروی ہیں، صحابہ میں عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن حارث بن نوفل نے بھی ان سے روایت کی ہے تابعین میں سے شعبی عطا مجاہد عروہ وغیرہ ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

بلال نام، کنیت ابو عبد اللہ یا ابو عمر، بعض نے عبد الکریم بھی لکھا ہے، حبشہ کے باشندے

[1] مسند احمد

تھے، اُمیہ بن خلف کے غلام تھے، ان کے باپ کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، ان کے ایک بھائی تھے خالد نام ابو رو عہ کنیت وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے آخر میں دونوں بھائی شام میں رہتے وہیں وفات پائی بلال سنہ ھ میں چالیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے، یہ پانچویں مسلمان تھے چوں کہ ان کا آقا اشد کافر تھا اس لئے خفیہ ایمان لائے جب اس کو خبر ہوئی تو اس نے سخت اذیت دینی شروع کی، دوپہر میں گرم ریت پر ننگا لٹا کر گرم پتھر چھاتی پر رکھ دیتا اور لات وعزیٰ کی عظمت بیان کرو یہ احد احد کہتے، رسول کریم ان کا حال دیکھ کر بے حد متاسف ہوتے، ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس کچھ ہوتا تو بلال کو خرید لیتے حضرت ابوبکر یہ سن کر ان کے آقا کے پاس پہونچے اور اس کو سمجھایا کہ اس قدر ظلم نہ کرنا چاہیئے اس نے کہا تم لوگوں نے اس کو بہکا کر بگاڑ دیا، اب یہ میرے کام کا نہیں رہا تمہیں رحم آتا ہے تو خرید لو حضرت ابوبکر نے ایک غلام اور کچھ روپیہ دیکر بلال کو خرید لیا اور آزاد کر دیا یہ جنگ بدر میں شریک تھے اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو دیکھکر انہوں نے غل مچایا، مسلمانو یہ دشمن اسلام اُمیہ بن خلف جانے نہ پائے چنانچہ مسلمانوں نے اس کو اس کے بیٹے کو قتل کر دیا، بلال رسول کریم کے مؤذن تھے، غزوہ ذی امر میں حضور نے ان کو دشمن کی قرار گاہ دیکھنے کے لئے بھیجا تھا، خیبر وغیرہ غزوات میں بھی شریک رہے حضرت عمر کے عہد میں ان سے اجازت لے کر شام چلے گئے وہیں اپنا اور اپنے بھائی کا نکاح کیا، جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لے گئے تو یہ بھی ملنے آئے حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے ان سے اذان کی فرمائش کی انہوں نے اذان کہی صحابہ کو رسول کریم کا زمانہ یاد آگیا بیتاب ہو کر رونے لگے، جنگ قیساریہ میں قسطنطین نے سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن العاص کے پاس پیغام بھیجا کہ صلح کی گفتگو کے لئے ایک سردار کو بھیجو حضرت بلال نے کہا میں جاؤں گا، حضرت عمرو بن العاص نے اجازت دے دی، بلال قمیص پہنے ہوئے تھے سر پر صوف کا عمامہ تھا، تلوار اور توشہ کندھے پر لٹکا یا عصا ہاتھ میں لے کر چلے قسطنطین کے سفیر نے جب یہ دیکھا تو اپنے دل میں کہا مسلمان ہمارے بادشاہ کو کچھ نہیں سمجھتے ایک حبشی غلام کو بھیجا ہے، ان سے کہا تم واپس جاؤ بادشاہ کسی دوسرے سردار سے بات چیت کرنا چاہتا ہے، انہوں نے کہا تمہارے بادشاہ کی ہر بات کا معقول جواب دوں گا، سفیر نے ان کو ٹھہرایا اور بادشاہ سے سب واقعات بیان کئے، بادشاہ نے ان کو واپس کر دیا ساٹھ سال کی عمر میں سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی، ان سے (۴۴) حدیثیں مروی ہیں حضرت ابوبکر و عمر ابن مسعود و ابن عمر و اسامہ بن زید و جابر و ابو سعید خدری و براء بن عازب و کعب

بن عجرہ وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے اور شام کے بڑے تابعین ان کے راوی ہیں ۔

اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا

نسیبہ نام، ام عطیہ کنیت، ان کے باپ کا نام حارث تھا، ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں سات غزوات میں شریک رہیں مریضوں کی خدمت اور کھانے پینے کا کام کرتی تھیں، زینب بنت رسول کریم کو حضور کے حسب ہدایت انہوں نے ہی غسل میت فرمایا[1] رسول کریم اور حضرت علی کی ان کے حال پر خاص عنایت تھی صحابیات میں ان کا بڑا درجہ تھا[2] انہوں نے رسول کریم اور حضرت عمر سے حدیثیں روایت کی ہیں ان سے امام ابن سیرین و حفصہ بنت سیرین و عبد الملک بن عمرو، وعلی ابن الاقمر وغیرہ نے روایت کی ہے ان کی مرویات کی تعداد (۴۱) ہے ۔

اقلین

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایت
(۱)	زبیر	۳۸	(۱۴)	خولہ بنت حکیم	۱۵
(۲)	فاطمہ بنت قیس	۳۸	(۱۵)	ثابت بن ضحاک	۱۴
(۳)	خباب بن الارت	۳۲	(۱۶)	معاویہ بن حکیم سلمی	۱۳
(۴)	عیاض بن حماد تیمی	۳۰	(۱۷)	عروہ بن جعدہ الاسدی	۱۳
(۵)	مالک بن ربیعہ ساعدی	۲۸	(۱۸)	بسرہ بنت صفوان	۱۱
(۶)	عبد اللہ بن سلام	۲۵	(۱۹)	عروہ بن مضرس	۱۰
(۷)	فضل بن عباس	۲۵	(۲۰)	مجمع بن یزید	۱۰
(۸)	ام قیس بنت محصن	۲۴	(۲۱)	سلمہ بن قیس	۷
(۹)	عامر بن ربیعہ	۲۲	(۲۲)	قتادہ بن نعمان	۷
(۱۰)	ربیع بنت معوذ	۲۱	(۲۳)	قبیصہ بن مخارق عامری	۶
(۱۱)	اسید بن حضیر اشہلی	۱۸	(۲۴)	عاصم بن عادی قضاعی	۶
(۱۲)	خالد بن ولید	۱۸	(۲۵)	سلمہ بن نعیم اشجعی	۵
(۱۳)	عمرو بن حریث	۱۸	(۲۶)	مالک بن صعصعہ	۵

[1] صحیح بخاری [2] استیعاب

Marfat.com

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۲۷)	سائب بن خلاد	۵	(۳۴)	کعب بن عیاض اشعری	۲
(۲۸)	محجن بن ادرع	۵	(۳۵)	کلثوم بن حصین غفاری	۲
(۲۹)	خفاف غفاری	۵	(۳۶)	دحیہ کلبی	۲
(۳۰)	ذو مخبر حبشی	۵	(۳۷)	جمانہ بنت وہب	۲
(۳۱)	مالک بن ہبیرہ کندی	۴	(۳۸)	مالک بن یسار	۱
(۳۲)	زید بن حارثہ	۴	(۳۹)	عبداللہ بن زمعہ	۱
(۳۳)	ثابت بن ذریعہ	۲	(۴۰)	کلثوم بن علقمہ	۱

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

زبیر نام۔ ابوعبداللہ وابوطاہر کنیت، ان کا سلسلہ نسب چار واسطوں کے بعد رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے، رسول کریم کے پھوپھی زاد بھائی اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، حضرت ابوبکر کے داماد تھے، یعنی رسول کریم کے ہمزلف بھی تھے، عشرہ مبشرہ اصحاب بدر واحد وبیعت الرضوان میں سے تھے، رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں زبیر میرا حواری ہے ۳۶ھ میں جنگ جمل میں میدان جنگ سے دور شہید ہوئے یہ جنگ سے دست بردار ہو کر حضرت علی سے صلح کر کے واپس جا رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کو شہید کر دیا اور ان کی تلوار لیکر حضرت علی کے پاس آیا، حضرت علی نے تلوار دیکھ کر افسوس سے کہا یہ وہ تلوار ہے جو مدتوں رسول کریم کی خدمت کر چکی ہے، یہ سنکر قاتل نے خودکشی کر لی ان سے (۳۸) حدیثیں مروی ہیں

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

یہ قدیم الاسلام ہیں، ان کے باپ کا نام قیس بن خالد اور ماں کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا، اس نے طلاق دے دی تو حضرت اسامہ سے نکاح ہوا اول اول جن عورتوں نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی ان میں یہ بھی تھیں، حضرت عمر کی شہادت کے بعد انتخابات خلافت کا جلسہ انہیں کے مکان میں ہوا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد وفات پائی ان سے (۳۴) حدیثیں مروی ہیں، ان کے راوی قاسم بن محمد وسعید بن مسیب

Marfat.com

وسلیمان بن یسار و شعبی و نخعی ہیں۔

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ

مدینہ کے قبیلہ بنی نجار سے تھیں، ان کی دادی کا نام عفراء تھا، عفراء کی تمام اولاد اسی کے نام سے مشہور ہے، یہ غزوات میں شریک ہوتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ اور میدان جنگ میں پانی پلاتی تھیں، ایاس بن بکیر قریشی سے ان کا نکاح ہوا تھا بیعت الرضوان میں بھی شریک تھیں، غزوہ احد میں انہوں نے شہدا کو میدان سے اٹھا کر مدینہ پہونچایا (بخاری وابو داؤد) حضرت عبد اللہ بن عباس و امام زین العابدین ان سے مسائل دریافت کرتے تھے ان سے (۲۱) حدیثیں مروی ہیں، سلیمان بن یسار، نافع وغیرہ ان کے راوی ہیں، ان کے باپ معوذ نے جنگ بدر میں ابوجہل کو قتل کیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہا

ابو سلیمان و ابو الولید کنیت، قریش کے خاندان بنی مخزوم سے تھے ام المومنین حضرت میمونہ کے بھانجے تھے، ان کی والدہ کا نام لبابہ صغری تھا ۶ھ میں مسلمان ہوئے، عرب کے مشہور بہادروں اور اسلام کے مشہور فاتحین سے ہیں، ان کے حالات سے تاریخیں بھری پڑی ہیں کئی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ۸ھ میں سریہ موتہ کی فتح پر رسول کریم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا ۲۱ھ میں وفات پائی ان سے (۱۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

زمانہ جاہلیت میں یہ بچے تھے ان کو ڈاکو پکڑ لائے اور بازار عکاظ میں فروخت کر دیا، حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین خدیجہ کی نذر کر دیا جب حضرت خدیجہ سے رسول کریم کا عقد ہو گیا تو انہوں نے حضور کی نذر کر دیا یہ تیسرے مسلمان تھے، حضور ان سے بے حد محبت کرتے تھے یہاں تک کہ یہ حضور کے متبنی مشہور تھے ان کے والد کو جب معلوم ہوا کہ زید مکہ میں ہے تو ان کو لینے کے لئے آئے، بہت کہا لیکن انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت سے علیحدہ ہونا پسند نہ کیا، رسول کریم نے ان کا نکاح اپنی لونڈی ام ایمن سے کر دیا تھا، ان سے حضرت اسامہ بن زید پیدا ہوئے

Marfat.com

دوسرا نکاح حضور نے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینب سے کرا دیا تھا ان کی اُن سے نہ بنی انہوں نے طلاق دے دی یہ غزوہ موتہ میں ۸ھ میں شہید ہوئے ان سے چار حدیثیں مروی ہیں۔

فہرست جدید

کتب سیر و تاریخ و حدیث میں جو فہرست اُن اصحاب کی اور ان کے مرویات کی منقول ہے جن کی روایات شمار کی گئی ہیں اور ان کو محدثین نے چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے یعنی مکثرین، متوسطین، مقلین اقلین، وہ فہرست نقل کر دی گئی، لیکن بعض متفرق کتب سے بعض اور اصحاب کی روایات کی تعداد بھی معلوم ہوتی ہے میں نے اپنی معلومات کی موافق اُن کی یہ فہرست مرتب کی ہے۔

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	کیفیت
(۱)	شداد بن اوس	۵۰	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے۔
(۲)	عبد اللہ بن زبیر	۳۳	دو متفق علیہ (۶) افراد بخاری (۲) افراد مسلم انہوں نے رسول کریم کے علاوہ حضرت عائشہ حضرت عمر، حضرت زبیر حضرت علی وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے تابعین میں عبادہ وعروہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔
(۳)	ام الفضل بنت حارث	۳۰	عم رسول حضرت عباس کی بیوی اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی والدہ تھیں ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن تھیں، حضرت خدیجہؓ کے بعد مسلمان ہوئیں[1] حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اپنے شوہر حضرت عباس سے پہلے وفات پائی ان سے ان کے بیٹوں حضرت انس نے روایت کی ہے۔
(۴)	عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری	۲۷	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے۔
(۵)	حضرت فاطمہ زہرا	۱۸	" " " " "
(۶)	عبد الرحمن بن شبل	۱۴	قبیلہ اوس سے تھے، انصار کے نقیبوں میں یہ بھی تھے[2] رسول کریم کے بعد حمص میں سکونت اختیار کی عہد امیر معاویہ میں وفات پائی امیر معاویہ نے ان کو لکھا کہ جو حدیثیں آپ نے

۱ طبقات ابن سعد ۲ الاصابہ

Marfat.com

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	کیفیت
			سنی ہوں اُن سے لوگوں کو آگاہ کر دیں ۔ ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ میں ان کی حدیثیں ہیں ان کے راوی تمیم بن محمود اور اسود ہیں ۔
(۷)	امام حسن رضؓ	۱۳	ان کی کل روایات کا شمار نہیں ہوا براہ راست رسول کریم سے انہوں نے تیرہ روائتیں کی ہیں ان کے حالات لکھے جائیں گے ۔
(۸)	ام المومنین زینب بنت جحش	۱۱	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے ۔
(۹)	ام المومنین صفیہ	۱۰	ایضاً
(۱۰)	امام حسین رضؓ		حسب کیفیت ۷ رسول کریم سے براہ راست آٹھ روائتیں کی ہیں ۔
(۱۱)	عبد اللہ بن زید انصاری	۸	ابو محمد کینت، صاحب الاذان تھے قبیلہ خزرج سے تھے زید بن ثعلبہ صحابی کے بیٹے تھے انہوں نے خواب میں اذان کا طرز و الفاظ دیکھے تھے ایسا ہی خواب حضرت عمر نے دیکھا تھا لیکن انہوں نے سب سے پہلے بیان کیا اس لئے صاحب الاذان لقب ہوا بدر میں شریک تھے فتح مکہ کے دن بنو حارث میں خزرج کا علم رسول کریم نے ان کو عطا فرمایا تھا (۶۴) سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی حافظ ابن حجر نے ان کی سات حدیثیں لکھی ہیں، امام بخاری و ترمذی نے صرف ایک حدیث اذان لکھی ہے، ان کے راوی سعید بن مسیب اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں ۔
(۱۲)	ام المومنین جویریہ	۷	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے ۔
(۱۳)	ام المومنین سودہ	۵	ایضاً

حضرت شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ

ابو یعلیٰ و ابو عبد الرحمن کینت، قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے حضرت حسان بن ثابت مشہور

شاعر کے بھتیجے تھے، ان کے باپ کا نام اوس بن ثابت تھا، ان کی والدہ صرمیہ نام بنو نجار کے خاندان عدی سے تھیں، ان کے والد عقبہ ثانیہ اور بدر میں شریک تھے، احد میں شہید ہوئے یہ خود جنگ بدر میں باوجود کم سنی شریک تھے، حضور کی وفات کے بعد فلسطین، بیت المقدس حمص وغیرہ میں مقیم رہے ۵۸ھ میں بعمر ۷۵ سال وفات پائی بیت المقدس میں دفن ہوئے ان سے (۹) حدیثیں مروی ہیں ان کے راوی محمد بن الربیع و بشیر بن کعب وغیرہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ

ابوموسیٰ کنیت قبیلہ اوس سے تھے ان کے باپ یزید بن زید بھی صحابی تھے، باپ بیٹے ساتھ مشرف باسلام ہوئے بیعت الرضوان میں شریک تھے اس وقت ان کی عمر ۱۷ سال تھی اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے حضرت علی کے عہد کی لڑائیوں میں حضرت علی کے ساتھ شریک تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو مکہ میں نائب بنایا اور ۶۵ھ میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، امام شعبی ان کے میر منشی تھے، اسی زمانہ میں وفات پائی ان سے (۲۷) روایتیں مروی ہیں بعض بلاواسطہ رسول کریم سے ہیں بعض حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت وغیرہ اصحاب سے ان کے راوی ان کے بیٹے موسیٰ اور امام ابن سیرین وغیرہ ہیں

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

فاطمہ نام، زہرا لقب، رسول کریم کی چھوٹی صاحبزادی تھیں نبوت سے پانچ سال قبل ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئیں (۱۸) سال کی عمر میں ذی الحجہ ۲ھ ہجری میں حضرت علی سے نکاح ہوا، رسول کریم کو ان سے بے حد محبت تھی آپ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی[1] اور ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کی عورتوں کو تقلید کے لئے مریم (والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام) خدیجہ (ام المومنین) فاطمہ (بنت رسول کریم) آسیہ (زوجہ فرعون) کافی ہیں اور ارشاد ہے سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ (فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں[2] حضرت عائشہ نے بھی ان کی صداقت و تقویٰ وطہارت کی تعریف کی[3] حضور سے چھ ماہ بعد تیسری رمضان ۱۱ھ میں بروایت صحیح (۲۹) کی عمر میں وفات پائی[4] پہلے عورت و مرد کا جنازہ ایک ہی طرح کا ہوتا تھا، عورتوں کے جنازہ

---

[1] بخاری [2] ترمذی [3] استیعاب [4] زرقانی

کا پردہ بنانا ان کے ہی جنازے سے شروع ہوا تھا، انہوں نے قبل وفات اسماء بنت عمیس سے کہا کھلا جنازہ لیجانے میں بے پردگی ہے اسماء نے کہا میں نے حبش میں یہ طریقہ دیکھا ہے اور چند لکڑیاں منگا کر ان پر کپڑا تان کر دکھایا، انہوں نے پسند کیا، ان کی قبر کے متعلق اختلاف ہے لیکن صحیح روایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دار عقیل میں دفن ہوئیں (طبقات ابن سعد وحاشیۃ الجنازیہ) تین لڑکے حسن۔ حسین۔ محسن اور دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب ان کی اولاد تھے۔

محسن نے بچپن میں وفات پائی، باقی تاریخ اسلام میں مشہور رہیں، ان کی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ان سے (۱۸) حدیثیں مروی ہیں، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت علی، حضرت انس، حضرات حسنین ان کے راوی ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حسن نام، ابو محمد کنیت، سید ونقی لقب، رمضان ۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے، رسول کریم کے نواسے، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت علی کے بڑے صاحب زادے تھے رسول کریم سے بہت مشابہ تھے[1]، حضرت علی کے بعد ۴۰ھ میں خلیفہ ہوئے، چھ مہینے بعد خلافت سے دست بردار ہو گئے اور امیر معاویہ سے بیعت کر لی ۴۹ھ میں ۴۶ سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی انہوں نے حدیثیں بھی جمع کی تھیں[2] ایک دن حضرت ابو بکر راستے سے گذر رہے تھے حضرت حسن کھیل رہے تھے حضرت ابو بکر نے ان کو کاندھے پر سوار کر لیا اور کہا میرا باپ تم پر قربان رسول کریم کے ہمشکل ہو[3] ان کی مرویات کی تعداد تیرہ ہے کچھ براہ راست رسول کریم سے کچھ حضرت علی وغیرہ سے، ان سے حضرت عائشہ وحسن بن حسن وامام ابن سیرین نے روایت کی ہے۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

برہ نام تھا، رسول کریم نے زینب نام رکھا، ام الحکم کنیت تھی، ان کے باپ جحش بن رباب قریش کے قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تھے۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب تھیں، امیمہ رسول کریم کی حقیقی پھوپھی تھیں یہ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئیں، پہلا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا انہوں نے ایک سال کے بعد طلاق دے دی اس کے بعد ذی قعدہ ۵ھ میں رسول کریم سے نکاح ہوا ان کے مہر میں حضور نے دس دینار ساٹھ درہم ایک اوڑھنی ایک کرتہ ایک چادر پچاس

---

[1] طبرانی [2] تہذیب التہذیب [3] مسند احمد بن حنبل

دو گیہوں تیس صاع خرمے خشک بھیجے، اس وقت ان کی عمر (۳۰) سال تھی سنہ ۲۰ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں دفن ہوئیں، حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ نے ان کے اتقا کی تعریف کی ہے، یہ نہایت سخی تھیں، جب ان کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء و مساکین میں پریشانی پھیل گئی ان سے (۱۱) حدیثیں مروی ہیں ان میں سے (۹) متفق علیہ ہیں ان سے ام المومنین ام حبیبہ نے بھی روایت کی اور ان کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن جحش ان کے راوی ہیں۔

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

زینب نام، ان کا باپ حیی بن اخطب حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا اور قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا۔ ان کی ماں ضرد نام بنی قریظہ کے رئیس سموال کی بیٹی تھیں ان کا نکاح سلام ابن مشکم القرظی سے ہوا تھا، اس نے طلاق دے دی تو کنانہ ابی الحقیق سے ہوا (کنانہ خیبر کے رئیس اور تاجر ابو رافع کا بیٹا تھا) کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا زینب کے باپ اور بھائی بھی مارے گئے یہ گرفتار ہو کر آئیں، حضرت دحیہ کلبی صحابی نے رسول کریم سے ایک لونڈی طلب کی آپ نے زینب ان کو دے دی اس پر ایک صحابی نے کہا یہ رئیسہ بنو نضیر اور بنو قریظہ ہے اس کے ساتھ عام قیدیوں کا سلوک نہ کیجئے یہ آپ کے سزاوار ہے، حضور نے دحیہ کو دوسری لونڈی دے دی اور زینب کو آزاد کر کے نکاح کر لیا اس وقت ان کی عمر (۱۷) سال تھی، مال غنیمت کے اس حصہ کو جو سردار کے لئے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے چوں کہ یہ آنحضرت کے حصہ میں آئیں اس لئے صفیہ مشہور ہوئیں سنہ ۳۵ھ میں جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے حضرت عثمان کی مدد کی۔ رمضان سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی، جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں بوقت وفات ان کی عمر (۶۰) سال تھی یہ نہایت عاقلہ و فاضلہ تھیں۔ ان سے دس حدیثیں مروی ہیں ان میں ایک متفق علیہ ہے امام زین العابدین ان کے راوی ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین نام ابو عبداللہ کنیت سید و شہید لقب، ۵ شعبان سنہ ۴ھ ہجری بروز شنبہ پیدا ہوئے حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی کے دوسرے صاحبزادے تھے محرم سنہ ۶۱ھ میں کربلا میں

Marfat.com

شہید کئے گئے، ان کے حالات بالتفصیل کتب تاریخ میں مذکور ہیں اور متعدد سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ان کی رسول کریم سے براہ راست آٹھ روایتیں ہیں اور روایات بھی ہیں جو حضرت علی و حضرت عمر و حضرت فاطمہ وغیرہ سے ہیں ان کے راوی علی ابن امام حسینؓ زید بن امام حسنؓ اور ان کی بیٹیاں سکینہ و فاطمہ اور ان کے پڑپوتے امام باقر ہیں اور امام شعبی وغیرہ بھی ان کے راوی ہیں، ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں آئے بہت سے اصحاب بیٹھے تھے انھوں نے سلام کیا سب نے جواب دیا عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے جب سب خاموش ہو گئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور لوگوں سے کہا میں تمہیں بتا دوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے یہی ہیں جو جا رہے ہیں[۱]

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے حضرت ابن عمر نے لوگوں سے کہا ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کر دیا مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں[۲]

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

برہ نام، حارث بن ابی ضرار قبیلہ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا شوہر نافع بن صفوان (ذی الشفر) بحالت کفر غزوۂ بنی مصطلق میں قتل ہوا، ان کے باپ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول کریم کو خبر پہونچی آپ لشکر لے کر پہونچے حارث فرار ہو گیا لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا آخر مغلوب ہوا، چھ سو آدمی دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں گرفتار ہو کر آئیں ان قیدیوں میں برہ بھی تھیں ان کے باپ نے رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں سردار قبیلہ ہوں میری لڑکی کو لونڈی نہ بنایا جائے حضور نے فرمایا کہ برہ کی مرضی پر منحصر ہے ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا میں رسول کریم کے پاس رہنا چاہتی ہوں حضور نے ان سے نکاح کر لیا اور جویریہ نام رکھا یہ واقعہ ۵ھ ہجری کا ہے حضور سے ان کا نکاح ہونا تھا کہ لوگوں نے تمام قیدی چھوڑ دیئے کہ جس خاندان میں رسول کریم کا نکاح ہوا ہے وہ غلام نہیں ہو سکتا ربیع الاوّل ۵۰ھ ہجری میں بعمر (۶۵) سال وفات پائی بقیع میں دفن ہوئیں۔

ان سے ۷ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے دو افراد بخاری دو افراد مسلم میں ہیں ان کے راوی حضرت ابن عباس و ابن عمر و جابر ہیں۔

---

[۱] اسد الغابہ [۲] ترمذی

Marfat.com

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

سودہ نام ۔ کنیت ام الاسود۔ ان کے باپ زمعہ بن قیس بن عبد شمس قریش کے مشہور قبیلہ عامر بن لوئی سے تھے، ان کی والدہ شموس بنت قیس بن زید مدینہ کے قبیلہ بنی نجار سے تھیں ۔

ان کا نکاح ان کے باپ کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا حضرت سودہ عبد المطلب جد رسول کی والدہ سلمٰی کی بھتیجی ہیں، ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور ہجرت ثانیہ حبشہ میں شریک ہوئیں کئی سال بصرہ میں بسر کر کے مکہ واپس آئیں یہاں آکر ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا، ام المومنین حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد سب سے پہلے رسول کریم نے رمضان ۱۰ نبوت میں چار سو درہم مہر پر ان سے نکاح کیا، ان کے باپ نے خود نکاح پڑھا ان کے بھائی عبد اللہ بن زمعہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ سن کر بہت برہم ہوئے ۔

حضرت سودہ دباغت کے فن میں ماہر تھیں، طائف کی کھالوں کو دباغت دینے کا کام کرتی تھیں ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک تھیلی میں درہم بھر کر بھیجے دریافت کیا کیا ہے، کہا درہم ہیں فرمایا کھجور کی طرح درہم بھی تھیلی میں بھر کر بھیجے جاتے ہیں، سب درہم مساکین کو تقسیم کر دیئے ان کے شوہر سابق سے ایک لڑکا تھا عبد الرحمٰن نام جو جنگ جلولا (فارس) میں شہید ہوا۔

بزمانہ خلافت حضرت عمر ۲۲ھ میں وفات پائی بعض نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے عہد میں ۵۵ھ میں انتقال ہوا، ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک بخاری میں ہے چار دوسری کتابوں میں ان کے راوی حضرت ابن عباس و حضرت زبیر ہیں۔

اہل بیت پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین

علاوہ ازواج مطہرات رسول کریم کے فاطمہ زہرا حضرت علی حضرت حسنین بھی اہل بیت کہلاتے ہیں اور حضرت حسنین کی اولاد میں جو ائمہ گذرے ہیں ان کو ائمہ اہلبیت کہا جاتا ہے بعض ناواقفوں کا یہ خیال ہے کہ کتب حدیث میں حضرت فاطمہ حضرت علی حضرت حسنین وائمہ اہل بیت سے روایتیں نہیں ہیں۔ گذشتہ بیانات سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت فاطمہ و حضرت علی و حضرات حسنین کی تعداد روایت ساڑھے چھ سو سے زیادہ ہے اسی قدر تعداد روایت خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کی ہے، سوائے حضرت عائشہ کے ازواج مطہرات میں سے کسی کی ہے حضرت

Marfat.com

فاطمہ زہرا حضور کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں اس لئے ان کی تعداد روایات کم ہے یعنی (۱۸) اس پر بھی ان کی مرویات ازواج مطہرات میں، زینب، صفیہ، جویریہ سودہ سے زیادہ ہیں جو کہ حضور کے بعد برسوں زندہ رہیں، حضرت علی کی تعداد روایات تینوں خلفا اور تمام اصحاب عشرہ مبشرہ سے زیادہ ہے، امام زین العابدین، امام باقر۔ امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم ان سب کی روایات کتب حدیث میں ہیں امام موسیٰ کاظم کے فتوے مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں ہیں۔ ان کی ایک سند بھی ہے، محدثین وائمہ مجتہدین میں سب سے بڑے امام یعنی، امام اعظم، امام مالک امام سفیان ثوری یہ تینوں امام باقر وامام جعفر صادق کے شاگرد ہیں اصطلاح محدثین میں جو روایت امام زین العابدین کی امام حسینؓ اور ان کی حضرت علی سے ہو اصح الاسانید کہلاتی ہے صحیح بخاری میں حضرت علی کی ۲۹ حضرت ابوبکر کی ۲۲ حضرت عثمان کی ۹ روایات ہیں۔

اختتام بیان صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ میں جو بزرگ حفاظ حدیث تھے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں موجود ہے اس کتاب میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے کہ حفاظ ہی کا تذکرہ ہو بلکہ جماعت صحابہ میں سے جن جن حضرات کے ذکر کی اس کتاب کو ضرورت تھی اس کا بیان بقدر تعارف کر دیا گیا، طبقات رواۃ باعتبار تعداد روایت سلف صالحین نے قائم کئے ہیں جن حضرات کی روایات کا شمار ہو گیا ہے، ان کی فہرست نقل کو دی گئی اور ان فہرستوں میں سے اس کتاب کی ضرورت کے لحاظ سے بعض حضرات کا ذکر کر دیا گیا ہے، آخر میں ایک جدید فہرست کا اضافہ کر کے اس میں سے اکثر کا ذکر کر دیا گیا۔ اب چند ایسے صحابہ اور صحابیات کا تذکرہ کرنا ہے جن کی روایات کا شمار نہیں ہوا ہے اور اس کتاب کو ان کے ذکر کی ضرورت ہے، ہر صحابی کے بہت سے شاگرد رہتے ہیں ہم نے بخیال اختصار ایک ایک دو دو نام لکھ دیئے ہیں۔

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلہ سالم سے تھے ان کے باپ کا نام مالک بن عمرو تھا قبا کے قریب مکان تھا اپنے قبیلہ کے سردار تھے غزوہ بدر میں شریک رہے تھے جب نابینا ہو گئے تو غزوات میں شریک نہ ہو سکے حضور نے ان کو مسجد سالم کا امام بنا یا تھا حضرت انس ان کے مکان کو کنز حدیث کہا کرتے تھے، حضرت

Marfat.com

انس نے ان سے روایت کی ہے ان کی حدیثیں صحیحین اور مسند احمد بن حنبل اور مسند ابو داؤد طیالسی میں ہیں۔

حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلہ خزرج سے تھے عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے، عقبہ ثانیہ میں بھی شریک تھے[1] عہد مواخات میں یہ عبدالرحمٰن بن عوف کے بھائی بنائے گئے تھے غزوۂ احد میں شریک ہوئے نیزہ کے بارہ زخم جسم پر تھے، میدان جنگ میں رسول کریم نے فرمایا کوئی سعد بن ربیع کی خبر لائے ابی بن کعب چلے لاشوں میں دیکھا تو یہ سسک رہے تھے، زبان سنبھال کر کہا کہ حضور سے میرا سلام عرض کرنا اور انصار سے کہنا کہ اگر رسول کریم قتل ہو گئے تو تم خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے دفن کے دقت ایک ایک قبر میں دو دو شہید دفن کئے گئے۔ یہ حضرت سعد کے چچا حضرت خارجہ بن ابو زہیر کے ساتھ دفن کئے گئے۔ یہ دولتمند تھے لکھنا بھی جانتے تھے جو حدیث سنتے لکھ لیتے تھے[2]

حضرت سہل بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلہ اوس سے تھے ان کے باپ کا نام ربیع بن عمرو تھا حنظلہ ان کی دادی کا نام تھا یہ نسل اسی کے نام سے مشہور تھی، ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے غزوۂ احد و بیعۃ الرضوان میں شریک تھے حضور کی وفات کے بعد دمشق میں سکونت اختیار کی جامع دمشق میں حدیث کا درس دیا کرتے تھے حضرت ابوالدرداء وامیر معاویہ بھی ان سے حدیث دریافت کیا کرتے تھے امیر معاویہ کے عہد میں دمشق میں وفات پائی۔ قاسم بن عبدالرحمٰن یزید بن ابی مریم شامی ان کے راوی ہیں۔

حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

قبیلہ قریش کے خاندان عدی سے تھیں ان کے باپ کا نام عبداللہ بن عبدشمس تھا، ان کا نام فاطمہ بنت وہب تھا۔ نکاح ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے ہوا ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں رسول کریم ان کے گھر جاتے تو آرام فرماتے اس لئے انہوں نے ایک بچھونا ایک تہبند خاص علیحدہ رکھ چھوڑا تھا، اس سے حضور کا پسینہ جذب ہو جاتا تھا، ان کی اولاد نے اس تبرک کو نہایت احتیاط سے رکھا مگر مروان نے ان سے یہ سب چیزیں چھین لیں[3]

---

[1] [2] [3] اسد الغابہ

یہ عاقلہ فاضلہ تھیں لکھنا بھی جانتی تھیں۔ حضرت عمران سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ان کی رائے کی تعریف کیا کرتے تھے[1] حضرت عمر نے بازار کا انتظام ان کے سپرد کیا تھا[2] انہوں نے آنحضرت و حضرت عمر سے چند حدیثیں روایت کی ہیں ام المومنین حفصہ بھی ان کی راوی ہیں ان کے بیٹے سلیمان اور دو پوتے ابوبکر و عثمان بھی ان کے راوی ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ

خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے حضور علیہ السلام نے کتاب الصدقہ ان کو لکھا کر دی تھی۔ یہ بحرین کے حاکم تھے، ان کا خلافت فاروقی میں وفات پانا بعض نے لکھا ہے لیکن امیر معاویہ کے عہد میں انکا موجود ہونا ثابت ہے کیوں کہ امیر معاویہ سے ان کی ایک معاملہ میں سخت گفتگو ہوئی تھی۔

حضرت ابوشاہ رضی اللہ عنہ

فارسی الاصل تھے۔ یمن کے بادشاہ سیف بن یزن کی مدد کے لئے آئے یمن میں ہی سکونت اختیار کر لی فتح مکہ کے بعد جو حضور نے خطبہ دیا تھا وہ ان کی درخواست پر حضور نے ان کے لئے لکھا دیا تھا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

ابو ثابت و ابوقیس کنیت، سید الخزرج لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھے ان کے باپ کا نام عبادہ بن دلیم بن حارثہ اور ان کی والدہ کا نام عمرہ بنت مسعود تھا حضرت سعد لکھنا پڑھنا جانتے تھے[3]

عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے قریش مکہ کو جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی پکڑ کر لے گئے اور خوب مارا مطعم بن عدی نے چھڑایا[4]

غزوہ ابوا کو جب رسول کریم تشریف لیگئے تو مدینہ میں ان کو خلیفہ بنا گئے غزوہ بدر میں شریک تھے، مشرکین جنگ احد کے لئے جب مدینہ پر چڑھ آئے تو انہوں نے تمام ہتھیار باندھ کر مع چند آدمیوں کے رسول کریم کے مکان کی حفاظت کی[5]۔

جنگ اُحد میں خزرج کا علم حضور نے ان کو عطا کیا تھا اس غزوہ میں جو چودہ اصحاب ثابت قدم رہے ان میں یہ بھی تھے، غزوہ مریسیع میں اوس اور خزرج دونوں کا علم ان کو دیا گیا تھا جنگ بدر

---

[1] اسد الغابہ [2] الاصابہ [3] تہذیب التہذیب [4] طبقات ابن سعد [5] ایضاً

کے لئے جب رسول کریم نے مشورہ کیا تو انصار بھی موجود تھے، حضرت ابوبکر نے پھر حضرت عمر نے رائے دی، رسول کریم نے التفات نہ کیا یہ سمجھ گئے کہ حضور کا مقصد انصار سے رائے لینا ہے، انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں گے تو ہم سمندر کو بھی پامال کر دیں گے[1]

غزوہ خندق میں عیینہ بن حصین نے رسول کریم سے مطالبہ کیا کہ ہم اس شرط پہ صلح کرتے ہیں کہ ہم کو مدینہ کی پیداوار میں نصف دیا جائے، رسول کریم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ ثلث دینے کا وعدہ کر لیا جائے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر یہ وحی ہے تو ہم کو عذر نہیں اور اگر وحی نہیں ہے تو ہم اس کو پیداوار نہ دیں گے بلکہ تلوار سے جواب دینگے ہم نے جاہلیت میں تو کبھی ایسی ذلت گوارہ نہیں کی اب تو اللہ نے اسلام سے ہم کو مکرم کیا ہے[2]

غزوہ غابہ کے لئے جب حضور تشریف لے گئے تو مدینہ میں ان کو خلیفہ کر گئے غزوہ حدیبیہ اور بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے، غزوہ خیبر میں تین جھنڈے بنائے گئے تھے ایک ان کو دیا گیا، غزوہ حنین میں بھی علم ان کو دیا گیا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب خلافت کا جو جلسہ ہوا اس کے صدر یہی تھے، انہوں نے تقریر کی تھی کہ خلافت کے مستحق انصار ہیں، سب نے ان سے کہا آپ لائق خلافت ہیں اسی وقت ابوبکر و عمر پہنچے، مہاجرین و انصار میں تقریریں ہوئیں آخر حضرت ابوبکر کی بیعت ہوئی یہ اٹھ کر چلے گئے انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ ان کے آخری زمانہ خلافت تک مدینہ میں رہے، پھر دمشق کے قریب حوران میں سکونت اختیار کی ۱۵ھ میں کسی نے قتل کر کے غسلخانہ میں لاش ڈال دی قاتل کا پتہ نہ چلا انہوں نے حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔

عن اسمعیل بن عمرو بن قیس بن سعد بن عبادۃ عن ابیہ انّھم وجدوا فی کتاب سعد بن عبادۃ[3]

یہ حدیث کا درس بھی دیتے تھے ان سے صحابہ میں ابن عباس اور تابعین میں سعد بن مسیب نے روایت کی ہے۔

---

[1] مسلم [2] استیعاب

محدثین و مصنفین قرنِ اوّل !

رحمت اللہ علی مقابرھم من اکابرھم الی اصاغرھم

تمام مصنفین و محدثین کا تذکرہ لکھنا نہایت دشوار ہے اور اس کے لئے علیحدہ ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے اس باب میں ہر قرن کے متعلق تھوڑے تھوڑے مصنفین کا بقدر تعارف ذکر کیا جائے گا ہر امام ہر محدث کے سیکڑوں استاد اور سیکڑوں شاگرد ہیں ہم نے بخوف طوالت ایک ایک دو دو نام لکھے ہیں۔

ابو مسلم خولانی۔ عبد اللہ بن ثواب نام حکیم الامت لقب حضور علیہ السلام کے عہد میں مسلمان ہوئے مگر حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے یہ مدینہ اس وقت پہونچے جب لوگ حضور کے دفن سے فارغ ہو چکے تھے حضرت عمر حضرت معاذ و حضرت ابو عبیدہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی ان سے ابو ادریس خولانی نے روایت کی ہے سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی۔

علقمہ بن قیس نخعی " رسول کریم کے عہد میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ وغیرہ سے حدیث حاصل کی ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ میری معلومات علقمہ سے زیادہ نہیں ہیں امام شعبی کا قول ہے کہ بصرہ کوفہ شام و حجاز میں اُن سے بڑا عالم کوئی نہ تھا صحابہ بھی ان سے مسائل دریافت کرتے تھے امام ذہبی نے لکھا ہے کہ علقمہ ابن مسعود کے شاگردوں میں ممتاز تھے[له] علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال کا نمونہ تھے[له] ابراہیم نخعی ان کے خاص شاگرد تھے سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابو بردہ عامر " حضرت ابو موسیٰ اشعری کے فرزند تھے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر سے بھی حدیث حاصل کی تھی انہوں نے اپنے باپ کی مرویات کو جمع کیا ثابت بنانی ان کے شاگرد تھے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

سلیمان بن قیس یشکری، حضرت جابر صحابی کے شاگرد تھے اپنے استاد کی مرویات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا سنہ [illegible]ھ میں وفات پائی۔

قبیصہ بن ذویب " جب یہ پیدا ہوئے تو رسول کریم کے حضور میں پیش کئے گئے حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ سے حدیث حاصل کی امام زہری و مکحول ان کے شاگرد تھے امام شعبی کا قول ہے قبیصہ زید بن ثابت کے قضایا کے سب سے بہتر جاننے والے ہیں مکحول کا قول ہے کہ میں نے قبیصہ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا امام زہری کا قول ہے قبیصہ اس امت کے علماء میں سے ہیں سنہ ۸۶ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

امام زین العابدین، علی الاصغر نام ابوبکر و ابو محمد کنیت سجاد و زین العابدین لقب سنہ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے امام حسین شہید کربلا کے صاحب زادے تھے ان کی والدہ شہر بانو بنت یزدجرد شہنشاہ ایران تھیں یہ جنگ کربلا میں موجود تھے مگر علالت کی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بھی ان کو چند روز نظر بند رکھا تھا اپنے والد حضرت امام حسین و حضرت ابو ہریرہ و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عائشہ رضا و حضرت ام سلمہ و عبداللہ بن حضرت عثمان وغیرہا سے حدیث حاصل کی امام زہری و یحییٰ بن سعید ان کے شاگرد تھے ان کی جو روایت امام حسین سے اور ان کی حضرت علی رض سے ہو گی وہ اصح الاسانید کہلائے گی محرم سنہ ۹۴ھ میں وفات پائی۔

عروہ بن زبیر، حضرت عثمان کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ اور اپنے والد زید ابن ثابت و حضرت ابو ہریرہ سے حدیث حاصل کی بعض نے ان کو فقہائے سبعہ مدینہ میں شمار کیا ہے ان کے بیٹے ہشام و امام زہری و حماد بن ابی سلیمان ان کے شاگرد تھے انہوں نے رسول کریم کے حالات و غزوات میں دو کتابیں تصنیف کی تھیں[۱] سنہ ۹۴ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جبیر، حضرت ابن عمر و حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عدی بن حاتم طائی سے حدیث حاصل کی عطا ان کے شاگرد تھے انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو عطا بن دینار کے نام سے مشہور ہوئی[۲] پچاس برس کی عمر تھی کہ سنہ ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کیا۔

ابراہیم نخعی، صیرفی الحدیث و فقیہ العراق لقب بچپن میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اس پر ان کے معاصرین ان سے رشک کیا کرتے تھے[۳] حضرت زید ابن ارقم وغیرہ اصحاب کو بھی انہوں نے دیکھا تھا، علقمہ و اسود سے علم حاصل کیا تھا، صحاح ستہ کے راوی ہیں حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ محدث تھے، فقیہ تھے، صالح تھے، ثقہ تھے، حضرت سعید بن جبیر تابعی کہا کرتے تھے لوگو تم مجھ سے فتویٰ لیتے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم نخعی موجود ہیں تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابراہیم تمام باتوں میں علقمہ کا نمونہ تھے امام شعبی نے ان کی خبر وفات سن کر فرمایا ابراہیم نے اپنا نظیر نہیں چھوڑا جو ان سے زیادہ عالم و فقیہ ہو اس پر ایک شخص نے دریافت کیا، امام حسن بصری و امام سیرین بھی، امام شعبی نے کہا، حسن بصری و ابن سیرین بھی نہیں بصرہ کوفہ شام حجاز میں کوئی شخص ان سے زیادہ عالم نہیں رہا (۴۹) سال کی عمر میں سنہ ۹۶ھ وفات پائی۔

امام حسن مثنیٰ - امام حسن بصری حضرت علی کے صاحبزادے تھے سنہ ۴۶ھ میں پیدا ہوئے اپنے چچا امام حسین شہید کربلا اور بعض اصحاب سے علم حاصل کیا سنہ ۹۸ھ میں وفات پائی۔

---

[۱] کشف الظنون [۲] میزان الاعتدال [۳] تذکرہ ذہبی

Marfat.com

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ " عمر و نام ابو حفص کنیت مروان بن حکم کے پوتے تھے ان کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر فاروق تھیں سنہ ۶۱ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت انسؓ صحابی و صالح بن کیسان تابعی سے حدیث حاصل کی علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے وکان اماما فقیھا مجتھدا عارفا بالسنن کبیر الشان ثبتا حجۃ حافظا (بڑے فقیہ بڑے مجتہد حدیث کے ماہر تھے سنہ ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے انہوں نے تمام حکام کو حکم دیا کہ حدیثیں جمع کریں چنانچہ ان کے عہد میں بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں علماء و فقہاء و محدثین کی ہر طرح اعانت و امداد کرتے تھے خلفائے راشدین کے طرز عمل کے پابند تھے ان کے حالات میں بڑے بڑے محدثین و علما نے مثل محدث ابن جوزی و محدث عبداللہ بن حکم مصری وغیرہ نے کتابیں لکھی ہیں (۴۱) سال کی عمر میں سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی، سعد بن ابراہیم محدث نے ان کے عہد میں جو کتابیں تصنیف کی تھیں انہوں نے ان کی نقلیں ممالک محروسہ میں بھجوائیں[1]

عمرۃ بنت عبد الرحمٰن، اسعد بن زرارہ انصاری کی پوتی تھیں ام المومنین حضرت عائشہ نے شفقت مادرانہ کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کی یہ ام المومنین کو خالہ کہا کرتی تھیں محدث شیخ ابن مدینی کا قول ہے کہ عمرہ حضرت عائشہ کی مستند حدیثوں کی جاننے والی تھیں اور ثقہ تھیں[2] محدث ابن حبان کا قول ہے عمرۃ عائشہ کی حدیثوں کو بہتر جاننے والی تھیں[3] امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ مستند حدیث حضرت عائشہ کی وہ ہے جو عمرۃ اور قاسم اور عروہ بیان کریں[4] ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم قاضی مدینہ جن کو خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا تھا ان کے بھانجے تھے خلیفہ کے فرمان میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ عمرۃ اور قاسم کی حدیثیں جمع کی جائیں[5] عمرۃ اکثر قاضی ابوبکر کی غلطیوں کی اصلاح کیا کرتی تھیں۔ (موطا امام مالکؒ) امام زہری کا قول ہے کہ میں طلب علم میں عمرۃ کے پاس پہنچا تو ان کو ناپیدا سمندر پایا[6] سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

مجاہد بن جبرؒ، حضرت ابن عباس کے شاگرد تھے سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۱۰۳ھ میں وفات پائی صاحب تصنیف تھے علی ابن ابی طلحہ ہاشمی ان کے شاگرد تھے۔

امام شعبیؒ " ابو عمرو کنیت عامر بن شراحیل نام علامۃ التابعین لقب سنہ ۲۰ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے پانچ سو صحابہ کو دیکھا تھا حضرت عائشہ حضرت علی حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی حضرت ابن عمرؓ نے ان کو مغازی کا درس دیتے ہوئے دیکھا تو کہا واللہ یہ شخص مجھ سے اچھا اس فن کو جانتا ہے صحابہ ان کے درس میں شریک ہوتے تھے صحابہ کی موجودگی میں لوگ ان سے فتویٰ لیتے تھے عاصم احول کا قول ہے کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شعبی سے بڑا کوئی عالم نہ تھا خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے ان کو قاضی مقرر

۱۔ جامع بیان العلم ۲۔ تہذیب ۳۔ ادب المفرد ۴۔ تہذیب ۵۔ تذکرہ ذہبی

Marfat.com

کیا تھا، امام زہری کا قول ہے" عالم چار ہیں سعید بن مسیب حسن بصری، مکحول، شعبی، انہوں نے حدیث میں ایک کتاب ترتیب دی ابواب کے ساتھ تالیف کی تھی، امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد ہیں سنہ ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔

قاسم بن محمد" حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے تھے، حضرت عائشہ و حضرت ابن عمر وغیرہ سے حدیث حاصل کی فقہائے سبعہ مدینہ میں سے ہیں خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے حاکم مدینہ کو خصوصیت سے لکھا تھا کہ عمرۃ اور قاسم کی حدیثیں جمع کی جائیں سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی امام زہری ان کے شاگرد تھے۔

امام حسن بصری سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس و امام حسن سے حدیث حاصل کی احنف بن قیس و قیس ابن عباد شاگرد ان حضرت علی سے بھی علم حاصل کیا ان کی والدہ خیرہ نام ام المومنین ام سلمہ کی خادمہ تھیں، ایک دن ان کی والدہ کام میں مشغول تھیں یہ شیر خوار تھے رو رہے تھے ام المومنین نے ان کو چپ کرانے کے لئے پستان مبارک منہ میں دے دی خدا کی شان دودھ نکل آیا یہ پی گئے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی، حمید الطویل ان کے شاگرد تھے،

بشیر بن نہیک" حضرت ابوہریرہ کے شاگرد تھے انہوں نے بھی ایک صحیفہ مرتب کیا تھا، یحییٰ بن سعید انصاری اُن کے شاگرد تھے، سنہ ۱۱۰ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" میں وفات پائی۔

امام ابن سیرین" محمد بن سیرین نام حضرت عمر کے عہد میں پیدا ہوئے حضرت انس بن مالک صحابی کے مولا تھے حضرت ابوہریرہ و حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر سے حدیث حاصل کی سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی ایوب اور ابن عون ان کے شاگرد تھے۔

وہب ابن منبہ، حضرت جابر کے شاگرد تھے ان کی مرویات جمع کی گئی تھیں یہ مجموعہ اسمٰعیل بن عبد الکریم کے پاس تھا حضرت ابوہریرہ و حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر سے حدیث حاصل کی سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی، ایوب اور ابن عون ان کے شاگرد تھے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر" محمد نام ابوجعفر کنیت باقر لقب بروز جمعہ صفر سنہ ۵۶ھ میں پیدا ہوئے حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا، حضرت ابوہریرہ، و حضرت ابن عباس و حضرت ابوسعید خدری اور اپنے والد امام زین العابدین سے علم حاصل کیا سنہ ۱۱۴ھ میں وفات پائی زہری عطا بن رباح امام اوزاعی امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد تھے،

امام زہری، محمد بن شہاب نام سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمر و حضرت انس وغیرہ سے حدیث حاصل کی سنہ ۱۲۴ھ میں وفات پائی امام لیث امام مالک اوزاعی ان کے شاگرد تھے خلیفہ عمر بن

Marfat.com

عبدالعزیز کے حکم اور قاضی ابوبکر بن حزم کی فرمائش سے انہوں نے حدیث پر تصانیف کیں اس قدر کثیر تعداد تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گدھوں اور گھوڑوں پر لاد کر منتقل کی گئی تھیں۔

ابان بن صالح، حضرت انس کے شاگرد تھے انہوں نے یہ حدیثیں جمع کی تھیں ۱۱۵ھ میں وفات پائی ابن جریح ان کے شاگرد تھے۔

نافع ابن سرخس، حضرت عبداللہ بن عمر کے مولا تھے نسباً دیلمی تھے حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ حضرت ابوہریرہ سے بھی حدیث حاصل کی ان کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے معلم حدیث و فقہ بنا کر مصر بھیجا تھا امام مالک و امام اوزاعی امام زہری ان کے شاگرد تھے، ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

ابوبکر بن حزم، عمرو بن حزم صحابی (جن کو رسول کریم نے احکام صدقہ لکھائے تھے) کے پوتے تھے، حضرت عائشہ کی مشہور شاگرد عمرہ ان کی خالہ تھیں اپنے باپ اور اپنی خالہ کے شاگرد تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں مدینہ کے قاضی تھے خلیفہ نے ان کو حدیثیں جمع کرانے کا حکم دیا تھا انہوں سائب بن یزید اور عباد بن تمیم اور چند اصحاب کو دیکھا تھا ابن عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کے مجموعے تیار کئے تھے ان سے ان کے بیٹے عبداللہ و محمد اور عمر بن دینار و امام زہری و یحییٰ بن سعید الانصاری نے روایت کی ہے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

حماد بن ابی سلیمان :- حضرت انس صحابی اور امام ابراہیم نخعی کے شاگرد تھے صحاح ستہ کے راوی ہیں امام ابراہیم نے ان کو فقیہ العراق خطاب دیا ابراہیم کے بعد ان کے جانشین بنائے گئے امام شعبی امام ثوری امام ابوحنیفہ حماد بن سلمہ مسعر بن کدام ان کے شاگرد تھے ۱۲۰ھ میں وفات پائی گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمذہب ابراہیم (مصفی شرح موطا)

عبدالرحمن بن امام قاسم، حضرت ابوبکر صدیق کے پر پوتے تھے حضرت عائشہ کو انہوں نے دیکھا تھا اپنے باپ اور اسلم مولی عمر و محمد بن جعفر بن زبیر سے علم حاصل کیا ۱۲۶ھ میں وفات پائی، امام مالک، امام اوزاعی، امام شعبہ بن علیہ ان کے شاگرد تھے،

سعد بن ابراہیم ۵۳ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمر و حضرت انس کو دیکھا تھا اپنے باپ اور ابوسلمہ سے روایت کرتے تھے ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور موسیٰ بن عقبہ و امام زہری نے روایت کی ہے مدینہ کے قاضی تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے حدیث پر تصانیف کیں خلیفہ نے ان کی تصانیف کی نقول ممالک محروسہ میں بھجوائیں (۷۲) سال کی عمر میں ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔

ہمام بن منبہ، حضرت ابوہریرہ کے شاگرد تھے انہوں نے اپنے استاد کی حدیثیں جمع کی تھیں

Marfat.com

اس صحیفہ کا نام صحیفہ ہمام بن عیینہ تھا اس کے حوالے اور نقل صحیح مسلم وغیرہ کتب میں ہیں وہب بن معمر ان کے شاگرد تھے سنہ ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔

امام جعفر صادق۔ امام باقر کے صاحب زادے تھے، فروہ بنت قاسم بن محمد ابوبکر صدیق ان کی والدہ تھیں ۱۳ ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اپنے نانا اور والد اور عروہ بن زبیر سے علم حاصل کیا حضرت انس کو دیکھا تھا امام مالک امام سفیان ثوری امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد تھے ۱۵ رجب یوم جمعہ سنہ ۱۴۸ھ میں وفات پائی،

موسیٰ بن عقبہ۔ یہ آل زبیر کے مولیٰ تھے ام خالد بنت خالد صحابیہ اور سالم و اعرج سے حدیث حاصل کی کتاب المغازی ان کی تصنیف ہے ان سے ابن جریج و مالک و ابن عیینہ نے روایت کی ہے سنہ ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت انس سے علم حاصل کیا مدینہ کے قاضی تھے ان کی روایت سے تین سو حدیثیں ہیں، امام مالک اور امام سفیان ثوری ان کے شاگرد تھے سنہ ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

علی ابن ابی طلحہ ہاشمی، مجاہد بن جبر کے شاگرد تھے صاحب تصنیف تھے سنہ ۱۴۳ھ میں وفات پائی ثور بن یزید ان کے شاگرد تھے۔

ہشام بن عروہ، حضرت زبیر کے پوتے تھے سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمر سے علم حاصل کیا سنہ ۱۴۶ھ میں وفات پائی امام مالک اور امام سفیان ان کے شاگرد تھے۔

ابن جریج۔ عبدالملک بن عبدالعزیز نام سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے صغار صحابہ کو دیکھا تھا عطا اور زہری کے شاگرد تھے سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی حدیث پر کتاب تصنیف کی، وکیع اور سفیان ثوری ان کے شاگرد ہیں،

امام ابوحنیفہ

نعمان بن ثابت نام، ابوحنیفہ کنیت، امام اعظم، لقب فارسی الاصل تھے آپ کے اجداد رؤسا میں سے تھے ان کے والد ثابت بڑے تاجر تھے، حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے ان کے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی (تاریخ بغداد لابن جوزی) سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۹۶ھ اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی دوسری دفعہ سنہ ۹۸ھ میں حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے درمختار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بیس صحابہ کو دیکھا ہے خلاصہ الکمال فی اسماء الرجال میں چھبیس لکھا ہے بعض کتابوں میں ان سے زیادہ لکھا ہے حضرت انس

Marfat.com

بن مالک حضرت عبداللہ بن ابی اوفی حضرت سہل بن سعد ساعدی حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ بن اسقع حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن الحارث، وحضرت عائشہ بنت عجرد صحابیہ سے ملاقات صحیح طور پر ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی وحضرت انس بن مالک وحضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت واثلہ بن اسقع وحضرت عائشہ بنت عجرد سے حدیث سننا ثابت ہے امام صاحب نے جو حدیثیں ان اصحاب سے روایت کی ہیں ان کو والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں نقل کیا ہے اور اس کتاب میں امام صاحب کے متعلق بہت کچھ معلومات فراہم کی ہیں اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب اپنے زمانہ کے یگانہ روزگار تھے اور مصلح تھے اس وقت تک جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کی اصلاح فرماتے تھے امام صاحب کے طرز عمل نے بہتوں کی قلعی کھول دی تھی اس لئے ان کے حساد بہت پیدا ہو گئے تھے جو ان کی زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہے (کان ابو حنیفہ رحمہ محسود و ینسب الیہ مالیس فیہ ویختلق الیہ مالا یلیق) ابو حنیفہ رحمہ کے حاسد بہت تھے اور وہ ایسے امور کی طرف منسوب کرتے تھے جو ان میں نہ تھے[1] ان الامام ابی حنیفۃ کان لہ حساد کثیرون فی حیاتہ و بعد مماتہ" امام ابو حنیفہؒ کے بہت سے حاسد تھے ان کی زندگی میں بھی ان کے بعد بھی[2]

ایسا ہی تنسیق النظام میں ہے (قال الذہبی کان نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات مزورۃ فی ثلب النعمان کلہا کذب" ، ازدی نے کہا ہے کہ نعیم (امام بخاری کے استاد تھے) تقویت سنت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابو حنیفہ کے معایب میں حکایتیں گھڑا کرتے تھے یہ سب جھوٹ تھیں[3] کچھ تو حساد کی کارگذاری تھی اور کچھ اتفاقی امور تھے مثلاً نعمان نام اور ابو حنیفہ کنیت کے بہت سے لوگ تھے ان میں چند ایسے تھے جو ضرور خلاف عقائد واعمال امور کے قائل وعامل تھے ان کی کوئی بات نکلی اور وہ نعمان یا ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہوئی چونکہ امام صاحب ہی سب سے زیادہ مشہور و معروف تھے اس لئے دور دراز کے لوگوں کو انہی کی طرف گمان ہوا اتار ڈاک، ریل تو نہ تھی کہ دو چہ ماں کسی کی تکذیب وتصدیق ہو جائے دور دراز کے رہنے والوں کو بھی گمان رہا شیخ مجدالدین فیروزی کے نام سے ایک شخص نے ایک کتاب لکھی شیخ ابوبکر خیاط یمنی نے اس کتاب کو دیکھا تو شیخ مجدالدین کو خط لکھا انہوں نے جواب میں لکھا کہ میں نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی میں ابو حنیفہ کا معتقد ہوں اب آپ کو وہ کتاب ملے تو جلادیں[4]

---

[1] کتاب العلم لابن عبد البر [2] خیرات الحسان [3] میزان جلد ثالث صفحہ [4] الیواقیت والجواہر

Marfat.com

ایک شخص قفال نام نے امام صاحب کے نام ایک نماز ایجاد کر کے مشہور کر دی تھی (تدوین حدیث) فرقہ مرجیہ میں ایک ابو حنیفہ گذرا ہے بعض دھوکہ دینے کے لئے اس کو امام ابو حنیفہ کہہ دیتے ہیں بعض لوگوں نے امام صاحب پر اعتراض کئے ہیں لیکن ائمہ متبوعین یا مستند حضرات خیر القرون نے امام صاحب کے خلاف ایک حرف بھی نہیں لکھا بلکہ تعریف ہی کی ہے شیخ یحییٰ بن معین محدث کے سامنے جب کوئی امام صاحب پر اعتراض کرتا تو وہ ایک شعر پڑھتے جس کا مطلب یہ تھا کہ جب لوگ اس کی سی سعی نہ کر سکے تو اس پر حسد کرنے لگے[1] شیخ حماد بن زید محدث کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ایوب سختیانی محدث تابعی کو کہتے سنا جس وقت کسی نے ابو حنیفہ کا ذکر برائی سے کیا کہ لوگ چاہتے ہیں کہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو منہ سے بجھا دیں مگر اللہ انکار کرتا ہے ہم نے ان لوگوں کے مذاہب کو دیکھا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ میں کلام کیا ہے کہ ناپید ہو گئے، ابو حنیفہ کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک باقی رہے گا[2] امام سفیان ثوری و مقاتل بن حیان و حماد بن مسلمہ محدثین و ائمہ نے امام صاحب سے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ قیاس بہت کرتے ہیں امام صاحب نے کہا اول قرآن میں تلاش کرتا ہوں پھر حدیث میں پھر آثار صحابہ میں پھر قیاس کرتا ہوں یہ سن کر سب نے امام صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور معافی چاہی خلیفہ منصور عباسی نے امام صاحب سے یہی سوال کیا تو یہی جواب دیا[3]

امام صاحب کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیوں کہ کوفہ میں ہزاروں اصحاب مقیم رہے ابن سعد نے طبقات میں ایک ہزار چھ فقہائے کوفہ کا تذکرہ کیا ہے ان میں ڈیڑھ سو صحابہ ہیں کوفہ میں تین سو ایسے اصحاب ایسے تھے جو بیعت الرضوان میں شریک تھے اور ستر بدری تھے[4] امام احمد نے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ احکام حج کے لئے مکہ اور قرأت کے لئے مدینہ اور حلال و حرام کے مسائل کے لئے کوفہ مرکز ہیں (معجم البلدان) رسول کریم کے بعد علم کے تین مرکز تھے، مدینہ مکہ، کوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے، مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت تھے کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود (اعلام الموقعین) عبدالجبار بن عباس کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا، عطا بن رباح محدث کو میں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکان کہاں ہے میرے باپ نے کہا، عطا نے کہا تعجب ہے کہ تم مجھ سے مسئلہ دریافت کرتے ہو کوفہ والوں نے تو علم کوفہ سے حاصل کیا ہے[5] کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت ابن مسعود کے آٹھ سو سے زیادہ حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد تھے، غرض امام صاحب کا مولد کوفہ علم کا سب سے بڑا مرکز تھا اس کے علاوہ امام صاحب بیسوں

---

[1] مناقب موفق [2] عقود الجواہر المنیفہ [3] میزان شعرانی [4] طبقات ابن سعد [5] ایضاً

Marfat.com

علما رحرمین الشریفین کی خدمت میں رہے، کل چار ہزار شیوخ سے استفادہ کیا (شرح سفر السعادت شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مسند خوارزمی) حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے، امام صاحب کے اساتذہ میں تقریب تین سو کے ان کے مسانید میں مذکور ہیں[۱] امام صاحب کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے تابعین علقمہ عطا رعاصم شعبہ قتادہ، امام باقر، امام جعفر، ابراہیم، حماد وغیرہ ہیں امام حنیفہ نے عطا بن رباح، ابواسحاق السبیعی، محارب بن دثار الہیثم بن حبیب الصواف قیس بن مسلم، محمد بن المنکدر نافع مولائے حضرت ابن عمر، ہشام بن عروہ یزید الفقیر، سماک بن حرب، علقمہ بن مرثد عطیۃ العوفی، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالکریم بن ابوامیہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی[۲]

امام ابوحنیفہ نے عطا نافع اعرج اور ایک جماعت محدثین سے حدیث پڑھی اور ان سے ہی روایت کی ہے[۳]

امام صاحب سب سے بڑے محدث اور علم حدیث کے ماہر تھے اگر محدثین اور سلف صالحین کے اقوال پر نظر کی جائے تو بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحب کو تمام امت کا علم پہنچ گیا تھا، اول یہ کہ امام صاحب کا مولد و مسکن کوفہ علم کا سب سے بڑا مرکز تھا اور امام صاحب نے کوفہ کے تابعین میں سے کسی کو نہیں چھوڑا سب سے استفادہ کیا صحابہ میں سب سے بڑے محدث حضرت ابوہریرہ تھے ان کا تمام علم کوفہ میں تھا آٹھ سو شاگرد کوفی تھے کوفہ کی صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعود تھے جن کو رسول کریم نے اپنے سامنے فتوی واجتہاد کا مجاز کر دیا تھا جن کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ رسول کریم کا نمونہ ہیں، حضور علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ (ما حدثکم ابن مسعود فصدقوه) ابن مسعود سے حدیث سیکھو[۴] اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری امت کے لئے جو مسائل تجویز کرے میں اس پر رضامند ہوں (کنز العمال) رسول کریم نے فرمایا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو، ابن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب معاذ بن جبل (بخاری)

امام شعبی کا قول ہے کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے مدینہ میں عمر، ابی زید کوفہ میں، علی، ابن مسعود اور ابوموسیٰ، حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے رسول کریم کے ...... اصحاب کو دیکھا تو تمام علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا، علی، ابن مسعود، عمر، زید، ابوالدردا، ابی بن کعب اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا، علی و ابن مسعود (اعلام موقعین) حضرت علقمہ تابعی نے حضرت عمر، حضرت عثمان حضرت علی، حضرت ابوالدردا، حضرت ابن مسعود سے علم حاصل کیا، علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال کا نمونہ تھے[۵]

امام ابوحنیفہ اعلم الناس، اورع الناس، اکرم الناس، اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے[۶]

---

[۱] تہذیب الکمال [۲] خطیب بغدادی [۳] تہذیب التہذیب [۴] ترمذی [۵] تہذیب [۶] میزان الکبریٰ

Marfat.com

امام ابوحنیفہ کے متعلق امام شعرانی نے لکھا ہے، پہلی فصل امام کے کثرت علم پہ اماموں کی گواہی دینے ہیں اور ان کے تمام اقوال و افعال و عقائد کے بیان ہیں جو قرآن و حدیث کے ساتھ مضبوط کئے ہوئے ہیں[1]

محمد بن اسحاق بن یسار، انہوں نے حضرت انس کو دیکھا تھا اپنے باپ اور اپنے چچا موسیٰ سے روایت کرتے تھے، ان سے جریر بن حازم و ابراہیم بن سعد نے روایت کی ہے انہوں نے مغازی پہ کتاب لکھی تھی ۱۵۱ھ میں وفات پائی، امام بخاری نے جزء القراۃ میں ان سے روایت لی ہے ان کی کتاب المغازی کا ترجمہ فارسی میں شیخ سعدی نے ابوبکر سعد زنگی بادشاہ کے حکم سے کیا یہ ترجمہ کتب خانہ الہ آباد میں موجود رہے زہری و قتادہ کے شاگرد رہیں صاحب تصنیف ہیں ان کی کتاب میں دس ہزار حدیثیں تھیں ابن مبارک اُن کے شاگرد رہیں ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

سعد بن ابی عروبہ، امام ابن سیرین و قتادہ کے شاگرد رہیں صاحب تصنیف ہیں یحییٰ بن سعید ان کے شاگرد رہیں ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔

امام اوزاعی، ابوعمرو عبدالرحمن بن عمرو بن محمد الدمشقی نام شیخ الاسلام لقب ۸۸ھ میں پیدا ہوئے عطا بن رباح کے شاگرد تھے شعبہ اور ابن مبارک ان کے شاگرد تھے ان کے یہ دونوں شاگرد امیر المومنین فی الحدیث مشہور ہوئے۔ امام اوزاعی کے متعلق "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھا ہے (و اصلہ من سبی السند ان کی اصل سندھ کے قیدیوں میں سے تھی) آخر عمر میں بیروت میں قیام رہا ۱۵۷ھ میں وفات پائی"، صاحب مذہب مجتہد تھے ان کا مذہب شام و اندلس میں ۳۰۲ھ تک رائج ہو کہ معدوم ہو گیا۔"

زفر۔ زفر بن ہذیل نام ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے تھے صاحب الحدیث لقب تھا، امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے[2] امام ابوحنیفہ اور شیخ وکیع نے ان کی تعریف کی ہے امام احمد ان کے شاگرد تھے اور اس پہ فخر کیا کرتے تھے جب کوئی حدیث ان سے روایت کرتے تو پہلے کہتے کہ یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی ہے کہ تیری آنکھوں نے اس کی مثل نہ دیکھا ہوگا[3] صاحب تصنیف تھے (۲۰) مسائل میں امام ابوحنیفہ نے ان کی رائے قبول کی تھی امام ابوحنیفہ نے ان کے نکاح کا خطبہ پڑھا تو اس میں فرمایا (ہذا زفر امام من ائمۃ المسلمین و علم من اعلامہم فی شرفہ و حسبہ و نسبہ) خواجہ داؤد طائی محدث کا قول ہے کہ امام زفر جب امام ابو یوسف سے مناظرہ کرتے تو امام ابو یوسف عاجز ہو جاتے کیونکہ زفر جید اللسان تھے اُن سے عہدہ قضا قبول کرنے کے لئے کہا گیا انہوں نے انکار کیا اس پر اُن کا مکان منہدم کر دیا گیا، انہوں نے پھر تعمیر کرا لیا پھر عہدہ قضا قبول کرنے کی فرمائش ہوئی انہوں نے پھر انکار کر دیا مکان

---

[1] میزان الکبریٰ [2] تہذیب الاسماء واللغات [3] الجنایۃ [4] رد المحتار

Marfat.com

پھر منہدم کر دیا گیا غرض کسی طرح عہدہ قبول نہ کیا ۱۵۷ھ میں وفات پائی ۔

ابن ابی ذئب " محمد ابن عبد الرحمٰن نام زہری و شعبہ کے شاگرد تھے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ابن مبارک و یحییٰ قطان ان کے شاگرد ہیں صاحب تصنیف تھے ان کی کتاب کا نام موطا تھا ۱۵۹ھ میں وفات پائی ۔

شعبہ بن الحجاج : انہوں نے حضرت انس کو دیکھا تھا سلمہ بن کہیل و انس بن سیرین کے شاگرد تھے چار سو تابعین سے روایت کرتے تھے دس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں امام ابو حنیفہ سفیان، ثوری ابن مبارک ان کے شاگرد تھے انہوں نے اصول روایت و درایت کو وسیع کیا تنقید رجال کے لئے سخت شرائط قائم کیں، اس سختی کی وجہ سے اکثر لوگ ان کے مخالف ہو گئے امام ابو حنیفہ کو بھی تنقید رجال کے معاملہ میں ان سے کسی طرح اختلاف تھا ۱۶۰ھ میں وفات پائی انہوں نے تفسیر لکھی تھی ۔

امام سفیان ثوری " سفیان بن سعید نام سید الحفاظ و امیر المومنین فی الحدیث لقب تبع تابعین میں سے تھے امام مالک و امام اعظم کے ہمعصر تھے ۹۷ھ میں پیدا ہوئے اسود بن قیس وغیرہ کے شاگرد تھے ، ابن مبارک یحییٰ قطان وکیع ان کے شاگرد تھے مجتہد صاحب مذہب تھے ان کے مذہب نے زیادہ رواج نہیں پایا معدوم ہو گیا ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی ، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے اعمال میں روایت حدیث سے زیادہ . . . . کسی عمل کے مواخذہ کا اندیشہ نہیں

ہم گنہ کر کے بھی شرمندہ نہیں کیا تھے وہ لوگ
کہ گنہ بھی نہ کئے اور پشیمان رہے

امام سفیان ثوری کی تصانیف میں ان کی کتاب الجامع الکبیر فی الفقہ والاختلاف کا تیرہویں صدی ہجری تک موجود ہونا ثابت ہے ایک جامع صغیر ایک کتاب الفرائض یہ بھی تیرہویں صدی ہجری تک موجود تھی شیخ محمد عابد نے پڑھی تھی یہ تفسیر کتب خانہ رامپور میں موجود ہے دو رسالہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ان کے نام سے درج ہیں ان کی تصانیف کا تذکرہ رسالہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۲۸ء میں مفصل ہے ۔

ابو زرعہ ۔ ابن ابی شیبہ سے انہوں نے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں اور اسی قدر ابراہیم بن رازی سے ایک لاکھ ان کو اور یاد تھیں ان کو ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے ۲۶۴ھ میں وفات پائی ۔

امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کے حافظ چار ہیں خراسان میں ابو زرعہ رازی محمد بن اسمٰعیل بخاری عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی حسن بن شجاع بلخی ۔"

له تذکرۃ الحفاظ ذہبی [illegible]

Marfat.com

حماد بن سلمہ" حمید الطویل و ابن ملیکہ سے روایت کرتے تھے ان سے ابن مبارک نے روایت کی صاحب تصنیف تھے دس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں ۱۶۷ھ میں وفات پائی"

ابو معشر" یحییٰ بن عبدالرحمٰن نام حضرت اسامہ بن سہل صحابی کو دیکھا تھا' نافع و ابن منکدر کے شاگرد ہیں' محمد بن بکار ان کے شاگرد ہیں' ابو معشر نے مغازی پر تصنیف کی ۱۷۰ھ میں وفات پائی یہ سندھ کے رہنے والے تھے خلیفہ ہارون رشید نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

محدثین و مصنفین قرن ثانی

لیث بن سعد مصری" عطا و نافع و امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں وہب ان کے شاگرد ہیں مصر کے امام تھے صاحب تصنیف تھے اسی برس کی عمر میں ۱۷۵ھ میں وفات پائی۔

امام مالک

مالک بن انس بن مالک بن عامر اصبحی نام ابو عبداللہ کنیت امام دار الہجرۃ و امیر المومنین فی الحدیث لقب" ان کے جد عامر اصبحی صحابی ہیں بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے امام صاحب ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تبع تابعین میں سے ہیں اگرچہ مدینہ مولد و مسکن تھا مگر کسی صحابی کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے یہ شرف کیا کم ہے کہ امام دار الہجرۃ تھے حرم محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرس و مفتی تھے (بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است) نافع ربیعہ رائی' امام جعفر صادق' ابو حازم وغیرہ بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا جن کی تعداد نو سو بیان کی گئی ہے نافع نے وفات پائی امام صاحب ان کے جانشین ہوئے اس وقت سترہ سال کی عمر تھی امام صاحب کی جائے سکونت حضرت عبداللہ بن مسعود کا مکان اور نشست گاہ حضرت عمر کا مکان تھا امام صاحب کی مجلس نہایت آراستہ پیراستہ ہوتی تھی سب لوگ مودب بیٹھتے تھے امام صاحب غسل کر کے خوشبو لگا کر عمدہ لباس پہن کر نہایت وقار و متانت سے بیٹھتے تھے خلیفہ ہارون الرشید خود حاضر درس ہوتا تھا عالم اسلام شرق سے غرب تک امام صاحب کے آوازہ شہرت سے گونج اٹھا تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر مالک سے بڑھ کر کوئی حدیث نبوی کا امانت دار نہیں امام صاحب نے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں ان کا انتخاب موطا ہے[1] امام صاحب سخی و عابد و مرتاض تھے اہل علم کی بہت مدد کرتے تھے" امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار دیتے تھے امام صاحب کے اصطبل میں بہت سے گھوڑے تھے مگر کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ میں نہ نکلتے تھے فرمایا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ جو زمین رسول کریم کے قدم مبارک سے مشرف

---

[1] مقدمہ شرح موطا

Marfat.com

ہوئی ہے اس کو ہیں جانوروں کے سموں سے روندوں امام صاحب کے تلامذہ کی تعداد تیرہ سو ہے
ان میں بڑے بڑے ائمہ اور محدثین اور امراء شامل ہیں مالکی مذہب کی پیروی کرنے والے عرب اور
شمالی افریقیہ میں ہیں امام کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور موطا رسالہ مالک الی رشید الاحکام
القرآن رسالہ مالک الی بن مطرب کتاب الاقضیہ کتاب المناسک، تفسیر غرائب القرآن تفسیر القرآن
اور کتاب المسائل ہیں خلیفہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے جن کے متعلق
خلیفہ نے کہا امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے[1] جس حدیث کا سلسلہ روایت مالک عن نافع
عن ابن عمر ہوگا اسکو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں، جعفر گورنر مدینہ نے امام صاحب کو حکم دیا کہ
طلاق شاذی (جبری) کا فتوی نہ دیا جائے امام صاحب کو کتمان حق گوارہ نہ ہوا تعمیل حکم نہ کی جعفر
نے غضب ناک ہوکر ستر کوڑے لگوائے تمام پیٹھ خون آلودہ ہوگئی دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے،
خلیفہ منصور جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے عذر کیا اور کہا مجکو آپ کی تعزیر کا علم نہیں میں جعفر کو سزا
دوں گا امام صاحب نے فرمایا میں نے معاف کیا ۱۷۹ھ میں وفات پائی ابن مبارک یحییٰ قطان ان
کے شاگرد تھے امام صاحب اپنے اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے تھے جس میں ایک حدیث کے مضمون کو لیا
ہے:

وخیر امور الدین ماکان سنۃ
وشر الامور المحدثات البدائع

محمد مہدی عرف نفس زکیہ بن عبداللہ بن امام حسن مثنیٰ نے مدینہ میں خلیفہ کے خلاف
خروج کیا تو امام مالک نے فتوی دیا کہ خلافت نفس زکیہ کا حق ہے وہ شہید ہوگئے تو ان کے بھائی ابراہیم نے علم
خلافت بلند کیا۔ امام ابو حنیفہ نے ان کی تائید اور مدد کی۔

ابن ابی الدنیا، ابوبکر محمد بن عبداللہ نام ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے سعید بن سلیمان اور علی بن
الجعد کے شاگرد تھے خلیفہ معتضد باللہ کے اتالیق تھے حدیث میں صاحب تصنیف تھے ان کی ایک کتاب
ذم الملاہی بھی ہے جو ساز و سرود کے عدم جواز کے متعلق ہے حارث بن اسامہ ان کے شاگرد تھے
۲۸۱ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن مبارک ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے ہشام بن عروہ و امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے
حدیث میں صاحب تصنیف تھے شیخ یحییٰ بن معین امام بخاری و امام ترمذی ان کے شاگرد تھے ابن
مبارک نے اسی ہزار درہم تحصیل علم پر صرف کئے ۱۸۱ھ میں وفات پائی ابن مہدی کا قول ہے
امام چار ہیں، امام مالک، ثوری، حماد، ابن مبارک کتاب الزہد والرقاق ان کی تصنیف ہے

[1] نزہتہ الممالک

نور الدین" ابو عبد اللہ بن محمد رازی نے اس کا انتخاب کیا اور حسین بن فردی اور اس کے شاگرد صاعد نے رائج کیا ابن صاعد نے اس میں اضافہ بھی کیا ہے یہ کتاب کتب خانہ جامع قسطنطین میں موجود ہے۔

امام ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتہ انصاری نام (سعد بن حبتہ انصاری صحابی تھے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی) تبع تابعین میں سے ہیں ان کے والد نہایت غریب تھے وہ چاہتے تھے کہ یہ کچھ کھانے کمانے کی فکر کریں انکو شوق تحصیل علم دامن گیر تھا امام ابو حنیفہ کو جب ان کی تنگ دستی کا حال معلوم ہوا تو وہ ان کے کفیل ہو گئے امام ابو یوسف نے تمام مشہور ائمہ حدیث مثل سلیمان تیمی ابو اسحاق شیبانی یحییٰ بن سعید انصاری ہشام بن عروہ سے علم حدیث حاصل کیا محمد بن اسحاق سے فن مغازی اور محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ حاصل کیا آخر میں امام ابو حنیفہ کی خدمت میں انتیس (۲۹) سال رہے یہیں صاحب کمال بنے، امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہ حنفی کے متعلق کتابیں تصنیف کیں اور مختلف علوم و فنون پر ان کی بہت سی کتابیں ہیں جن کی فہرست ابن الندیم میں ہے خلیفہ مہدی عباسی نے ان کو قاضی بنایا خلیفہ ہارون رشید نے قاضی القضاۃ بنایا، ان کے استاد اعمش بھی ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے[1] شیخ بلال بن یحییٰ کا قول ہے ابو یوسف تفسیر مغازی وایام العرب کے حافظ تھے[2] علامہ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شامل کیا اور ان کا ترجمہ لکھا ہے شیخ یحییٰ بن معین محدث نے ان کو کثیر الحدیث کہا ہے امام ابو یوسف کو بیس ہزار حدیثیں منسوخ یاد تھیں[3] اور چالیس ہزار موضوع حدیثیں یاد تھیں[4] اب اندازہ کر لیا جائے کہ ناسخ اور صحیح کس قدر یاد ہوں گی امام غزالی کا قول ہے حدیث میں ابو یوسف کی متابعت اولیٰ ہے ابن عبد البر نے لکھا ہے ابو یوسف حافظ حدیث تھے[5] امام احمد حنبل نے بھی ان کی مدح کی ہے شیخ یحییٰ بن معین اور احمد حنبل ان کے شاگرد تھے امام احمد حنبل کا قول ہے کہ میں نے اہل الرائے میں کسی کو حدیث میں اثبت احفظ، اصح ابو یوسف سے زیادہ نہیں دیکھا شیخ علی بن صالح محدث امام ابو یوسف سے حدیث روایت کرتے تو کہتے افقہ، سید العلما قاضی القضاۃ ابو یوسف نے یہ روایت کی ہے ان کی بہت سی تصانیف ہیں نہایت مشہور کتاب النوادر کتاب الامالی کتاب الخراج ہیں، کسی خاص عنوان کے متعلق جس قدر احادیث ہوں ان کو ایک جگہ جمع کرنا یہ مفید ایجاد فن حدیث میں امام ابو یوسف ہی کی کتاب الخراج سے اس ہی طرز کی کتاب ہے

---

[1] ابن خلکان [2] اصول فقہ اسلام [3] تاریخ الفقہ [4] کتاب الانتہاء فی فضائل ثلاثہ الفقہاء

Marfat.com

اسی طرح کے دوسرے مصنف امام محمد ہیں ان کے بعد امام بخاری نے کتاب القراۃ تصنیف کی پھر امام نسائی نے خصائص علی تصنیف کی امام ابو یوسف نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام موسیٰ کاظم ۔ موسیٰ نام ابو ابراہیم کنیت کاظم لقب امام جعفر صادق کے صاحبزادے تھے ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تبع تابعین میں سے ہیں ان کے فتاوی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں ان کی مسند بھی تھی، خلیفہ ہارون رشید کو ان سے بے حد عقیدت تھی درباری حاسدوں نے ۱۸۳ھ میں زہر دے کر شہید کیا۔

ابو اسحاق فزاری، ابراہیم بن محمد بن حارث کے شاگرد ہیں ان سے حمید الطویل اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے ۱۸۶ھ میں وفات پائی۔

جریر، جریر بن عبد الحمید نام ملک رے کے محدث تھے حصین بن عبد الرحمن کے شاگرد تھے صاحب تصنیف تھے علی بن مدینی ان کے شاگرد تھے ۱۸۸ھ میں وفات پائی

امام محمد

محمد بن حسن نام اصل خاندان ان کا دمشق میں تھا ان کے والد عراق میں آئے ۱۳۵ھ میں واسط میں امام محمد پیدا ہوئے۔ تبع تابعین میں سے ہیں کوفہ میں تحصیل علم کے لئے امام سفیان ثوری امام اوزاعی وغیرہ سے علم حاصل کیا آخر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہے امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف سے بھی استفادہ کیا خلیفہ ہارون رشید نے ان کو قاضی مقرر کیا ۱۸۹ھ میں رے میں وفات پائی امام شافعی ان کے شاگرد ہیں تصانیف کی تعداد (۹۹۹) سے زیادہ مشہور موطا مبسوط جامع کبیر سیر کبیر صغیر کتاب الحج وغیرہ ہیں سیر کبیر و سیر صغیر کی تعریف امام اوزاعی نے بھی کی ہے امام محمد نے دس لاکھ ستر ہزار مسئلے نکالے ان کے حلقہ درس میں بڑے بڑے ائمہ حدیث و فقہا شریک ہوتے تھے امام شافعی کا قول ہے کہ امام محمد جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے اور فرمایا کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا عالم میں نے امام محمد سے بڑھ کر نہیں دیکھا[1] امام احمد حنبل سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ باریک مسائل کہاں سے حاصل کئے کہا امام محمد کی تصانیف سے[2] علم الخلاف یعنی ابواب فقہیہ کے متعلق موافق و مخالف احادیث کو جمع کر کے محاکمہ کرنا یہ ان کی ایجاد ہے ان کی کتاب الحج اس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے ...

ولید بن مسلم دمشقی ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے امام اوزاعی اور ابن جریج کے شاگرد تھے ان کی تصانیف

---

[1] الجواہر المضیئۃ [2] تہذیب الاسماء واللغات

Marfat.com

کی تعداد (۲۰۰) ہے ان میں ایک تاریخ بھی ہے امام احمد بن حنبل ان کے شاگرد ہیں ۱۹۵ھ میں وفات پائی

محمد بن فضیل بن غزوان" ابو عبد الرحمن کنیت اپنے باپ اور بیان بن بشر کے شاگرد ہیں کتاب الزہد وکتاب الدعا اور چند کتابوں کے مصنف ہیں امام احمد ان کے شاگرد ہیں ۱۹۵ھ میں وفات پائی!

ابو عبد اللہ ابن وہب، نام امام مالک کے شاگرد تھے کثیر التصانیف ہیں، موطا کبیر، موطا صغیر جامع کبیر کتاب المغازی وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

وکیع بن الجراح ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے امام ابو حنیفہ و ہشام بن عروہ کے شاگرد ہیں ابن مبارک و ابن مدینی یحییٰ بن معین ان کے شاگرد ہیں ۱۹۷ھ میں وفات پائی صاحب تصنیف ہیں نوح کا قول ہے کہ میں نے ثوری و معمر و مالک کو بھی حدیث میں وکیع کے برابر نہیں پایا تمام ائمہ صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔

یحییٰ بن سعید قطان ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے ہشام بن عروہ و عطا ابن السائب سے روایت کرتے تھے ان سے ابن مہدی و عفان نے روایت کی ہے امام بخاری بھی ان کے شاگرد ہیں ۱۹۸ھ میں وفات پائی تاریخ الرجال پر سب سے پہلے انھوں نے تصنیف کی[1] تمام ائمہ حدیث نے ان سے روایت کی ہے۔

سفیان بن عیینہ، ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں عمرو بن دینار اور امام زہری کے شاگرد ہیں، امام شافعی امام حنبل یحییٰ بن معین ان کے شاگرد ہیں امام شافعی کا قول ہے سفیان نہ ہوتے تو حجاز سے علم اٹھ جاتا ۱۹۸ھ میں وفات پائی انھوں نے اس پر فخر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے مجھکو محدث کہا ہے۔ امام صاحب نے کوفہ کی مسجد میں ان کو مدرس مقرر کیا تھا۔

ہشیم، ہشیم بن بشیر نام واسط کے رہنے والے تھے ۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے امام زہری کے شاگرد تھے ان سے سفیان نے روایت کی ہے صاحب تصنیف تھے ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔

یونس بن بکیر، ہشام بن عروہ کے شاگرد ہیں ان سے ابن معین نے روایت کی ہے انھوں نے مغازی ابن اسحاق کا ذیل لکھا ہے[2] ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔

امام شافعی

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع (شافع نے اپنے عہد جوانی میں رسول کریم کو دیکھا تھا شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد حضرت علی کی خالہ تھیں، بن سائب (سائب جنگ بدر میں

---

۱ میزان الاعتدال ۲ زرقانی و مواہب

Marfat.com

کفار مکہ کے علمبردار تھے یہ گرفتار ہو کر آئے فدیہ ادا کرکے رہائی پائی پھر مسلمان ہوگئے، سائب کا نسب عبد مناف میں رسول کریم کی نسب سے مل جاتا ہے) امام شافعی کی والدہ ام الحسن بنت حمزہ القاسم بن یزید بن امام حسن تھیں امام صاحب کے والد موضع تبالہ (حجاز کے علاقہ) میں رہتے تھے پھر مدینہ میں آکر بسے پھر شام گئے اور عسقلان میں سکونت اختیار کی وہیں وفات پائی امام صاحب غزہ کے صوبہ عسقلان میں امام ابو حنیفہ کی وفات کے دن ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے دو برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا بیوہ ماں ان کو لے کر مدینہ آگئی یہیں پرورش پائی دس برس کی عمر میں قرآن مجید اور موطا امام مالک حفظ یاد کرلی[1] بادیہ میں ہذیل سے، جو افصح العرب تھے علم ادب حاصل کیا پھر مکہ چلے گئے فقیہہ الحرم مسلم بن خالد الزنجی سے فقہ حاصل کیا شیخ موصوف نے بعد تکمیل ان کو مجاز فتوی کر دیا[2] اس وقت امام صاحب کی عمر پندرہ برس کی تھی شیخ الحرم سے سفارشی خط امام مالک کے نام لے کر مدینہ آئے اور ان کے درس میں شریک رہے اکیاسی شیوخ سے علم حاصل کیا[3] سیدہ نفیسہ زوجہ اسحاق بن امام جعفر صادق بنت حسن بن زید بن امام حسن سے بھی حدیث حاصل کی تھی امام مالک سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کرتے تھے ان سے امام احمد حنبل وابو ثور وامام مزنی نے روایت کی ہے امام صاحب کی تصانیف اصول دین میں چودہ اور فروع میں سو سے زیادہ ہیں "کتاب الام" زیادہ مشہور ہے خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں نجران کے والی بنائے گئے یہاں لوگوں سے موافقت نہ ہوئی سادات سے سازش کرنے کا الزام لگایا گیا گرفتار کرکے رقہ لائے گئے خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے، فضل بن ربیع حاجب کی سعی سے خلیفہ نے رہا کیا اور انعام دیا اس کے بعد امام محمد کے پاس آئے اور فقہ حنفی حاصل کیا امام ابو حنیفہ کی کتاب اوسط امام محمد سے لے کر ایک رات دن میں حفظ کرلی وہاں سے مکہ آئے ۱۹۵ھ تک یہاں افادہ و استفادہ کرتے رہے اسی سال خلیفہ ہارون الرشید کا انتقال ہوا اور امین خلیفہ ہوا اس زمانہ میں یہ دوبارہ عراق آئے یہاں بہت سے علماء ان کے مقلد ہوگئے یہاں کئی کتابیں املا کرائیں دو سال قیام کرکے پھر حجاز آگئے ۱۹۸ھ میں تیسری بار عراق پہونچے اور چند مہینے قیام کرکے فسطاط چلے گئے یہاں کئی کتابیں املا کرائیں ۲۰۴ھ میں یہیں وفات پائی بمقام قرافہ صغریٰ (مصر) مدفون ہوئے اہل مصر ان کو ناصر السنت کہا کرتے تھے فن اصول فقہ کو ایجاد تو امام ابو حنیفہ نے کیا لیکن اس کو وسعت اور رونق کی صورت امام شافعی سے حاصل ہوئی امام شافعی کے مقلد مصر و شمالی افریقہ و ملایا میں ہیں عدن و ہند میں بھی اہل کمبئی کی ایک جماعت بواہیر شافعی ہے امام شافعی کا قیام آخر میں چونکہ مصر میں تھا اس

---

[1] [2] توالی التاسیس [3] تاریخ الخلفاء

Marfat.com

لیے ان کا مذہب مصر میں زیادہ رائج ہوا اشہب بن القاسم وابن المواز نے امام صاحب سے فقہ سیکھا پھر حرث بن مسکین نے فقہ شافعی کی خدمت کی کچھ عرصہ کے بعد مصر میں شیعہ حکومت قائم ہو گئی اور فقہ شیعہ رائج ہو گیا۔ فقہ شافعی معدوم ہو گیا سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب مصر میں عبیدیوں کی سلطنت کو برباد کر کے اپنی سلطنت قائم کی تو فقہ شافعی کو رواج دیا۔

شام میں شیخ محی الدین نووی و شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس مذہب کی خدمت کی سلاطین ایوبیہ ان کے ناصر رہے مصر میں شیخ ابن الرافعہ اور ان کے بعد شیخ تقی الدین دقیق و شیخ تقی الدین سبکی نے اس مذہب کو خوب فروغ دیا، اصمعی مشہور فصیح و بلیغ امام صاحب کا شاگرد تھا اور ان کی شاگردی پر فخر کیا کرتا تھا[1]

لیکن بعض لوگوں نے امام صاحب کی تصنیف دانی پر اعتراضات کئے ہیں حمیدہ بنت نافع بن عتبہ بن عمر بن عثمان امام صاحب کی زوجہ تھیں۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں بڑا لڑکا ابو عثمان محمد حلب کا قاضی ہوا چھوٹا لڑکا ابوالحسن محمد صغر سنی میں فوت ہو گیا، لڑکیوں کے نام فاطمہ و زینب تھے امام صاحب کے شاگردوں میں سے (۲۲) سے بخاری نے (۱۷) سے مسلم نے (۱۸) سے ابو داؤد نے (۷) سے ترمذی نے (۹) سے نسائی نے (۹) سے ابن ماجہ نے اور (۸۳) سے دیگر ائمہ حدیث نے روایات لی ہیں، مسند شافعی امام صاحب کے شاگرد ربیع بن سلیمان اور ابو جعفر محمد بن مطر نے جمع کر کے رائج کیا۔

ابو داؤد طیالسی " تبع تابعین میں سے ہیں ایک ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا شعبہ سے روایت کرتے تھے ان سے امام حنبل نے روایت کی ہے ان کی مسند میں چالیس ہزار حدیثیں ہیں اسی برس کی عمر میں ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

روح بن عبادہ، ابن ابی عروبہ سے روایت کرتے تھے ان سے بشیر بن موسیٰ نے روایت کی ہے صاحب تصنیف تھے ان کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں دس ہزار اپنی تصنیف میں لکھیں ۲۰۵ھ میں وفات پائی

عبدالرزاق بن ہمام، اوزاعی وابن جریج و ثوری سے روایت کرتے تھے صاحب تصنیف تھے ان کی ثلاثیات بہت ہیں ان سے ابن معین و احمد حنبل نے روایت کی ہے ۲۱۱ھ میں وفات پائی مصنف عبدالرزاق کی ایک جلد مدینہ میں ہے۔

اسد بن موسیٰ " اسد بن موسیٰ بن ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم نام اسدالسنہ لقب ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے شعبہ و سفیان سے روایت کرتے تھے ان سے احمد بن

---

[1] لوائح التاسیس

صالح نے روایت کی ہے صاحب تصنیف تھے سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

اسمعیل " اسماعیل بن حماد بن امام اعظم نام اپنے باپ اور امام قاسم سے علم حاصل کیا بڑے زاہد اور فقیہہ تھے بغداد و بصرہ ورقہ میں قاضی رہے ہے شیخ محمد بن عبداللہ الانصاری کا قول ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ سے آج تک کوئی ایسا ذی علم قاضی مقرر نہیں ہوا ان سے سہل بن عثمان عسکری و عبدالمومن بن علی الرازی نے روایت کی ہے اُن کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں زیادہ مشہور کتاب جامع، فقہ میں ہے، ایک فرقہ قدریہ کے رد میں ہے سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

مکی بن ابراہیم، امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاد تھے ان سے ابن معین نے بھی روایت کی ہے، ساٹھ حج کئے تھے سنہ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۲۱۵ھ میں بلخ میں وفات پائی تابعیوں سے علم حاصل کیا۔

حمیدی بخاری۔ فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں بخاری و ذہلی کے استاد ہیں صاحب مسند ہیں سنہ ۲۱۹ھ میں وفات پائی امام احمد حنبل کا قول ہے (الحمیدی عندنا امام)

محدثین و مصنفین قرن ثالث

المنقری " ابوجعفر محمد بن الصباح البزار صاحب سنن ہیں اسماعیل بن زکریا سے روایت کرتے تھے ان سے ابراہیم الجزلی نے روایت کی ہے سنہ ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔

امام ابوالولید رازدقی " تاریخ مکہ ان کی تصنیف ہے سنہ ۲۲۲ھ میں وفات پائی نام ابوالولید محمد بن عبدالکریم ازدقی "

نعیم " ابوعبداللہ نعیم بن حماد خزاعی امام ابراہیم طہمان کے شاگرد تھے، صاحب تصنیف تھے سنہ ۲۲۸ھ میں وفات پائی۔

مسدد بن مسرہد البصری " صاحب تصنیف تھے زید بن حماد کے شاگرد تھے ابوزرعہ کے شاگرد ہیں سنہ ۲۲۸ھ میں وفات پائی "

ابن سعد " محمد بن سعد نام " واقدی کے کاتب تھے سفیان بن عیینہ اور ولید بن مسلم سے روایت کرتے تھے ان سے ابن ابی الدنیا و احمد بن یحییٰ بلاذری نے روایت کی ہے طبقات کبیر و طبقات صغیر ان کی تصنیف ہے سنہ ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن معین " امام ابویوسف کے شاگرد ہیں امام بخاری کے استاد ہیں سنہ ۲۳۳ھ میں وفات

امام بخاری نے صحیح بخاری بغرض استصواب ان کے سامنے پیش کی تھی ابن عقبہ کا قول ہے کہ محدثین نے بارہ لاکھ حدیثیں یحییٰ بن معین سے لکھیں علی بن مدینی نے کہا ہے مجھے معلوم نہیں کہ محدثین میں سے کسی نے یحییٰ بن معین کے برابر حدیثیں لکھی ہوں[1] ان کی ایک تاریخ بھی ہے۔

علی بن مدینی " شیخ وکیع کے شاگرد ہیں ہشیم بن عتبہ وغیرہ سے بھی روایت کرتے تھے ان سے امام ذہلی نے روایت کی ہے امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے صحیح بخاری بغرض استصواب ان کے سامنے پیش کی تھی ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے ۲۳۴ھ میں وفات پائی امام بخاری کا قول ہے "ما استصغرت نفسی الا عندہ" میں نے علی مدینی کے سوا کسی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں پایا[1]

ابن ابی شیبہ " عبد اللہ بن محمد ابی شیبہ، امام عبد اللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں ان سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے صاحب مسند ہیں ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

سعید بن منصور :- امام مالک وامام لیث کے شاگرد ہیں صاحب سنن ہیں (۸۵) برس کی عمر میں ۲۲۵ھ میں وفات پائی انھوں نے اپنی یاد سے دس ہزار حدیثیں لکھائیں۔

ابن راہویہ " اسحاق بن ابراہیم راہویہ نام شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضیل بن دکین کے شاگرد ہیں ابن مبارک سے روایت کرتے تھے ان سے ابن معین نے روایت کی ہے صاحب تصنیف ہیں (۷۷) سال کی عمر میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل رح

۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے پندرہ برس کی عمر میں حدیث شروع کی تحصیل علم کے لئے بصرہ، شام، عراق، مکہ، مدینہ کے سفر کئے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر سے علم حاصل کیا ۱۹۵ھ میں امام شافعی کے پاس پہنچے اصول فقہ اور فقہ کی تعلیم حاصل کی کچھ دنوں کے بعد خود درس دینے لگے امام بخاری، امام مسلم، امام داؤد بھی آپ کے حلقہ درس میں شریک تھے آپ کی پندرہ تصنیفات کے نام تو والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں لکھے ہیں زیادہ مشہور مسند ہے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے احمد حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں امام شافعی مصر میں تھے کہ ان سے خواب میں رسول کریم نے فرمایا کہ احمد حنبل سے کہہ دو کہ خداوند کریم اس کو قرآن کے بارے میں آزمائش میں ڈالے گا۔ امام شافعی نے یہ خواب خط میں لکھ کر ربیع بن سلیمان کی معرفت امام احمد کو بھیجا، فتنہ عقیدہ خلق قرآن ۲۱۲ھ سے شروع ہوا خلیفہ مامون شیخ یحییٰ

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات [2] تقریب

بن اکثم محدث کو عہدہ قاضی القضات سے معزول کر کے احمد بن داؤد معتزلی کو قاضی القضات بنایا اس کے مشورہ سے بہت علما قید و قتل کیے گئے ۲۱۸ھ میں خلیفہ نے صوبوں میں حکم بھیجا کہ محدثین و قضات سے اس مسئلہ میں جواب لیا جائے بغداد میں محدثین نے اس کی مخالفت کی تو خلیفہ نے اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کو لکھا کہ سات محدثین کو روانہ کر دو یہ سات محدثین آئے انہوں نے مرعوب ہو کر خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ امام احمد حنبل نے مخالفت کی گورنر نے ان کو قید کر دیا پھر ہتھکڑیاں لگا کر خلیفہ کے حضور میں "طرطوس" روانہ کیا جب یہ اذنہ کے قریب پہنچے تو خبر آئی کہ مامون مر گیا یہ رقہ کے قید خانہ میں قید کر دیئے گئے معتصم خلیفہ ہوا اس کے زمانے میں امام صاحب کو قید خانہ میں سخت اذیتیں دی گئیں اور راتی درے مارے گئے اور آخر رہا کر دیئے گئے۔ امام صاحب نے درس جاری کر دیا ۲۲۷ھ میں معتصم مر گیا۔ واثق خلیفہ ہوا۔ الحسن بن علی الجورد نے جو عثمی تھا خلیفہ سے امام صاحب کی شکایت کی لیکن امام صاحب نے قبل اذیں کہ کوئی کارروائی ہو درس بند کر دیا ۲۳۱ھ میں خلیفہ نے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق پھر صوبجات میں احکام نافذ کئے امام احمد بن نصر شاگرد امام مالک، و شیخ یحییٰ بن معین محدث نے انکار کیا یہ دونوں شہید کر دیئے گئے ۲۳۲ھ میں واثق مر اس نے مرنے سے قبل اس عقیدہ سے توبہ کر لی تھی۔

اب متوکل خلیفہ ہوا یہ بدعت کا دشمن اور سنت کا حامی تھا اس نے امام صاحب کی بڑی قدر و منزلت کی، ابراہیم گورنر کو حکم دیا کہ امام صاحب سے معافی چاہے، امام صاحب نے معاف کر دیا یکم ربیع الاول ۲۴۱ھ کو امام صاحب علیل ہوئے اور ۱۲ ربیع الاول کو بغداد میں بعمر ۷۷ سال وفات پائی امام صاحب امام اہل السنت والجماعت کے لقب سے مشہور تھے حنبلی مذہب کے پیرو نجد و حضر موت اور مغرب کے خاص خاص حصوں میں ہیں شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں، محدثین میں سب سے بڑی شان والے اور زیادہ روایت والے اور حدیث کے مراتب زیادہ پہچاننے والے اور معانی مخصوص کو خوب سمجھنے والے احمد حنبل اور اسحاق بن راہویہ ہیں امام احمد حنبل کی کتاب العلل والرجال کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں ہے۔

عبد بن حمید" صاحب مسند کبیر و تفسیر ہیں یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے ان سے عمر ابن بحیر نے روایت کی ہے ۲۴۹ھ میں وفات پائی

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن" یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے ان سے امام مسلم نے روایت کی ہے صاحب مسند و تفسیر ہیں ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

امام بخاری

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، امیر المومنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویہ و ناشر المواریث المحمدیہ لقب[1]!!! سلسلہ نسب یہ ہے ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بردزبہ فارسی الاصل تھا اور اپنے آبائی مذہب پر تھا۔ مغیرہ یمان جعفی (جعفی یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے) حاکم بخارا ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے، امام بخاری کے والد اسمٰعیل محدث تھے امام مالک کے شاگرد تھے، حماد بن زید اور ابو معاویہ سے بھی روایت کرتے تھے[2] شیخ ابن مبارک سے بھی استفادہ کیا تھا نصر بن الحسین شیخ اسماعیل کے شاگرد تھے امام بخاری ۱۳ شوال بعد نماز جمعہ سنہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے ان کی والدہ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں، بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا دس برس سے کم عمر تھی جو حدیثیں یاد کرنی شروع کر دیں تھیں[3] علامہ داخلی کے درس میں جایا کرتے تھے گیارہ برس کا سن تھا ایک دن علامہ سے سند بیان کرنے میں غلطی ہو گئی انہوں نے ٹوک دیا جب سند کی تصحیح ہوئی۔

محمد بن سلام بیکندی (عبد اللہ بن مبارک و ابن عیینہ کے شاگرد تھے علوم دین کی تحصیل و اشاعت میں اسی ہزار درہم صرف کئے سنہ ۲۲۵ھ میں وفات پائی امام احمد حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابن سلام سے صرف پانچ ہزار حدیثیں موضوع یاد کیں) محمد بن یوسف بیکندی و عبد اللہ بن محمد مسندی (یہ شیخ فضل بن عیاض کے شاگرد تھے سنہ ۲۲۹ھ میں وفات پائی) و ابراہیم بن الاشعث (بخارا کے رہنے والے تھے فضیل بن عیاض کے شاگرد تھے ابن حمید صاحب مسند بھی ان کے شاگرد تھے) و علی بن عباس امام لیث کے شاگرد تھے سنہ ۲۰۵ھ میں وفات پائی) و عبید اللہ بن موسیٰ (ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے سنہ ۲۱۳ھ میں وفات پائی) و عصام بن خالد الحمصی (حریز بن عثمان کے شاگرد تھے سنہ ۲۱۵ھ میں وفات پائی) و فضل بن دکین (اعمش کے شاگرد تھے سنہ ۲۲۹ھ میں وفات پائی) و خلاد بن یحییٰ السلمی (مسعر کے شاگرد تھے سنہ ۲۱۷ھ میں وفات پائی) اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا سولہ سال کی عمر تک شیخ وکیع اور شیخ ابن مبارک کی کتابیں حفظ کر لی تھیں۔

سب سے پہلے سنہ ۲۱۰ھ میں سفر کیا مکہ پہنچے سنہ ۲۱۲ھ میں مدینہ پہنچے حجاز میں چھ برس رہے پھر بصرہ کوفہ (کوفہ میں کئی بار گئے) بغداد (آٹھ دفعہ گئے) مصر جزیرہ مرو رے، ہرات نیشاپور، خراسان، سمرقند، تاشقند تمام ممالک میں جا کر علم حاصل کیا امام بخاری کے تمام شیوخ کی تعداد ایک ہزار بیان کی گئی ہے ہر حدیث کو مع سند یاد رکھتے تھے[4] ایک سفر میں ایک کشتی میں سوار ہوئے ان کے ہمیانی میں ایک

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ [2] طبقات کبریٰ [3] کتاب الثقات [4] مقدمہ فتح الباری

Marfat.com

ہزار اشرفیاں تھیں ایک شخص نے دوست بن کر ان کی پونجی کا حال معلوم کر لیا صبح اٹھ کر اس نے غل مچایا کہ میری ایک ہزار اشرفی کی ہمیانی کسی نے چرالی امام بخاری نے یہ سنتے ہی ہمیانی دریا میں پھینک دی ملاحوں نے سب کی تلاشی لی ہمیانی برآمد نہ ہوئی اس شخص نے پھر ان سے دریافت کیا انھوں نے کہا دریا میں پھینک دی اس نے کہا کیوں تمہارے پاس نکلتی تم کہتے میری ہے انھوں نے کہا یہ جھگڑا ضرور ہوتا ہمیانی خواہ مجھی کو مل جاتی مگر پھر بھی میری حدیث صحیح نہ سمجھی جاتی (الفوائد الدراری علامہ عجلونی) امام صاحب مضاربت کے ذریعے تجارت کرتے تھے بخارا میں کچھ آدمی مخالف ہو گئے انھوں نے حاکم بخارا کے کان بھر دیئے اور اس سے کہا یہ فتویٰ دینے کے قابل نہیں انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک ہی بکری کا دودھ پی لیں تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے حاکم نے حکم جاری کر دیا کہ یہ فتویٰ نہ دیا کریں۔

پھر مشہور کیا گیا کہ الفاظ قرآنی کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں آخر حاکم نے ان کو خارج البلد کر دیا بخارا سے نکل کر بیکند پہنچے یہاں بھی یہی شہرت تھی اس لئے نہ ٹھہر سکے سمرقند والوں نے درخواست کی کہ آپ یہاں آکر درس قائم کریں امام صاحب روانہ ہوئے راستہ میں موضع خرتنگ میں قیام کیا شب عید الفطر میں بعد نماز عشاء ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ ابوعاصم نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے[1]

علامہ ابوالحسن بن العراقی نے حنابلہ میں شمار کیا ہے بعض نے امام صاحب کی صرفی غلطیاں نکالی ہیں بعض نے جرح بھی کی ہے، امام صاحب کی چھبیس تصنیفات کے نام تذکرہ میں نے ایک کتاب میں دیکھے ہیں، سب سے پہلے تصنیف قضایا الصحابہ والتابعین ہے مد ایک تاریخ کبیر ہے طبع نہیں ہوئی اس کا ناقص نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں آیا ہے) سب سے مشہور صحیح بخاری ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے امام بخاری کو پانچ لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور چالیس ہزار غیر صحیح حدیثیں یاد تھیں قتیبہ بن سعد کا قول ہے کہ میں نے امام بخاری کا مثل نہیں دیکھا[2] ان کی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اول نمبر کی کتاب ہے یہ ائمہ ستہ میں سے ہیں، صحیح بخاری باعتبار طبقات کتب حدیث طبقہ اول کی کتاب ہے ان کی تاریخ صغیر اور کتاب الضعفاء والصغیر مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے اور تاریخ کبیر کا ایک جزو کتب خانہ پیر جھنڈا میں ہے۔

ربیع بن صبیح " حمید الطویل ویزید رقاشی وغیرہ سے روایت کرتے تھے ابن مہدی اور ابوداؤد طیالسی ان کے شاگرد ہیں خلیفہ مہدی نے جو فوج ہندوستان پر ۱۵۹ھ میں بھیجی تھی اس لشکر کے ساتھ یہ بھی ہندوستان آگئے تھے[3] صاحب تصنیف تھے سنہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

---

[1] نواب صدیق حسن خان [2] مقدمہ فتح الباری [3] طبقات ابن سعد و تاریخ گجرات

Marfat.com

محدثین و مصنفین عہد اختلافی سنہ ۲۶۰ھ سے سنہ ۳۱۱ھ تک

امام مسلم

ابوالحسین کنیت عساکر الدین لقب، مسلم بن حجاج بن ورد بن کوشاذ نام سلسلہ نسب قبیلہ قشیری سے ملتا ہے اس لئے قشیری مشہور ہیں اصل وطن نیشاپور ہے عراق، حجاز، شام مصر کے سفر تحصیل علم کے لئے کئے بغداد کئی بار گئے بغداد میں درس بھی دیا امام احمد حنبل یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری ان کے خاص استاد ہیں ابو حاتم رازی، امام ترمذی، ابوبکر بن خزیمہ، ابوعوانہ ان کے شاگرد ہیں نیشاپور میں رجب سنہ ۲۶۱ھ میں وفات پائی (۵۵) سال کی عمر میں۔ ان کی پچیس[۲۵] تصانیف کے نام مختلف کتب میں دیکھے گئے ہیں زیادہ مشہور صحیح مسلم ہے ان کے پاس تین لاکھ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں شافعی المذہب تھے ائمہ ستہ میں سے ہیں ان کی کتاب صحیح مسلم صحاح ستہ میں دوسرے نمبر کی کتاب ہے صحیح مسلم باعتبار طبقات کتب طبقہ اول کی کتاب ہے۔"

خصّاف " امام محمد کے شاگرد تھے کتاب الوصایا ان کی تصنیف ہے سنہ ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔"

عمر بن شیبہ } یحییٰ قطان سے روایت کرتے تھے ابن ماجہ اور ابن صاعد نے ان سے روایت کی
ابن عابدہ } ہے علم سیرت و مغازی کے امام تھے تاریخ مدینہ تاریخ بصرہ ان کی تصنیف ہے
سنہ ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابی مسلم الکشی " صاحب سنن ہیں ان کی ثلاثیات بہت ہیں سنہ ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔

یعقوب ابن شیبہ ابن صلت " یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے ان سے محمد ابن احمد نے روایت کی ہے صاحب مسند کبیر ہیں سنہ ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابن ماجہ ۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے ائمہ ستہ میں سے ہیں امام ترمذی کے شاگرد ہیں ان کی ثلاثیات بہت ہیں سنہ ۲۷۳ھ میں وفات پائی ایک تاریخ اور چند کتابیں ان کی تصنیف ہیں ان کی سنن زیادہ مشہور ہے جو صحاح ستہ میں چھٹے نمبر کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے۔"

المزنی " ابوابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ سنہ ۱۷۵ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۲۶۴ھ میں وفات پائی کثیر التصانیف تھے شافعی المذہب تھے۔"

ابوداؤد " سلیمان بن الاشعث سجستانی سنہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے امام احمد حنبل سے علم حاصل

Marfat.com

کیا شافعی المذہب تھے بعض نے حنبلی لکھا ہے ائمہ ستہ میں سے تھے ان کو پانچ لاکھ حدیثیں یاد تھیں ۲۷۵ھ میں وفات پائی ان کی کتاب سنن ابو داؤد صحاح ستہ میں چوتھے نمبر کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔"

ابو حاتم رازی "۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے فن جرح وتعدیل کے امام تھے "تلاش حدیث میں پیادہ سفر کرتے تھے بحرین ۔ رملہ، مصر، طرسوس وغیرہ گئے ایک ہزار کوس کا سفر کیا امام بخاری سے بھی استفادہ کیا ۲۷۷ھ میں وفات پائی ان کی کتاب الجرح والتعدیل، تین جلدیں کتب خانہ پیر جھنڈا میں ہیں۔"

امام ترمذی "ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ان کا سلسلہ نسب بنی سلیم سے ملتا ہے جو بنی غیلان کی ایک شاخ ہے ان کے دادا مروزی الاصل تھے کسی وجہ سے موضع بوغ (ترمذ کے قریب چھ کوس پر ہے) میں آباد ہو گئے تھے امام ترمذی نے علم امام بخاری و امام مسلم سے حاصل کیا بصرہ، کوفہ واسط، رے، خراسان، حجاز، وغیرہ کے سفر تحصیل علم کے لئے گئے ۲۷۹ھ میں وفات پائی کثیر التصانیف تھے زیادہ مشہور جامع ترمذی و شمائل ترمذی و کتاب العلل ہے شافعی المذہب تھے ائمہ ستہ میں سے ہیں ان کی کتاب جامع ترمذی صحاح ستہ میں تیسرے نمبر کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔"

دارمی "ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل سمرقندی الدارمی، قبیلہ دارم سے تھے ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے امام ابن ماجہ کے شاگرد تھے ان سے امام ترمذی نے بھی روایت کی ہے ۲۵۵ھ میں وفات پائی صاحب سنن ہیں ان کی سنن میں (۳۵۵۷) حدیثیں ہیں ان کی تصنیف سے ایک التفسیر اور ایک الجامع ہے۔"

المقری "ابوبکر محمد بن ابراہیم ابن علی امام ابویعلی موصلی کے شاگرد تھے، ابو الشیخ بن حبان ان کے شاگرد ہیں ۳۸۱ھ میں وفات پائی، اصفہان کے محدث تھے معجم الکبیر اور اربعین ان کی تصنیف ہے

حارث بن اسامہ "ابو محمد حارث بن اسامہ نام اسامہ ان کے دادا کا نام تھا محمد ان کے باپ کا نام تھا۔ دادا کے نام سے مشہور ہوئے قبیلہ بنی غنم سے تھے بغداد میں رہتے تھے یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے (۹۶) سال کی عمر میں ۲۸۲ھ میں وفات پائی انہوں نے اپنا مسند شیوخ پر مرتب کیا اس لئے معجم کہنا چاہیئے گو مشہور مسند ہے۔"

ابن سندی "محمد بن محمد بن رجا بن سندی ان کی تصنیف سے ایک صحیح ہے امام حنبل کے

سلہ حطہ صدیق حسن خان

Marfat.com

شاگرد تھے ابوحامد ابن الشرقی ان کے شاگرد تھے ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

ابن ابی عاصم " الحافظ الکبیر لقب ظاہری المذہب تھے (امام داؤد ظاہری کے مقلد ظاہری کہلاتے تھے یہ مذہب معدوم ہوگیا) اصبہاں کے قاضی تھے ستر ہزار حدیثیں زبانی روایت کرتے تھے ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے ۲۸۷ھ میں وفات پائی ابوموسیٰ مدینی نے ان کی سوانح عمری لکھی ہے۔

عبدالرحمٰن " عبدالرحمٰن بن محمد بن اسلم نام جامع اصفہان کے امام تھے، صاحب سند و تفسیر تھے ابویحییٰ رازی سے روایت کرتے تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

بزار " ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق نام (بزار یا عتبار پیشہ کہا گیا ہے پنساری کو کہتے ہیں۔) حسن بن علی بن راشد کے شاگرد تھے ان سے ابوالشیخ طبرانی نے روایت کی ہے صاحب مسند ہیں ان کے مسند میں اکثر غلطیاں ہیں ۲۹۲ھ میں وفات پائی۔

عبدان " عبدان بن محمد بن جلیبی نام مرو کے مفتی تھے ۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۹۳ھ میں وفات پائی ابومحمد مروزی سے روایت کرتے تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے ان کی تصنیف کا نام موطا ہے اور دیگر کتابیں ہیں۔

ابواسحاق " ابواسحاق ابراہیم ابن اسحاق نیشاپوری اسحاق بن راہویہ سے روایت کرتے تھے ان سے ابن الشرقی نے روایت کی ہے ان کی تصنیف تفسیر کبیر ہے ۳۰۱ھ میں وفات پائی۔

نسائی " ابوعبدالرحمٰن نام موضع نسا (متصل خراسان) کے باشندے تھے ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے ابوداؤد کے شاگرد ہیں شافعی المذہب تھے[1] ائمہ ستہ میں سے ہیں ان کی تصنیف سنن نسائی صحاح ستہ میں نمبر پانچ کی کتاب ہے اور باعتبار طبقات کتب حدیث طبقہ دوم کی ۳۰۳ھ میں وفات پائی ان کی ایک کتاب "الضعفاء والمتروکین" مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے۔

ابویعلیٰ موصلی " احمد بن علی نام موصل کے باشندہ تھے یحییٰ بن معین سے روایت کرتے تھے ان سے حاتم ابن حبان نے روایت کی ہے صاحب مسند کبیر ۳۰۷ھ میں وفات پائی۔

ابن جریر طبری " ابوجعفر ابن جریر نام ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اسمٰعیل بن موسیٰ السدی سے روایت کرتے تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے مجتہد صاحب مذہب تھے ان کا مذہب ۳۵۰ھ تک چل کر معدوم ہوگیا کثیر التصانیف اور مشہور مصنف ہیں صاحب تفسیر و تاریخ ہیں سنا ہے کہ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے وہ ان کے مذہب پر ہے ایک جریر طبری شیعی بھی گذرے ہیں ان کا اور ان کا نام ولدیت نسب وطن وغیرہ سب ایک ہے وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ وغیرہ ہیں صرف سنی

---

[1] حطہ نواب صدیق حسن

Marfat.com

ولادت ووفات میں فرق ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ فرقہ ان کی طرف منسوب ہے (واللہ اعلم بالصواب)
۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

الدولابی، ابوبشیر محمد بن احمد نام احمد بن شریح کے شاگرد تھے ۳۱۰ھ میں وفات پائی ۱۱۱

محدثین و مصنفین قرون ثلاثہ کے بعد

ابوحفص "عمر ابن محمد بن بجیر الہمدانی محدث ماوراء النہر ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے ۳۱۱ھ میں وفات پائی عیسیٰ بن حماد سے روایت کرتے تھے ان سے محمد بن ابوبکر دینوری نے روایت کی ہے صاحب تفسیر ہیں"

ابن خزیمہ، ابوعبداللہ محمد اسحاق نام ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے امام بخاری کے شاگرد تھے حاکم اور دارقطنی ان کے شاگرد تھے صاحب صحیح ہیں ۳۱۱ھ میں وفات پائی ان کی تصانیف کی تعداد ۱۴۰ ہے اور موجودہ مقدار تناوی ہے،

ابوعوانہ "یعقوب بن اسحاق نام احمد ابن الازہر سے روایت کرتے تھے ان سے احمد بن علی رازی نے روایت کی ہے صاحب صحیح و مسند ہیں ۳۱۶ھ میں وفات پائی۔

طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد نام موضع طحا (قریب مصر) کے رہنے والے تھے امام مزنی کے شاگرد اور بھانجے تھے ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے ۳۲۱ھ میں وفات پائی ان سے طبرانی نے روایت کی ہے کہ مذہب حنفی کے مجتہد منتسب تھے کثیر التصانیف اور مشہور مصنف ہیں معانی الآثار شرح جامع کبیر شرح جامع صغیر وغیرہ ان کی تصانیف ہیں ان کا ایک رسالہ بیان السنۃ المعروف بہ عقیدۃ الطحاوی ہے اس کا اردو میں ترجمہ والد ماجد نے کرکے اظہار النعمہ نام رکھا ہے"

ابوجعفر، ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق نام امام بخاری کے شاگرد اور کاتب تھے دارقطنی اور طبرانی ان کے شاگرد تھے انکے درس میں دس ہزار طالب علم شریک ہوتے ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

ابن سکن، ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن، ابوالقاسم بغوری کے شاگرد تھے ان سے عبدالغنی بن سعید نے روایت کی ہے صحیح منتقی ان کی تصنیف ہے ۳۵۳ھ میں وفات پائی۔

ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان نام ابوخلیفہ سے روایت کرتے تھے ان سے حاکم نے روایت کی ہے صحیح اور تاریخ کتاب الضعفا انکی تصنیف ہے ۳۵۴ھ میں وفات پائی انکی مصنفہ کتاب الثقات کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے ان کی صحیح کا ناقص نسخہ کتب خانہ رامپور میں ہے اور ایک نسخہ حرمین کے کتب خانہ میں ہے کتاب الثقات کی چار جلدیں کتب خانہ پیر جھنڈا سندھ میں ہیں۔

طبرانی:- ابوالقاسم سلیمان بن احمد نام ہزار شیوخ سے روایت کرتے تھے معجم صغیر معجم اوسط معجم کبیر وغیرہ ان کی تصانیف ہیں انہوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا موت نے پورا نہ ہونے دیا شیخ ابو نواسہ سے بھی روایت کرتے تھے سنہ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۳۶۰ھ میں وفات پائی انکے معجم حروف تہجی اور شیوخ کے اعتبار سے مرتب ہیں جس سے سہولت کے موجد ہیں ابونعیم نے ان سے روایت کی ہے یہ ابن حبان کے بھی شاگرد تھے ان کے نسخوں معجم جرمن کے کتب خانہ میں ہیں۔

ابن مندہ:- ایک ہزار سات سو شیوخ سے روایت کرتے تھے صاحب تصنیف ہیں سنہ ۳۹۵ھ میں وفات پائی ان کی کتاب علی الاتفاق کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

حاکم:- ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم دو ہزار شیوخ سے روایت کرتے تھے دار قطنی اور بیہقی نے ان سے روایت کی ہے ان کی تصانیف میں سے مستدرک اور المدخل الی علوم الحدیث بہت مشہور ہیں سنہ ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔

رامہرمزی:- ابو محمد حسن بن عبدالرحمن رامہرمزی کثیر التصانیف تھے انہوں نے ایک کتاب المحدث الفاصل ایسی تصنیف کی کہ جو علم اصول حدیث کی بنیاد قرار پائی سنہ ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔

ابونعیم اصفہانی:- ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی کثیر التصانیف ہیں ایک معجم بھی ہے اسماء الرجال بھی ان کی تصانیف ہیں ان کی تصانیف سے حلیۃ الاولیاء بہت مشہور ہے طبرانی کے شاگرد تھے سنہ ۴۳۰ھ میں وفات پائی انکی ایک کتاب تاریخ اصفہان کتب خانہ رامپور میں ہے اور کتب خانہ جرمن میں بھی ہے۔

الخلیلی:- قاضی ابو یعلی الخلیل ابن عبداللہ ابن احمد قزوینی، محمد بن اسحاق کسائی سے روایت کرتے تھے ان سے ابو بکر بن لال نے روایت کی ہے سنہ ۴۴۶ھ میں وفات پائی۔

بیہقی:- ابو بکر احمد بن حسین البیہقی ایک ہزار کتابوں کے مصنف ہیں شافعی المذہب تھے تمام طرق حدیث کو انہوں نے جمع کرنے کی کوشش کی سنن کبریٰ انکی مشہور تصنیف ہے اور بہت سی تصانیف ہیں سنہ ۴۵۸ھ میں وفات پائی۔

دار قطنی:- ابو الحسین علی بن عمر الدار القطنی ان کی سنن مشہور ہے ایک کتاب علل حدیث پر ہے اور بہت سی تصانیف ہیں سنہ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔

خطیب:- ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی ان کی تصانیف کی تعداد سو ہے حدیث کے ہر فن کے متعلق ان کی قابل دید و داد تصانیف ہیں محدثین نے اعتراف کیا ہے کہ خطیب کے بعد کے محدثین گویا خطیب کے عیال ہیں انکی تاریخ بغداد ایک مشہور عظیم کتاب ہے بیہقی کے شاگرد تھے سنہ ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔

الزنجانی:- امام سعد بن علی بن محمد بن الحسین الزنجانی نام، آخر عمر میں حرم شریف میں منتقل ہوئے اور شیخ الحرم خطاب پایا، ابا عبداللہ محمد بن الفضل بن نظیف الفراء کے شاگرد تھے ابو المظفر منصور بن عبدالجبار

Marfat.com

سمعانی ان کے شاگرد تھے امام محمد بن طاہر کا قول ہے (ما رأیت مثل الزنجانی یعنی نے زنجانی کا مثل نہیں دیکھا) ۴۷۱ھ میں وفات پائی امام ذہبی نے ان کا مفصل تذکرہ اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے اور ان کی کرامات اور علمی فضائل کی بہت مدح کی ہے صاحب مسند تھے خطیب اگرچہ ان سے بڑے تھے مگر ان سے بھی حدیث حاصل کی اور روایت کی۔

خاکسار مصنف کتاب ہذا کے جد اعلیٰ قاضی حسن زنجانی اسی سلسلہ سے تھے۔

حافظ عبد الغنی " عبد الغنی بن سعید ازدی المصری مشہور مصنف اور کثیر التصانیف ہیں ۴۰۹ھ میں وفات پائی انکی دو کتابیں کتاب المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث وکتاب المشتبہ النسبہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہیں۔

حکیم ترمذی " ابی عبداللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر المؤذن الحکیم الترمذی ۲۵۵ھ میں وفات پائی ان کی تصنیف کا نام نوادر الاصول ہے اس میں موضوعات بہت ہیں بعض لوگ ترمذی کے لفظ سے دھوکہ کھاکر نوادر الاصول کو امام ترمذی کی تصنیف سمجھ لیتے ہیں یہ روایت کرتے تھے قتیبہ بن سعد سے اور ان سے یحییٰ بن منصور نے روایت کی ہے"

رزین " ابو الحسن رزین بن معاویۃ العبدری الاندلسی نے موطا اور صحاح ستہ کی احادیث کو جو اصول مشہور ہیں ایک جگہ جمع کیا مگر اس میں کچھ اضافہ بھی کر دیا یہ اضافہ اصول کے ہمپایہ نہ تھا اس کتاب کی ترتیب مسانید صحابہ پر تھی ۵۳۵ھ میں وفات پائی"

فردوس دیلمی، فردوس شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمدان کے رہنے والے تھے فیروز دیلمی صحابی کی اولاد سے تھے انکی کتاب کا نام فردوس الاخیار المعروف مسند الدیلمی ہے احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھا ہے یعنی جو حرف اول حدیث کا ہو یہ اس ترتیب سے موجود ہیں اس کتاب میں موضوعات بہت ہیں تاریخ ہمدان بھی ان کی تصنیف ہے یوسف بن محمد بن یوسف کے شاگرد تھے حافظ ابو موسیٰ مدینی نے ان سے روایت کی ہے ۵۵۸ھ میں وفات پائی۔

ابن عساکر " ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ شافعی المذہب تھے صاحب التصانیف کثیرہ ہیں انکی تاریخ دمشق اسی جلدوں میں ہے ۵۷۱ھ میں وفات پائی ان کے جنازہ میں سلطان صلاح الدین نے شرکت کی

ابن جوزی " ابو الفرج عبد الرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد البغدادی نقیب نہر عیسیٰ الجوز کے رہنے والے تھے مشہور محدث اور کثیر التصانیف ہیں انہوں نے یہ جدت کی کہ موضوعات کو علیحدہ جمع کر دیا مگر اس میں ایسی شدت کی کہ بعض حسن حدیثوں کو بھی موضوع کہ گئے اور بڑے بڑے پر ہاتھ صاف کر گئے

Marfat.com

اس لئے ائمہ حدیث اور علماء نے ان کی تردید میں کتابیں لکھیں ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔

دمیاطی، ابو محمد عبدالمومن بن خلف ۶۱۶ھ میں پیدا ہوئے شافعی مذہب تھے دمیاط (مصر کا ایک قصبہ کے رہنے والے تھے) حافظ زکی الدین کے شاگرد تھے ابوالفتح ابن سید الناس صاحب سیرۃ و شیخ تقی الدین سبکی انکے شاگرد تھے کثیر التصانیف تھے انکا معجم بہ ترتیب شیوخ ہے اس میں تیرہ سو شیوخ کی حدیثیں ہیں ۷۰۵ھ میں وفات پائی۔

حافظ ذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد نام ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے ابن عساکر کے شاگرد تھے بارہ سو شیوخ سے علم حاصل کیا قراء و حفاظ حدیث کے حالات میں کتابیں لکھیں سیر النبلاء اُن کی عظیم الشان تصنیف ہے تذکرۃ الحفاظ بہت مشہور اور کار آمد ہے سب سے بہتر کام حدیث کے متعلق انہوں نے یہ کیا کہ مستدرک حاکم کو مختصر کیا اور اس میں اکثر احادیث کے مراتب ظاہر کر دیئے ۷۴۸ھ میں وفات پائی۔

ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل شہاب الدین بن احمد نام شافعی المذہب تھے ان کے اجداد میں ایک شخص کا نام حجر تھا اس لئے ابن حجر مشہور ہوئے ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی کے شاگرد تھے فتح الباری و نخبۃ الفکر ان کی مشہور و مستند تصانیف ہیں کل تصانیف کی تعداد (۱۵۰) سے زیادہ ہے ۸۵۲ھ میں قاہرہ میں وفات پائی جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا سب سے پہلے بادشاہ مصر نے کندھا دیا۔

امام سیوطی، جلال الدین نام ان کی تصانیف کی تعداد پانچ سو ہے (۸۹) کتابیں صرف فن حدیث میں ہیں انہوں نے جامع صغیر اور زوائد اور جمع الجوامع میں تمام احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا تھا عمر نے وفا نہ کی ان کی تصانیف سے اس قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ دوسرے مصنف کی تصانیف سے ممکن نہیں ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

ابن حجر مکی، ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر نام، شمس الدین محمد شناوی کے شاگرد تھے صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ۹۵۵ھ میں وفات پائی۔

علی متقی۔ اصل باشندے جون پور کے تھے ان کے والد برہانپور آ گئے تھے ۸۸۵ھ میں برہانپور میں پیدا ہوئے شیخ حسام الدین متقی حافظ ابن حجر مکی و شیخ ابوالحسن بکری سے علم حاصل کیا امام سیوطی کی جمع کردہ احادیث کو باعتبار حروف تہجی مرتب کر کے کنز العمال نام رکھا اور بھی تصانیف ہیں ۹۷۵ھ میں وفات پائی

علی قاری، نور الدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام، یہ تلامذہ میں امام سیوطی سے

Marfat.com

کچھ ہی کم ہیں سنہ ۱۴۱۱ھ میں وفات پائی ۔

میں نے یہ کئی جگہ لکھا ہے کہ تمام محدثین ومصنفین کا تذکرہ اس کتاب میں ممکن نہیں اب اس کو ختم کرنے کے بعد میں اندازہ کرتا ہوں کہ میں فی صدی دس کا بھی تذکرہ نہیں کر سکا اور بہت سے بڑے بڑے محدثین ومصنفین کا بیان رہ گیا ہے میرے لئے ان بزرگوں کی اسم نویسی واسم شماری بھی مشکل ہے بعض بزرگوں کے نام اس لئے لکھتا ہوں کہ ناظرین کو یہ اندازہ ہو جائے کہ کیسی کیسی عظیم الشان ہستیاں ذکر کرنے سے باقی رہ گئیں ۔ محدثین ہند کا تذکرہ باب التاریخ میں آچکا ہے ۔

خداوند ذوالجلال اگر اپنے کسی مقبول بندے کو تاریخ حدیث لکھنے کی توفیق عطا فرمائے تو یہ تحریر بطور یادداشت

انکے پیش نظر رہے !!

مسروق ابن الاجدع المتوفی سنہ ۶۳ھ ابن ابی لیلیٰ المتوفی سنہ ۸۳ھ اسود بن یزید النخعی سنہ ۹۵ھ سعید بن مسیب سنہ ۹۱ھ سالم بن عبداللہ بن عمر فاروقی سنہ ۱۰۶ھ قتادہ بن دعامۃ سنہ ۱۱۷ھ مسعر بن کدام سنہ ۱۵۵ھ فرلیس سنہ ۲۰۰ھ احمد بن منیع سنہ ۲۴۴ھ ابو اسحاق ابراہیم طوسی سنہ ۲۹۰ھ ابو سلیمان داؤد بن علی، امام اہل ظواہر المتوفی سنہ ۳۲۴ھ ابو احمد عبداللہ ابن عدی صاحب الکامل سنہ ۳۶۵ھ ابو الشیخ اصفہانی سنہ ۳۶۹ھ الجوزی ابو بکر محمد بن عبداللہ سنہ ۳۸۸ھ ابن مردویہ سنہ ۴۱۶ھ ثعلبی سنہ ۴۲۷ھ ابو عمر یوسف ابن عبدالبر سنہ ۴۶۳ھ ابن ماکولا سنہ ۴۸۷ھ زمخشری سنہ ۵۱۱ھ حضرت غوث پاک سنہ ۵۶۱ھ مجد الدین صاحب جمع الفوائد سنہ ۶۰۶ھ حافظ تقی الدین ابو عمر عثمان بن الصلاح سنہ ۶۴۳ھ محی الدین نووی سنہ ۶۷۶ھ قاضی بیضاوی سنہ ۶۸۵ھ ابن تیمیہ سنہ ۷۲۸ھ حافظ ابن قیم سنہ ۷۵۱ھ تقی سبکی سنہ ۷۵۶ھ تاج سبکی سنہ ۷۷۱ھ سید علی ہمدانی سنہ ۷۸۶ھ سید محمد ہمدانی سنہ ۸۱۸ھ بدرالدین عینی سنہ ۸۵۵ھ علامہ سخاوی سنہ ۹۰۲ھ علامہ قسطلانی سنہ ۹۲۳ھ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی سنہ ۹۷۳ھ خداوند ذوالجلال ان تمام بزرگوں پر جنہوں نے نصرت علم دین میں سعی کی اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

Marfat.com

فہرست تصانیف

پروفیسر عبدالصمد صارم الازہری

عربی تصانیف

البشائر ۵۰ پیسے

اللآلی ۵۰ پیسے

المقامات الخمس للحریری
ایک روپیہ ۵۰ پیسے

الکامل للمبرد چار روپیہ

استاذ العربیہ تین روپیہ

اساس العربیہ دو روپیہ

عربی کی پہلی کتاب ۸۵ پیسے

فارسی تصانیف

فارسی آموز چھہ روپیہ

محمود و فردوسی دو روپیہ

انتخاب فارسی دس روپیہ

اردو تصانیف

ترجمہ المنجد اٹھائیس روپیہ

فیروز اللغات اردو بیس روپیہ

تاریخ القرآن پانچ روپیہ

اردو انسائکلوپیڈیا تیس روپیہ

تاریخ الحدیث چار روپیہ

تاریخ التفسیر ,,

تاریخ الفقہ ,,

تاریخ تصوف ,,

سفر نامۂ صارم دو روپیہ

انتخاب تاریخ پانچ روپیہ

سفر نامہ حج و زیارت
۳ روپیہ ۵۰ پیسے

مقالات صارم دو روپیہ

الدر المکنون ۵۰ پیسے

مضامین صارم ۵۰ پیسے

اربعین اعظم ۵۰ پیسے

نامور بیٹیاں ۵۵ پیسے

تعلیمات اسلام ۶۶ پیسے

Marfat.com

رسول کی تعلیم ایک روپیہ

تاریخ کشمیر پانچ روپیہ

اردو کا سب سے بڑا شاعر اور محسن دو روپیہ

اخلاقی کہانیاں ۳۶ پیسے

قرآنی اخلاق ایک روپیہ ۲۵ پیسے

خلق مسلم پانچ روپیہ

زر خالص ۳ روپیہ ۵۰ پیسے

تنقیدات طٰہٰ حسین ۳ روپیہ ۵۰ پیسے

رابعہ بصری ایک روپیہ ۵۰ پیسے (ترجمہ)

امیر معاویہ ایک روپیہ ۲۵ پیسے

عمر بن عبدالعزیز ,,

امام زین العابدین ,, (ترجمہ)

ابوذرغفاری دو روپیہ

اسلامی کتاب ۳ روپیہ

خانہ کعبہ ایک روپیہ ۷۵ پیسے

اردو قواعد و انشا پانچ روپیہ

ہماری زبان ۸۱ پیسے

سودیشی اردو ۵۰ پیسے

ضروری کہانیاں ,,

خلق عظیم ,,

زبان و قلم دو روپیہ

عقائد الاحناف ۲۵ پیسے

اردو زبان اور ہندو ایک روپیہ ۵۰ پیسے

قاعدہ یسرناالقرآن ۳۹ پیسے

شعرالعرب دس روپیہ

مقام غالب پانچ روپیہ

سیرت علی ,, (ترجمہ)

الله ,, ,, ۸ روپیہ ۵۰ پیسے

فریاد رس ,, ,,

روح کیا ہے ,, ,, دس روپیہ

قصص القرآن ,, ,,

سیرت عائشہ ,, ,,

ادارہ علمیہ

۵ دھنی رام روڈ - نئی انار کلی - لاہور -

Marfat.com

منظور شدہ مطابق سرکلر ۸۶/۱۶۱ ای۔ ڈی۔ این۔ ڈی۔ ای۔ ک۔ ر۔ ک۔ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۹ء

منظور شدہ مطابق سرکلر ٹی۔ بی۔ سی ۴۸۰۴۔ ۴۴۰۴ ڈی۔ ای۔ پ۔ ر۔ پ، مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء

سیرت امام اعظم	عبدالصمد صارم	۰ -- ۷۵
سیرت امام شافعی	״	۰ -- ۶۲
سیرت امام احمد بن حنبل	״	۰ -- ۷۵
سیرت امام مالک	״	۰ -- ۶۲
سیرت امام بخاری	״	۰ - ۶۲
ابن خلدون	״	۰ - ۶۲
ابراہیم ادہم	״	۰ - ۶۲
سوانح حسن بصری	״	۰ - ۷۵
سیرت رابعہ بصری	״	۰ - ۷۵
سوانح حاجی امداد اللہ	״	۰ - ۷۵
سوانح مولانا محمد قاسم نانوتوی	״	۰ - ۵۶
سوانح مولانا اشرف علی تھانوی	״	۰ - ۷۵
سوانح انور شاہ کشمیری	״	۰ - ۷۵
سوانح شاہ عبدالعزیز	״	۰ - ۵۶
سوانح رشید احمد گنگوہی	״	۰ - ۷۵
سوانح مولانا محمود الحسن	״	۰ - ۷۵
سوانح حسین احمد مدنی	״	۰ - ۷۵
سوانح شبیر احمد عثمانی	״	۱ - ۲۵
اسلامی تاریخی کہانیاں (اول)	״	۱ - ۲۵
اسلامی تاریخی کہانیاں (دوم)	״	۱ - ۵۰
اسلامی تاریخی کہانیاں (سوم)	״	۱ - ۷۵
تاریخی کہانیاں	״	۱ - ۲۵
اچھی کہانیاں	״	۱ - ۰

انتخاب تاریخ القرآن، مولانا ظہور الحق ۵ — حضرت ہودؑ عبدالصمد صارم ۰ -- ۷۵

آل فرعون کا ایک مومن	عبدالصمد صارم	۰ -- ۷۵	ذوالقرنین		۰ - ۷۵
حضرت صالح		۰ -- ۷۵	حضرت اسماعیل	״	۰ - ۷۵
حضرت یوسفؑ	״	۰ -- ۷۵	حضرت زلیخا	״	۰ - ۷۵
اصحاب القریہ	״	۰ -- ۷۵	حضرت ابراہیم	״	۰ - ۷۵
حضرت نوحؑ	״	۰ -- ۷۵	حضرت [illegible]	״	۰ - ۷۵
سدرۃ المنتہیٰ	״	۰ -- ۷۵	تالوت [illegible]	״	۰ - ۷۵

منظور شدہ برائے سرکلر نمبر ڈی۔ ای۔ جی پی۔ اے۔ پی (۱۴۶۷۔ ۱۵۶۶) ۶۳ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۶۲ء ڈی۔ ای۔ کے۔ ر۔ کے (مغربی پاکستان)

عظیم شخصیتیں	عبدالصمد صارم	۲ -- ۰
حضرت خدیجہ	״	۰ - ۷۵
عائشہ صدیقہ	״	۰ - ۷۵
فاطمۃ الزہرا	״	۰ - ۷۵
زینب بنت فاطمہ	״	۰ - ۷۵
امام حسن	״	۰ - ۷۵
امام زین العابدین	״	۰ - ۷۵
امام ابن قیم	״	۰ - ۷۵
امام رازی	״	۰ - ۷۵
امام ابن تیمیہ	״	۰ - ۷۵
مولانا روم	״	۰ - ۷۵
مولانا محمد الیاس	״	۰ - ۷۵
فرید الدین عطار	״	۰ - ۷۵
حافظ شیرازی	״	۰ - ۷۵
حیات سعدی	״	۰ - ۷۵
شاہ ولی اللہ	״	۰ - ۷۵
محمد عبدہ	״	۰ - ۷۵
جمال الدین افغانی	״	۰ - ۷۵

سید احمد شہید	عبدالصمد صارم	۰ -- ۷۵	سیرت اسماعیل شہید	عبدالصمد صارم	۰ -- ۷۵
عبید اللہ سندھی	״	۰ -- ۷۵	اصحاب الفیل	״	۰ -- ۷۵
جمال عبدالناصر	״	۰ -- ۷۵	سیرت عثمان	״	۳ - ۰
حضرت آدمؑ	״	۰ -- ۷۵	ہابیل قابیل	״	۰ - ۷۵
شکر نعمت	״	۰ -- ۷۵	معراج شریف	״	۰ - ۷۵
موسیٰ اور خضر	״	۰ -- ۷۵	حضرت عزیرؑ	״	۰ - ۷۵
	״	۰ - ۷۵	قارون	״	۰ - ۷۵
حضرت داؤدؑ	״	۰ - ۷۵	اصحاب کہف	״	۰ - ۷۵
قاضی عز الدین	״	۰ - ۷۵	اصحاب الاخدود	״	۰ -- ۷۵
عام الفیل	״	۰ - ۷۵	ملکۂ سبا	״	۰ - ۷۵
جریج عابد	״	۰ - ۷۵	زمزم	״	۰ - ۷۵
بنی اسرائیل کی گائے	״	۰ - ۷۵	حضرت ایوبؑ	״	۰ - ۷۵
اصحاب الفیل	״	۰ - ۷۵			

ملنے کا پتہ :- ادارۂ علمیہ دھنی رام روڈ

Marfat.com

92

تاریخ الحدیث

مصنّفہ

قاضی عبدالصمد صارمؔ فاضل دیوبند فاضل جامعہ ازہر مصر

مولوی فاضل منشی فاضل زبدۃ الحکماء استاد عربی فارسی اردو اورنٹیل کالج لاہور

باہتمام

ادارہ علمیہ ۵ دھنی رام روڈ انارکلی
لاہور

Marfat.com